مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام



عاشقِ رسول ﷺ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ



مُرتّبہ

طاہر سُلطانی



عاشقِ رسول ﷺ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

طاہر سلطانی



اُردو حمد و مناجات و نعت کے حوالے سے
یادگار اور منفرد کتابیں شائع کرنے والا ادارہ
جہانِ حمد پبلی کیشنز

کتاب ❁ امام احمد رضا

مرتبہ ❁ طاہر سلطانی

اشاعت ❁ ۱۴راگست ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ ❁ جہانِ حمد کمپوزنگ سینٹر
0300-2831089

کمپوزر ❁ محمد عبدالرحمٰن طاہر
محمد عبداللہ حسان طاہر

پیسٹر ❁ حافظ محمد نعمان طاہر

قیمت ❁ [redacted]

ناشر ❁ جہانِ حمد پبلی کیشنز

26/38 بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی، 75900، فون :۔ 4922701
Mob - 0300-2831089
Email-jahan-e-hamd@yahoo.com

☆☆☆☆☆



انتساب

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی غوث صمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت معین الدین چشتی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیّد شاہ آلِ مصطفیٰ سیّد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

اور اپنے پیر و مرشد

حضرت مخدوم شاہ محمد سلطان میاں قادری رام پوری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

بصد ادب و احترام

اس دعا کے ساتھ کہ اللہ رب العزت اپنے پیارے رسول ﷺ کے طفیل ہم سب کو
نہ صرف اولیاء اللہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ
بے عمل علماء اور ریاکار صوفیوں کی صحبت سے محفوظ رکھے (آمین)

طاہر سلطانی

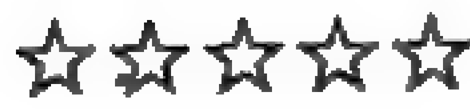
فہرست

باب اوّل

امام احمد رضا کی ایمان افروز تحریریں

باب دوم

امام اہلسنّت احمد رضا خاں کی نعت نگاری اہلِ علم و دانش کی نظر میں



امام اہلسنّت کی نعتیہ شاعری سے انتخاب

اور



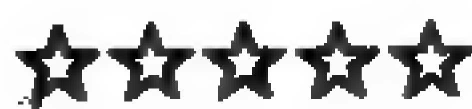
باب چہارم

امام احمد رضا کی شخصیت، علمی بصیرت اور سیاسی خدمات

کا اجمالی جائزہ

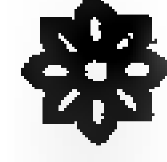
باب پنجم

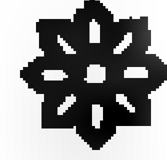
مناقب امام احمد رضا قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

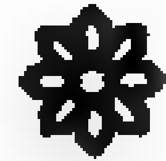




صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

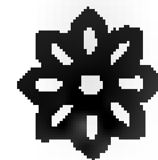


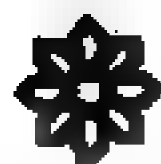


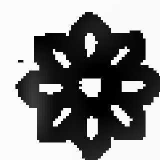


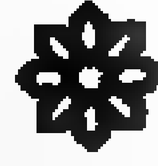
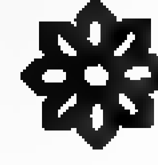
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے محمد اللہ کے رسول ہیں





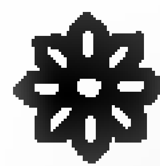
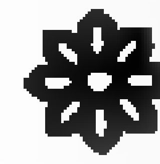
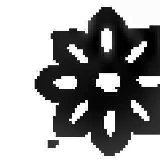


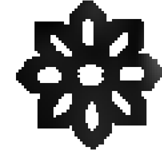




اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ۝

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر
اے ایمان والو آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجا کرو۔"

(سورۃ الاحزاب۔ آیت،۵۶)



یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

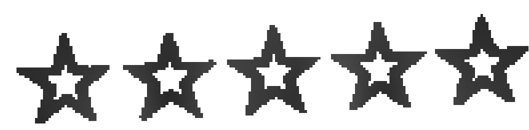
یارسول اللہ ﷺ کرم کرنا خدا کے واسطے

باب اوّل

باری تعالیٰ..... مناجات..... نعت رسول مقبول ﷺ

پہلی بات.............. امام احمد رضا کے ماہ وسال

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی ایمان افروز روح پرور تحریریں



حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْکَوْنِ وَالْبَشَرْ
حَمْداً یَدُوْمُ دَوَاماً غَیْرَ مُنْحَصِرْ
وَاَفْضَلُ الصَّلٰوتِ الزَّاکِیَاتِ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُنْجِی النَّاسِ مِنْ سَقَرْ
بِکَ الْعِیَاذُ اِلٰھِیْ اِنْ اَشَاحُکُمَا
سِوَاکَ یَا رَبَّنَا یَا مُنْزِلَ النُّذُرْ

مولانا احمد رضا خاں قادری

☆☆☆☆☆

مناجات

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفٰے ﷺ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن ﷺ کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیّدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب ﷺ کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
اُن ﷺ کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں رَبَّنَا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضؔا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کا ساتھ ہو

شاہ احمد رضؔا خاں قادری برکاتی

نعت رسول مقبول ﷺ

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہوجائے ابھی کوہ محن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عِطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

دل کھول کے خوں رولے غمِ عارضِ شہ میں
نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا رضی اللہ عنہا ہے کلی جس میں حُسین اور حَسن پھول

امام احمد رضاؔ خان بریلوی

شاہ ﷺ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

ابتدایہ

طاہر سلطانی

رب ذوالجلال والکرام نے نہ صرف اپنے پیارے حبیب آنحضرت ﷺ کو ارفع و اعلیٰ شان و شوکت عزت و عظمت سے نوازا بلکہ ربّ کائنات نے آقائے نامدار تاجدار انبیا ﷺ کے سچے غلاموں کو بھی خوب خوب نوازا چنانچہ مالکِ ارض وسما نے امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شان سے نوازا کہ انہیں آج بھی آپ ﷺ کا قرب حاصل ہے اور یہی اعزاز امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔ امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین وغنی کے خطابات عطا کیے گئے۔ امیر المومنین سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوتراب و شیر خدا جیسے القابات سے مستفیض کیا۔ امام حسین ابن علیؓ نے نانا کے دین کی حفاظت کے لیے وہ عظیم قربانی دی کہ اللہ رب العزت نے امام عالی مقام کو جنت کے نوجوانوں کا سردار بنا دیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے دنیاوی شاعری کو چھوڑ کر رحمت عالم ﷺ کی مدح سرائی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو رب کریم نے ان کے نام کو بھی چمکا دیا اور انہیں شاعر دربار رسالت مآب کا خطاب عطا ہوا۔ اس طرح حضرت کعب بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ یہی نہیں بلکہ رب عالم کے لطف کریمانہ سے امام بوصیری نے عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر قصیدہ بردہ شریف لکھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے امام بوصیری کی محبت تمام مسلمانوں کے دل میں ڈال کر انہیں ہر دلعزیز بنا دیا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک ولی کامل عاشق رسول جس کا رواں رواں غلامی رسول میں جکڑا ہوا جس کی ہر سانس عشق رسول اکرم سے معطر و منزہ رہتی تھی جسے دنیا امام احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے

جاتی ہے اس عاشق صادق نے سو سے زائد علوم پر دسترس حاصل کر کے ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں تحریر کیں۔ امامت وخطابت، فتویٰ نویسی اور نعت گوئی کے ساتھ ساتھ گستاخان رسول اکرم ﷺ کا ہر موڑ پر محاسبہ کیا اور انہیں شکستِ فاش دی۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے مجدد تھے۔ ان کی نعت گوئی پر غور وفکر کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر نعت گوئی کی۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے امام احمد رضا خاں بریلوی کو اردو کا دوسرا بڑا نعت گو قرار دیا۔ ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار حقائق کے ساتھ بیان کرے۔ میری نظر میں مولانا احمد رضا خاں قادری اردو کے بہت بڑے اور بہت زیادہ کامیاب نعت گو ہیں۔ اس لیے کہ ان کی نعت گوئی جسقدر خواص میں مقبول ہے اس سے کہیں زیادہ عوام الناس میں مقبول ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں ہمیں ان کے مقابل کوئی اور نظر نہیں آتا اور اس لیے کہ نعت گوئی کرنے کے لیے قرآن وحدیث کا علم اور حبِ رسول کی اشد ضرورت ہے۔ قرآن و حدیث کا علم تو کافی شعرا کو ہوگا اور حبِ رسول بھی حاصل ہوگا۔ لیکن امام احمد رضا خاں قادری کے قلب میں حبِ رسول کا ایک خیاباں نظر آتا ہے۔ ان کے سینے میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جس کا امام احمد رضا خاں قادری کے ایک ایک مصرع سے عشق نبی ﷺ کا سوز و گداز نہ صرف محسوس ہوتا ہے بلکہ ان کا نعتیہ کلام عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قلوب میں حبِ رسول اکرم ﷺ کو فزوں تر کرتا ہے۔ اور جب کسی کے قلب میں حبِ رسول مقبول ﷺ راسخ ہو جائے تو پھر وہ کہتا ہے کہ............... **بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر**

لیکن جس کا قلب حبِ رسول سے خالی ہو یا محبت رسول برائے نام ہو تو ایسا شخص کہتا پھرتا ہے کہ۔

رسول ہماری طرح تھے۔ وہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے۔

ہائے افسوس صد افسوس ایسے انسان کو کیسے سمجھاؤں............ خیر ایسے لوگوں کے لیے تو اللہ ربّ العزت نے قرآن مبین میں کھول کھول کر آئتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

بے شک آنحضرت خالق کائنات کے بندے اور رسول ہیں۔لیکن اس حدیث کو نہ بھولیے۔

واللہ معطی و انا قاسم

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اسی حدیث کو سامنے رکھ کر یہ مقطع کہا ہے۔مولانا احمد رضا خاں قادری کی بیسیوں نعتیں مقبول عام کا درجہ حاصل کرچکی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام دنیا کے ہر اس خطے میں پڑھا اور سنا جاتا ہے جہاں جہاں اردو بولی جاتی اور سمجھی جاتی ہے۔انڈو پاک میں تو ان کا نعتیہ کلام، ریڈیو، ٹی وی اور گھر گھر میں پڑھا جاتا ہے ان کا کلام بالخصوص ان کا نعتیہ قصیدہ "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر چھوٹے بڑے کو از بر ہے اور میری دانست میں اردو نعتیہ شاعری میں اس پائے کا قصیدہ ملنا مشکل ہے مولانا احمد رضا خان قادری کے دور میں اردو شاعری میں استاد داغ دہلوی کے کلام کی دھوم مچی ہوئی تھی ان دنوں داغؔ کے شاگردوں کی ایک کھیپ تھی جن میں سرِ فہرست علامہ اقبال، بے خود دہلوی، نوح ناروی، مولانا حسن رضا خان وغیرہ شامل تھے۔اس دور کے اس عظیم شاعر استاد داغ دہلوی نے مولانا احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک شعر کہا آپ کی نذر کررہا ہوں۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیے ہیں

استاد داغ کے اس شعر کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔اہل علم و دانش امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کا تعین خود کرلیں۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ، امام احمد رضا خاں قادری کی فکر کو عام کرنے کے لیے

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی تمام کتابیں ہر مسلمان کے گھر پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔

مولانا صاحب کی تحریریں پڑھنے کے بعد یقیناً مسلمانوں میں جذبۂ اسلام اور حب رسول اکرم شدت سے پیدا ہوگا۔ نیز وہ غلط پروپیگنڈہ جو مولانا کے خلاف یہود ونصاریٰ کے چند ایجنڈوں نے پھیلایا ہے۔ اس کا بھی ازالہ ہوگا۔

عاشق رسول امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ.......... ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارے قلوب میں حبّ رسول ﷺ اجاگر کر کے آخرت میں کامیابی کے لیے صحیح منزل تک پہنچنے کے لیے صحیح راستے پر گامزن کیا۔

اے امام آپ نے کتنے سچے جذبے اور ایمان کی دولت سے سرشار ہو کر عشق رسول میں ڈوب کر کس سہانی گھڑی میں یہ کہا تھا کہ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اے امام صالح آپ کا یہ پیغام آپ کا یہ سلام عاجزانہ آج دنیا کے کونے کونے میں پڑھا اور سنا جا رہا ہے۔ بڑے تو بڑے آج کا بچہ بچہ اور اپنے تو اپنے غیر بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اللہ ربّ العزت کا فرمان بھی یہی ہے کہ میرے برگزیدہ نبی ﷺ پر خوب خوب درود و سلام بھیجو اے امام عاشقاں آپ نے فرمان خداوندی کی خوب پیروی کی یہی وجہ ہے کہ رب نے آپ کے نام کو بھی خوب خوب چمکا دیا۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ روزِ محشر خدمت کے قدسی آپ سے کہیں گے کہ اے احمد رضا سلام تو سنا دیجیے انشاء اللہ آپ کی یہ تمنا ضرور پوری ہوگی محشر کے دن آپ کے لبوں پر یہ نغمۂ محبت ضرور مچلے گا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اور مجھے امید ہے کہ آپ اُن لمحات میں یہ شعر ضرور پڑھیں گے۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امّت پہ لاکھوں سلام

☆

عاشقِ مصطفیٰ کون ، احمد رضا
خادمِ اولیاء کون ، احمد رضا
دینِ حق کی ضیا کون ، احمد رضا
رحمتوں کی ردا کون ، احمد رضا
ہے وفا ہی وفا کون ، احمد رضا
جن کا حامی خدا کون ، احمد رضا

حقیر و فقیر طاہر سلطانی...... ان تمام اہلِ قلم کا بے حد ممنون ہے کہ آپ حضرات نے مصروفیات کے باوجود میری درخواست پر اپنی نگارشات عنایت کیں۔ بے حد ممنون و مشکور ہوں ان احباب کا جن احباب کی دعائیں اور محبتیں میرے لیے سرمایہ ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت رسول مقبول ﷺ کے طفیل عظیم البرکت مجدّد دین و ملّت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ رب العزت آنحضرت ﷺ کے صدقے میں ہم سب مسلمانوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے اور حقیر و فقیر کی اس سعی کو قبول و مقبول فرما کر ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے...... آمین

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے

ماہ و سال

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۱	ولادت باسعادت	۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴ رجون ۱۸۵۶ء
۲	ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء
۳ :	پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء
۴ :	پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء
۵ :	دستار فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء (عمر ۱۳ سال، ۱۰/ماہ، ۵، دن)
۶ :	آغاز فتویٰ نویسی	۱۴ رشعبان ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
۷ :	آغاز درس وتدریس	۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء
۸ :	ازواجی زندگی	۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء
۹ :	فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خان کی ولادت	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء
۱۰ :	فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء
۱۱ :	بیعت وخلافت	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۲ :	پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء
۱۳ .	پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۴ :	شیخ احمد زین بن دحلان، مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵/ ۱۸۷۸ء

۱۵ : مفتی مکہ شریف الرحمٰن اسراج ، مکی سے اجازت حدیث : ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۶ : شیخ عابد کے تلمیذ رشید ، امام کعبہ شیخ حسین بن صالح
جمیل اللیل مکی سے اجازت حدیث ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۷ : احمد رضا کی پیشانی میں شیخ ، موصوف کا مشاہدہ انوار الٰہیہ : ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۸ : مسجد حنیف (مکہ معظمہ) ، میں بشارت مغفرت : ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء
۱۹ : زمانہ حال کے یہود نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم
جواز کا فتویٰ : ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء
۲۰ : تحریک ترک گاؤکشی کا ، سدِ باب : ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء
۲۱ : پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء
۲۲ : اردو شاعری کا سنگھار قصیدہ ، معراجیہ کی تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء
۲۳ : فرزندِ اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ علیہ الرحمہ رضا خاں کی ولادت، ۲۲ ذی الحج ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء
۲۴ : ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس ، (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء
۲۵ : تحریکِ ندوۃ سے علیحدگی ، ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء
۲۶ : مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت ، میں فاضلانہ تحقیق ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء
۲۷ : قصیدہ عربیہ امال الابرار و ، الالام الاشرار ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء
۲۸ : ندوۃ العلماء کیخلاف ، ہفت روزہ اجلاس پٹنہ
میں شرکت رجب ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء
۲۹ : علمائے ہند کی طرف سے خطاب مجدد مأتہ حاضرہ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء
۳۰ : تاسیس دار العلوم منظرِ اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء
۳۱ : دوسرا حج اور زیارت ، حرمین الشریفین ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء
۳۲ : امام کعبہ شیخ عبد اللہ میراد، اور ان کے استاد، شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء

اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۴۳ : علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت خلافت ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۴۴ : کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۴۵ احمد رضا خاں کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا

زبردست خراج عقیدت ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۴۶ : شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر

مدنی کا اعتراف مجددیت ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۴۷ : قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۴۸ : شیخ موسیٰ علی شامی الازہری کی طرف سے خطاب

امام الائمۃ المجدد لہٰذا الامہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۴۹ : حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب

خاتمۃ الفقہاء والمحدثین۔ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

۵۰ : علم المربعات میں ڈاکٹر سرضیاءالدین کے

مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب قبل ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۵۱ : ملت اسلامیہ کے لیے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۵۲ : بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتا اور احمد رضا خاں

کا فاضلانہ جواب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۵۳ : مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے

خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۵۴ ڈاکٹر سرضیاالدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

کی آمد اور استفادہ علمی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

۴۵ : انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثنا ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء

۴۶ : صدر والصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء

۴۷ : تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی تقریباً ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء

۴۸ : سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء

۴۹ : امریکی ہیأۃ داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

۵۰ : آئزک نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء

۵۱ : رد حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء

۵۲ : فلاسفہ قدیمہ کا رد بلیغ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء

۵۳ : دو قومی نظریہ پر حرف آخر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

۵۴ : تحریک خلافت کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

۵۵ : تحریک ترک موالات کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

۵۶ : انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء

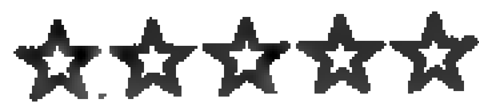
۵۷ : وصال ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء

۵۸ : مدیر ''پیسہ اخبار'' لاہور کا تعزیتی نوٹ ، یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ۳ رنومبر ۱۹۲۱ء

۵۹ : سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی توی کا تعزیتی مقالہ ۱۳۴۱ھ/ ستمبر ۱۹۲۲ء

۶۰ : بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملا کا خراج عقیدت ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء

۶۱ : شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا خراج عقیدت ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء



میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

امام احمد رضؔا خاں قادری برکاتی

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضؔا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمدہ ونُصلّی علیٰ رَسُولِہِ الکَرِیْم

الحمدللہ الذی فضل سیدنا ومولٰنا محمداً ﷺ علی العٰلمین جمیعاً واقامه یوم القیامة للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعاً۔ فصلی اللہ تعالٰی وسلّم وبارک علیه وعلٰی کل من ھو محبوبٌ ومرضی لدیه صلاۃ متبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم واشھد ان لا اله الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان سیدنا ومولٰنا محمداً عبدہ ورسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق ارسله صلی اللہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰلِهٖ وصحبهٖ اجمعین وبارک وسلم۔ قال اللہ تعالٰی فی القرآن الحکیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدلله رب العٰلمین ○ الرحمٰن الرحیم ○ مالک یوم الدین ○ ایاک نعبدو ایاک نستعین ○ اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین ○ امین۔

حضرت عزت جل جلالہٗ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ(۱) فرماتا اور اون کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہی یہ سورۂ مبارکہ رب العزۃ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتداء اس کی اور تمام سور قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرمائی گئی۔ اول حقیقی اللہ عزوجل ہے ھوالاوّل والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیے تھی کہ اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مگر ابتدا یوں فرمائی گئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وہ جو اوّل حقیقی اللہ کا علم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مجمع(۲) جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے اس سے پہلے اسم کا لفظ لائے اور اس پر بے کا حرف داخل فرمایا۔ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت' وحدانیت' وہویت میں بے غایت ظہور سے غایت بطون(۳) میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال کسی کی

(۱) پھیلی ہوئی (۲) جامع (۳) پوشیدگی

عقل کسی کا وہم کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ ہے وہ پاک وہ منزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی وباطن شے اس تک وصول کیلئے علامت درکار اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو دلالت کرے ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا وصول کا اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شے کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی شے کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی شے کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کیلئے تین چیزیں ہونی چاہیں۔ ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف وہ ذات ذات الٰہی ہے اور وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد ﷺ ہیں تو گویا ابتدا ہی نام اقدس سے فرمائی گئی۔ اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعۂ وصول ہو رہے اسم اللہ تمام مخلوقات کیلئے جو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے اس واسطے کی تمام جہاں کو اللہ کی طرف ہدایت حضور ہی نے فرمائی حضور ہی ہادی ہیں مخلوقِ الٰہی کے یہاں تک کہ انبیائے کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی ہیں دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی ہو انکو کسی نے دلالتانہ کی ہو ایسا نہیں اگر وہ امتوں کے دال ہیں تو حضور کے مدلول ہیں دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ہی کیلئے ہے ﷺ تمام غیر اللہ کو اللہ کی طرف جسنے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا مھدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مھدی ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف، حرف تو نہ مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ فعل مسند ہوتا ہے مگر مسندالیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسندالیہ بھی

(۱) پہنچنا (۲) جس تک رہنمائی کی گئی ہو۔

فعل مسند ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی تو وہ جو بے علاقہ ہیں ذات الٰہی سے وہ حرف ہیں کہ ومنھم من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیرن اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ ان نقلب علی وجھہٖ خسر الدنیا والاخرۃ ذلك ہو الخسران المبین۔ کچھ لوگ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئے تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارے پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم میں بدل گئے پلٹ گئے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے تو یہ نہ مسند ہیں نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں۔ اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین وہادین کہ مسند ہیں مگر بالذلت مسند الیہ نہیں وہ فعل ہیں حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ کریم بے شک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت(۱) ہے تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں کہ انکو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہوتا ہے اور تعریف کی حد ہے حمد اور حمد کی تکثیر ہے تحمید اور اسی سے مشتق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم یعنی بار بار اور بکثرت بے شمار تعریف کیے گئے حمد کیے گئے تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل و پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء یاسماءً ما طاولتھا سماء
لم یدانوک فی علاک وقدحا ل سنا منک دونھم وسناء
انما مثلوا صفاتک للنا س کما مثل النجوم الما

انبیاء حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پا سکیں اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب بھی نہ پہنچے حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہو گئی وہ تو حضور کی صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ لاتعداد لاتحصی ہیں انبیائے کرام غایت انجلا(۲) میں مثل پانی کے ہیں اپنی صفا(۳) کے سبب ان نجوم کا

(۱) بلاواسطہ (۲) انکشاف (۳) پاکیزگی

تو انکا جاننے والا انکا رب ہے تبارک و تعالیٰ انکا بنانے والا انکا نوازنے والا۔ ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔ بلا تشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ ہو اللہ تمام جہان سے زیادہ غیرت والا ہے حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں انه لغیور وانا اغیر منه واللہ اغیر منی وہ غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے وہ کیونکہ روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اوس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا ہم تو قوم نیام تسلوا عنه بالحلم ہیں ہی سوتے ہیں خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں الناس نیام اذا ماتوا انتبهوا لوگ سوتے ہیں جب مریں گے جاگیں گے خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے وما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رانی فقدرای الحق فان الشیطان لایتمثل لی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا پھر لوگ مختلف اشکال و احوال میں دیکھتے ہیں وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان واحوال ہی کا ہے ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے یو میں بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے سب اس آئینہ حق نما(۱) میں اپنے ایران کی صورت دیکھتے ورنہ انکی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھادیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی نہ رب العزۃ کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے نہ جمالِ انور حضور اقدس کو جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضورِ انور ﷺ نے شبِ معراج کہ رب العزہ جل وعلا کو بیداری میں چشم سر سے دیکھا وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ روایت لامکاں میں ہوئی بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز(۲) ہیں۔ ابو جہل لعین حاضر

(۱) حق دکھانے والا (۲) اللہ کے بنائے ہوئے آئینہ

ہو کر عرض کرتا ہے "نقش کز نبی ہاشم شگفت" حضور فرماتے ہیں صدقت تو سچ کہتا ہے صدیق اکبر عرض کرتے ہیں حضور سے زیادہ کوئی خوبصورت نہ پیدا ہوا حضور بے مثل ہیں حضور آفتاب ہیں نہ شرقی نہ غربی ارشاد فرمایا صدقت تم سچ کہتے ہو صحابہ نے عرض کی حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی ارشاد فرمایا۔ گفت من آئینہ ام مصقول دوست۔ ترک ہندو در من آن بیند کہ اوست ہیں تو اپنے چاہنے والے رب تبارک وتعالیٰ کا اجالا ہوا آئینہ ہوں ابو جہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی اور ابو بکر سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطون ہے۔ ظہور کسی شے کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے وہ شے نظر آتی ہے اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ خارات و عبارات میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں خیرہ(۱) ہو کر واپس آتی ہے غایت ظہور پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزۃ نے اپنی ذات کیلئے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے اور اس میں مع ذات و صفات کے تجلی فرمائی ہے حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا ہے یہ تو شان ہے غایت ظہور کی اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف(۲) ہیں تعریف کی ضرورت نہیں یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی تعریف عہد یا استغراق جنس کیلئے ہے ہو اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں امام محمد بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

منزه عن شريك في محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں ان کے حسن کا جوہر فرد قابل نہیں کہ یہاں جنسیت واستغراق تا متصور اور عہد فرع معرفت اور انکو ذاتاً و حقیقۃً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو نام اقدس پر ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

---

(۱) چوندھیانا (۲) تعریف سے مستغنی

جس طرح من الی جر کرتے ہیں اسی طرح کاف تشبیہ بھی جر کیلئے آتا ہے۔ ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبے میں ہے اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اس کی ذات کیلئے اور تشبیہ ہے تجلیات کیلئے۔ دونوں کو اس آیہ جمع فرمادیا لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر لیس کمثلہ اس کے مثل نہیں یہ تنزیہ ہوئی اور وھو السمیع البصیر وہی ہے والا یہ تشبیہ۔ جب تک اللہ نے عالم نہ بنایا تھا تشبیہ نہ تھی جب نہ عالم خیال نہ عالم مثال میں بلکہ عالم تمثیل میں تجلی تدلی کے لئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے ذات اقدس سے صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے ہاں پہلی تجلی (۱) جو فرمائی ہے اسی کا نام ہے محمد ﷺ اور اس تجلی کی اور تجلیات کی گئی ہے ان کا نام ہے انبیاءِ کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا آگے فرمایا جاتا ہے الرحمٰن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے الرحمٰن الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمٰن کہ رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر فرمایا گیا الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردے میں دکھایا القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا الرحمن الرحیم خالص رحمت دکھائی جاتی ہے یہ وہی آئینۂ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے ملتبس (۲) ہو جاتی ہیں وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم اولین کیلئے رحمت آخرین کیلئے رحمت ملائکہ کیلئے رحمت تمام مومنین کیلئے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین مشرکین منافقین مرتدین کیلئے بھی رحمت ہیں یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم تم ان میں ہو اسلئے ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ورفعناہ مکانا علیا اختیار فرمایا گیا حالانکہ انکے غلام واہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی ہے سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا اکابر اولیا جمع ہیں مگر نماز نہیں ہوتی اُنھوں نے تاخیر کا سبب پوچھا کہا امام کا انتظار ہے ایک صاحب کو نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چلتیں لگاتے ہیں وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع

(۱) روشنی' اجالا' نور (۲) خلط ملط

ہو گیا جب نماز ختم ہوئی نعش کو اپنا منقاروں(۱) میں لیکر آسمان پر اوڑے ہوئے چلے گئے انہوں نے پوچھا جواب ملا یہ اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر ہیں رہے پاتی مگر حضور رحمت عالم ﷺ نے یہیں تشریف پسند فرمایا کہ خلق کیلئے عذاب عالم سے امان ہو جنت تو حضور رحمت کا پر تو ہے ہی دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں جنت کا رحمت ہونا...... کے نام لیوؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے اوّل بادشاہ خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے دوسرے کچھ انعام کا لالچ دے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے۔ تاہی سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے اطاعت نہیں کرتے۔...... سنا کر ڈرایا جاتا ہے کہ اطاعت نہ کرو گے تو زندان میں بھیجے وہ انعام تو عین رحمت ہے ظاہر ہے اور یہ کوڑا عذاب کا پہنچنا ہے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر مستحق نہ ہوں اطاعت کریں انعام کے مستحق ہوں تو دوزخ ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی ان کی توہین کی رب عزۃ نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کیلئے دوزخ کو پیدا فرمایا اور ضد کی ضد سے معلوم ہوا کرتی ہے گرمی کی قدر سردی سے سردی کی گرمی سے نعمت کی قدر اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا تو اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد معدن الجود والکرم والہ الکرام اجمعین حضور تمام جہان کیلئے رحمت ہیں رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کیلئے دو چیزیں درکار ہیں ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے دوسری خیر اور دونوں متفرق ہیں وجود نبی ﷺ پر اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی نہ کوئی خیر کا پانے والا تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا اگر صورت وجود نبی ﷺ میں تمام نعمتیں تمام کمالات تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم وجود متفرع ہے۔ حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی ملک ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے دست عطا سے ملی حضور نعمۃ اللہ ہیں قرآن عظیم نے ان کا نام نعمۃ اللہ رکھا ان الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد ﷺ

(۲) چونچ

نعمة اللہ محمد ﷺ ہیں ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی ہے قال واما بنعمة ربك فحدث اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا' قبر' حشر' برزخ۔ آخرت غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع(۱) اور بہرہ مند ہے اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شے ہے جس کا حکم رب العزۃ دے رہا ہے واما بنعمة ربك فحدث مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے بلانا یا رقعہ بانٹنا یا طعام و شیرینی کی تقسیم اس کا جزء حقیقت نہیں نہ ان میں کچھ جرم اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بے شک خیر ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن احسن قولا ممن دعی الی اللہ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں من دعی الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه ولا ینقصه ذلك من اجورهم شیئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے جتنے بلانا قبول کریں ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر و صلہ و احسان و صدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود ان مجالس کیلئے ایک قسمیں نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں جہاں مجلس ذکر شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلانے کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو وہ عرش سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں اوّل روز سے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم جس کیلئے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے پتلے میں داخل ہوتی ہے آنکھ کھلتی ہیں نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم) عرض کی الٰہی یہ کون ہے جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے ارشاد ہوا اے آدم وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے وہ نہ ہوتا تو

---

(۱) فیض یاب و فائدہ حاصل کرنے والا

میں تجھے نہ بناتا لولا محمد ماخلقتك ولا ارضا ولاسماء اُسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا اگر وہ نہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان بناتا تو کنیت اپنی ابو محمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم آنکھ کھلتے ہیں نام پاک بتایا گیا پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا شیث علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد فرمایا اے فرزند میرے بعد تو خلیفہ ہوگا عماد(۱) تقویٰ و عروہ وثقی(۲) کو نہ چھوڑنا العروۃ الوثقی محمد ﷺ عروہ وثقی محمد ہیں ﷺ جب اللہ کو یاد کرے محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعا تھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں اسی طور پر چرچا انکا ہوتا رہا۔ پہلی انجمن روز میثاق(۳) جمائی گئی اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما آتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ااقررتم واخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھد وار انامعکم من الشھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئك ھم الفسقون۔

جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں اون باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور اون پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اون کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیا کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں مجلس میثاق میں رب العزۃ نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ اون کی نبوت ہم مشروط تھی حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا ثم جاء کم رسول پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس انبیا ہے علیہم الصلاۃ والسلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والا انبیاء اللہ غرض اسی طرح ہر زمانے میں حضور کا ذکر ولادت و تشریف آوری رہا ہر قرن میں انبیاو مرسلین آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لیکر ابراہیم و داؤد و سلیمان و زکریا علیہم الصلاۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے زمانے میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے

(۱) ستون (۲) مضبوط ستون (۳) پکا عہد

اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا نشانی سارے جہان کیلئے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لایا فرماتا ہوا مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم یہ ہے مجلس میلاد۔ جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا تمام ملک و ملکوت میں محفل میلاد تھی عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل میلاد ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں سر جھکائے کھڑے ہیں جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں علیہم الصلاۃ والسلام اس دولھا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سموت میں عرش و فرش پر دھوم ہے ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کریگا وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمی(۱) تیار فرما رہا ہے اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المرادین ظہور فرمانے والے ہیں یہ قادر علی کل شئ کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ساتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے اس نے بچالیا ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے دو کو بچا سکتا ہے کوئی قوی ہو گا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا یہاں کروروں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والیو ہی ایک انا آخذ بحجزکم عن النار هلم الی میں تمہارا بند کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم الحمد للہ کیا حامی پایا اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو انکا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کر دیے گئے تھے اسی کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں خوشی کے نام سے مرتے ہیں ملائکہ سبع سموات دھوم مچا رہے تھے عرش عظیم ذوق و شوق میں یکتا تھا ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دار السلطنۃ کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے

(۱) وہ سامان جو فوج کی روانگی سے پہلے اگلی منزل کو بھیجا جاتا ہے۔ خادم

عکس لیکر ظاہر کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفات کمال مخلوقات میں خاص ہیں حضور کیلئے باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ و صدقہ ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ **انما انا قاسم واللہ المعطی** عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے۔ حضور قاسم ہیں ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم(۱) ہے کونسی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں تو جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اُس کے حضور ہی ہیں جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا ابتدائے خلق سے لبدالاباد تک ظاہر و باطن میں روح و جسم میں ارض و سما میں عرش و فرش میں دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی لبدالآباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی ہیں کشش یعنی جذب فرمانا یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا کھینچنا دو طرح ہوتا ہے ایک کھینچنا بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے وہ کھینچ آئے دوسرا کھینچنا مزاحمت کے ساتھ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھینچنا نہیں چاہتا حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ **انتم تتقحمون فی النار کالفراش وانا اخذ بحجزکم ھلم الی** تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا بند کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ یہ شان ہے جو یعنی کشش کی اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور ہاں جر اون احوال و کیفیات سے ناشی(۲) ہوتا ہے جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں وہ یہاں بروجہ اتم ہیں مثلاً (بے) کے معنی ہیں الصاق یعنی ملانا یہ خاص کام ہے حضور اقدس کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں یا من کہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یہ بھی خاص ہے حضور ہی کیلئے **یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ** اے جابر تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ﷺ ہر فضل و ہر کمال حتی کہ وجود میں بھی ابتدا انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم الی آتا ہے انتہائے غایت کیلئے انتہائے

---

(۱) عموم پر دلیل (۲) پیدا ہونے والا نشوونما پانے والا

کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے اول الانبیا بھی وہی ہیں اور خاتم النّبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ تلمسانی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبریل امین حاضر بارگاہِ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیك یا اول السلام علیك یا آخر السلام علیك یا ظاهر السلام علیك یا باطن رب العزة نے قرآن عظیم میں اپنی صفت کریمہ فرمائی ہے هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم ٥ اس آیت کے لحاظ سے حضور نے جبریل سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا اللہ نے حضور کو اوّل کیا تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیا کے بعد مبعوث فرمایا اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک و شبہ کی مجال نہیں اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے تو پر تو ہیں آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں فرض کیجئے اگر ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کی برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو اور حضور فرمائیں یہ آفتاب نہیں کوئی کرۂ نار کا شرارہ ہے یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق و صحیح ہے اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ و گمان کی غلطی صریح ہے آخر اس کی وجہ یہ ہی کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلا خفا نہیں آفتاب سے کروروں درجہ زیادہ روشن ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف ہی نہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں اسی واسطے انکا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے معرفت الٰہی وہ معرفتِ محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کو ان کی معرفت ہے اس کو معرفتِ الٰہی بھی زائد ہے صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہان سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں ان سے ارشاد فرمایا یا ابا بكر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی-اے ابو بکر جیسا میں ہوں سوا میرے رب کے اور کسی نے نہ پہچانا باطن ایسے کہ خدا کے سوا کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ ہر ذرہ شجر و حجر وحوش وطیور حضور کو جانتے ہیں یہ کمال ظہور ہے صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں جبریل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں انبیا و مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق باقی رہا حقیقۃً ان کو پہچاننا

مغرب تک تمام جہاں انہیں کی سلطنت انہیں کی قلمرو میں داخل ہے اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آپہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدس کیا مبارکباد ہو رہی ہے قادر علی کل شئ نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہونگے جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جن کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے لیکر حاضر ہوئے اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سپید(۱) کی شکل بن کر اپنا پر سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے ملکر عرض کرنے...... اظهر یاسید المرسلین اظهر یا خاتم النبیین اظهر یااکرم الاولین والاخر...... جلوہ فرمائیے اے تمام رسولوں کے سردار جلوہ فرمائیے اے تمام انبیا کے خاتم جلوہ فرمائیے اے سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ...... یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہان کے دولہا برات سج چکی جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔

فظهر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كالبدر المنير۔

پس حضور اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند

ان لفظوں پر قیام ہوا جس میں متوجہ مدینہ طیبہ ہو کر یہ درود عرض کیا

الصلاة والسلام عليك يارسول الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے رسول

الصلاة والسلام عليك يا نبي الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے نبی

الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے پیارے

الصلاة والسلام عليك يا خير خلق الله

درود و سلام حضور پر اے تمام مخلوق الٰہی سے بہتر

الصلاة والسلام عليك يا سراج افق الله

درود و سلام حضور پر اے منتہائے آسمان الٰہی کے آفتاب

---

(۱) سفید پرندہ

الصلاۃ والسلام علیک یاقاسم رزق اللہ
درود و سلام حضور پر اے رزق الٰہی کے تقسیم فرمانے والے
الصلاۃ والسلام علیک یا مبعوث بتیسیر اللہ ورفق اللہ
درود و سلام حضور پر اے وہ کہ اللہ کی آسانی اور نرمی کیساتھ بھیجی گئے
الصلاۃ والسلام علیک یا زنۃ عرش اللہ
درود و سلام حضور پر اے عرش الٰہی کی رونق
الصلاۃ والسلام علیک یاسید المرسلین
درود و سلام حضور پر اے تمام رسولوں کے سردار
الصلاۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین
درود و سلام حضور پر اے تمام انبیا کے خاتم
الصلاۃ والسلام علیک یاشفیع المذنبین
درود و سلام حضور پر اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے
الصلاۃ والسلام علیک یا اکرم الاولین ولاخرین
درود و وسلام اے تمام اگلے پچھلوں سے زیادہ کرم والے
الصلاۃ والسلام علیک یانبی الانبیاء
درود و سلام حضور پر اے سب نبیوں کے نبی
الصلاۃ والسلام علیک یاعظیم الرجاء
درود و سلام حضور پر اے وہ جن سے بہت بڑی امید ہے
الصلاۃ والسلام علیک یا عمیم الجودو العطاء
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کی بخشش و عطا سب پر عام ہے
الصلاۃ والسلام علیک یا محی الذنوب والخطاء
درود و سلام حضور پر اے تمام گناہوں اور خطاؤں کے محو فرمانے والے
الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب رب الارض والسماء
درود و سلام حضور پر اے مالک زمین و آسمان کے پیارے

الصلاۃ والسلام علیک یا مصحح الحسنات
درود و سلام حضور پر اے نیکیوں کے درست فرمانے والے
الصلاۃ والسلام علیک یا مقیل العثرات
درود و سلام حضور پر اے لغزشوں کے معاف فرمانے والے
الصلاۃ والسلام علیک یا نبی الحرمین
درود و سلام حضور پر اے دونوں حرم کے نبی
الصلاۃ والسلام علیک یا امام القبلتین
درود و سلام حضور پر اے دونوں قبلوں کے امام
الصلاۃ والسلام علیک یاسید الکونین
درود و سلام حضور پر اے دونوں جہان کے سردار
الصلاۃ والسلام علیک یاوسیلتنا فی الدارین
درود و سلام حضور پر اے دونوں جہان میں ہمارے وسیلے
الصلاۃ والسلام علیک یاصاحب قاب قوسین
درود و سلام حضور پر اے قاب قوسین والے
الصلاۃ والسلام علیک یامن زینہ اللہ من کل زین
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کو اللہ نے ہر زینت سے آراستہ فرمایا
الصلاۃ والسلام علیک یاجد الحسن والحسین
درود و سلام حضور پر اے حسن و حسین کے جد کریم
الصلاۃ والسلام علیک یامن نزہ اللہ من کل شین
درود و سلام حضور پر اے وہ جن کو اللہ نے ہر عیب سے پاک فرمایا
الصلاۃ والسلام علیک یاسر اللہ المخزون
درود و سلام حضور پر اے اللہ کے محفوظ راز
الصلاۃ والسلام علیک یادر اللہ المکنون

درود و سلام حضور پر اے اللہ کے پوشیدہ ہوتی
الصلاة والسلام عليك يا نور الافئدة والعيون
درود و سلام حضور پر اے دلوں اور آنکھوں کی روشنی
الصلاة والسلام عليك يا سرور القلب المحزون
درود و سلام حضور پر اے دل غمگین کی خوشی
الصلاة والسلام عليك يا عالم ماكان وما يكون
درود و سلام حضور پر اے تمام گزشتہ و آئندہ کے جاننے والے
الصلاة والسلام عليك وعلى الك
درود و سلام حضور پر اور حضور کے آل
وصحبك وابنك وحزبك واولياء
واصحاب اور بیٹے اور گروہ اور امت کے اولیا اور
امتك و علماء ملتك وسائر اهل
دین کے علما اور حضور کے سب نام لیوؤں پر
كلمتك اجمعين دائما ابد
ہمیشہ ہیشگی والوں کی ہیشگی تک اور
الأبدين و سرمداً دهرالداهرين
بے نہایت جاودانیوں کی جاودانی تک
امين والحمدلله رب لعلمين۔
الٰہی ایسا ہی کر اور سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان کا

تمت بالخیر

عظمتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد رضا خان محدّث بریلوی

(۱): اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔ رب عزوجل کہ عالم الغیب الشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو فریق اوّل کو دوم پر تفصیل عطا فرمائی کہ ''لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا'' اور ساتھ ہی فرمایا'' وکلا وعد اللہ الحسنیٰ '' دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا۔ واللہ بما تعملون خبیر۔ اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ خواہ سابقین ہو یا لاحقین اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا ہے فرماتا ہے''ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فیما اشتھت انفسھم خلدون لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔

بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کو ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں پر ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالیں گے بڑی گھبراہٹ۔

فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں اگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا دن وہ جس کا تم سے وعدہ تھا۔ سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش۔ بفرضِ غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ۔ تم زیادہ جانو یا اللہ انتم اعلم ام الله دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے گا اور ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے۔

ولو کرہ المجرمون۔

(۲) [illegible] خطا اجتہادی تھی اور ان پر الزام معصیت عائد کرنا اس ارشاد الٰہی کے صریح خلاف ہے۔

(۳) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل مانے وہ بالا جماع کافر مرتد ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل [illegible] ماننا واجب درکنار کفر خالص ہے اور ملعون افترائی حکایت عجب مضحکہ ہے [illegible] دلیل افضلیت ہو تو حضرت علی نے اتنے گیہوں ہرگز نہیں کھائے جتنے زید و عمرو آج کل کھا رہے ہیں اس بادشاہ ملک ولایت کی اکثر غذا باتباع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، جو تھی اور وہ بھی اکثر ایک وقت اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں اور زید و عمرو رات دن میں دو دو وقت گیہوں کھاتے ہیں تو یہ معاذ اللہ آدم سے بھی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ان فساد خوردن گندم بود۔

(۴) یہ نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام اہلسنت کے عقائد کے خلاف ہے اہلسنت کے نزدیک بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام اولین و آخرین سے افضل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ پھر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆☆☆

والدین پر اولاد کے حقوق

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا

گر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد حق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت پھر خصوص عیال۔ ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و اوکد ہوتا جاتا ہے۔ علمائے کرام نے اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم و عین العلم و مدخل و کیمیائے سعادت و ذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا۔ مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ فضل الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع و جامع واقع ہو کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے۔ اس بارے میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں۔ انہیں بالتفصیل معہ تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادۂ احکام لہٰذا سر دست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں۔ کمال تلخیص و اختصار کے ساتھ شمار کروں۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ سب سے پہلا حق وجودِ اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

۲۔ دین دار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا ماموں کی عادات و افعال کا بھی اثر پڑتا ہے

۳۔ زنگیوں، حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما نہ کر دے۔

۴۔ جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے۔ ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

۵۔ اس وقت شرمگاہِ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے

۶۔ زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

۷۔ مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں۔ جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچے کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

۸۔ جب پیدا ہو۔ فوراً سیدھے (دائیں) کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے کہ خللِ شیطان و ام الصبیان سے بچے۔

۹۔ چھوارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر بچہ کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہو۔

۱۰۔ ساتویں اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے۔ دختر کے لئے ایک بکری پسر کے لئے دو بکرے کہ اس میں بچہ کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

۱۱۔ ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

۱۲۔ سر کے بال اتروائے۔

۱۳۔ بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کر دے۔

۱۴۔ سر پر زعفران لگائے۔

۱۵۔ بچہ کا نام رکھے، یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے۔ ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

۱۶۔ برا نام نہ رکھے کہ فال بد ہے۔

۱۷۔ عبداللہ۔ عبدالرحمٰن۔ احمد۔ حامد۔ وغیرہا عبادت و حمد کے نام یا انبیاء اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر رکھے کہ موجب برکت ہے۔ خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کی دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

۱۸۔ جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

۱۹۔ مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

۲۰۔ مارنے، برا کہنے میں احتیاط رکھے۔

۲۱۔ جو مانگے۔ بروجہ مناسب دے۔

۲۲۔ پیار میں چھوٹے لقب پر بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام پھر مشکل سے چھوٹتا ہے۔

۲۳۔ ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک بچہ کو دودھ پلوائے۔

۲۴۔ رذیل یا بد افعال عورت کے دودھ سے بچہ کو بچائے کیونکہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

۲۵۔ بچہ کا نان نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے۔ جن میں حضانت بھی داخل یعنی دایہ وغیرہ سے پرورش کرانا اور دودھ پلوانا وغیرہ۔

۲۶۔ اپنے حوائج واداے واجبات شریعت سے جو بچے اس میں عزیزوں، قریبوں محتاجوں، غریبوں کو شامل کرے۔ سب سے پہلے حق عیال واطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے

۲۷۔ بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے۔

۲۸۔ اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے۔ بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے۔ جس اچھی چیز کو اُن کا جی چاہے انہیں دے انکی طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے

۲۹۔ خدا تعالیٰ کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے۔ بدن سے لپٹائے۔ کندھے پر چڑھائے۔ ان کے ہنسنے، کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے۔

۳۰۔ ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت، محافظت ہر وقت حتی کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

۳۱۔ نیا میوہ۔ نیا پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں۔ نئے کو نیا مناسب ہے۔

۳۲۔ کبھی کبھی حسب مقدار انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہو دیتا رہے

۳۳۔ بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کے پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

۳۴۔ اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر یکساں دے۔ ایک دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

۳۵۔ سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے۔

۳۶۔ بیمار ہوں تو علاج کرے۔

۳۷۔ حتی الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے۔

۳۸۔ زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر لا الہ الا اللہ۔ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

۳۹۔ جب تمیز آئے تو ادب سکھائے۔ کھانے پینے۔ ہنسنے بولنے۔ اٹھنے بیٹھنے۔ چلنے پھرنے۔ حیالحاظ۔ بزرگوں کی تعظیم۔ ماں باپ، استاد۔

۴۰۔ دختر کو شوہر کی اطاعت کے طریقے اور آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔

۴۱۔ استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

۴۲۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

۴۳۔ عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوحِ سادہ فطرتِ اسلامی قبول حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

۴۴۔ حضور اقدس رحمت عالم ﷺ کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

۴۵۔ حضور پرنور ﷺ کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت کی تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعثِ بقائے ایمان ہے۔

۴۶۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

۴۷۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، وسلامتِ صدر ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل، حرص وطمع، حب دنیا،

حبِ جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

۴۹۔ موقع پر چشم نمائی۔ تنبیہ۔ تہدید کرے۔ مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا۔ بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

۵۰۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔

۵۱۔ اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اسکے پیشِ نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے

۵۲۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے۔

۵۳۔ مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔

۵۴۔ نہ ہرگز ہرگز بہار دانش مینا بازار۔ مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زنان کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر بچوں کو خرافاتِ شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

۵۵۔ جب بچہ دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

۵۶۔ اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ لائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

۵۷۔ جب جوان ہو شادی کرے۔ شادی میں وہی رعایتِ قوم و دین و سیرت و صورت ملحوظ رکھے۔

۵۸۔ اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانیوں کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے حقوق میں نہ پڑے۔

۵۹۔ اسے میراث سے محروم نہ کرے۔ جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائیداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

۶۰۔ اپنے بعدِ مرگ بھی ان کی فکر رکھے۔ یعنی کم از کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے۔ ثلث سے زیادہ خواب نہ کرے۔ مذکورہ بالا ساٹھ حقوق تو پسر و دختر سب کے لئے ہیں۔ بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک ہیں۔ اور خاص پسر کے حقوق سے۔

۶۱۔ لکھنا سکھائے۔

۶۲۔ پیرنا سکھائے۔

۶۳۔ سپہ گری سکھائے۔

۶۴۔ سورۂ مائدہ کی تعلیم دے۔

۶۵۔ اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔اور خاص دختر کے حقوق سے یہ ہے کہ۔

۶۶۔ دختر کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے۔ بلکہ نعمتِ الٰہیہ جانے۔

۶۷۔ سینا، پرونا، کاتنا، کھانا، پکانا سکھائے۔

۶۸۔ سورۂ نور کی تعلیم دے۔

۶۹۔ لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے۔

۷۰۔ بیٹیوں سے زیادہ دلجوئی اور خاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

۷۱۔ دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کے تول برابر رکھے۔

۷۲۔ جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔

۷۳۔ نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے، نہ بھائی وغیرہ کے پاس سونے دے۔اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔

۷۴۔ شادی برات میں جہاں گانا، ناچ ہو، ہرگز ہرگز نہ جانے دے، اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو۔ کیونکہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بھی بہت ہے۔

۷۵۔ دختروں کو بیگانوں کے گھروں میں جانے کی مطلقاً بندش کرے۔
بلکہ اپنے گھر کو ان پر زندان کر دے۔

۷۶۔ بالاخانوں پر نہ رہنے دے۔

۷۷۔ اپنے گھر میں انہیں لباس و زیور سے آراستہ نہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔

۷۸۔ جب کفو ملے تو نکاح میں دیر نہ کرے۔

۷۹۔ حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔

۸۰۔ زنہار کسی فاق، فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

مذکورہ بالا امتی حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے۔ ان میں اکثر تو مستحبات سے ہیں۔ جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں اور بعض پر آخرت میں مطالبہ ہو۔ مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت و جبر نہیں۔ نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال و نزاع کرے۔ سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبرِ حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے۔

۱۔ نفقہ۔ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا۔ نہ مانے تو قید کیا جائے گا۔ حلانکہ فروع کے اور کسی دین میں اصول یعنی والدین محبوس نہیں ہوتے

فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنِ الذَّخِیْرَۃِ لَا یُحْبَسُ وَالِدٌ وَّاِنْ عَلَا فِیْ دَیْنِ وَلَدِہٖ وَاِنْ سَفَلَ اِلَّا فِی النَّفَقَۃِ لِاَنَّ فِیْہِ اِتْلَافَ الصَّغِیْرِ

۲۔ رضاعت:۔ کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا۔ بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب ہے۔ اگر تنخواہ نہ دے تو جبراً لی جائے گی۔ جب بچہ کا اپنا مال نہ ہو۔ یونہیں ماں بعد طلاق و مرد عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔

کَمَا فِی الْفَتْحِ وَرَدِّ الْمُحْتَارِ وَغَیْرِہِمَا

۳۔ حضانت کہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں، نانی، دادی، بہن، خالہ، پھوپھی کے پاس رکھے جائیں گے۔ اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے۔

کَمَا اَوْضَحَہٗ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ

۴۔ بعد انتہائے حضانت:۔ بچہ کو اپنے حفظ و صیانت میں پناہ لینا باپ پر واجب

ہے اگر باپ بیٹے کو اپنی حفاظت میں نہ لے گا تو حاکم جبر کرے گا۔

كَمَا فِيْ رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنْ شَرْحِ الْمَجْمَع

۵۔ **ان کے لئے ترکہ باقی رکھنا:۔** کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالتِ مرض الموت مورث اس پر مجبور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں

۶۔ **شادی و نکاح:۔** اپنے نابالغ بچے پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن، فاحش کے ساتھ بیاہ دینا، مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے، پانسو پر نکاح دینا یا بہو کا مہر مثل پانسو ہے۔ ہزار باندھ لینا۔ یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح موجب عار ہو۔ ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے۔ جبکہ نشہ میں نہ ہو۔ مگر دوبارہ اپنی کسی نابالغ کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا۔ كَمَا قَدَّمْنَا فِي النِّكَاح

۷۔ **ختنہ:۔** ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطان انہیں مجبور کرے گا۔ نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا۔

كَمَا فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

☆☆☆☆☆

ماخذ :۔ مشعلۃ الارشاد اِلٰی حقوقِ الاولاد ۱۳۱۰ھ

بارہ امام کی تحقیق

امام احمد رضا خان محدث بریلوی

امور غیب میں اللہ وجل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بات بیان فرمائیں اتنی یقیناً حق ہے اور جس قدر ذکر نہ فرمائیں اس کی طرف یقین کی راہ نہیں کہ غیب بے خدا اور رسول کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتا لہٰذا اس حدیث کے معنی میں زمانہ تابعین سے اشتباہ رہا، مہلب نے فرمایا۔ بمعنی میں سے کوئی ایسا نہ پایا کہ اس حدیث کی کوئی مراد قطعی بتاتا، امام قاضی عیاض مالکی نے شرح صحیح مسلم میں بہت احتمالات بتا کر فرمایا اس کے سوا حدیث میں اور احتمال بھی نکل سکتے ہیں اور اللہ اپنے نبی کی مراد خوب جانے جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم امام ابن الجوزی کشف المشکل میں لکھتے ہیں نے مدتوں اس حدیث کے معنی کی تفتیش کی اور جہاں جہاں گمان تھا وہ کتابیں دیکھیں اپنے زمانہ کے ائمہ سے سوال کیے مگر مراد متعین نہ ہوئی اور کیوں کر کہ جس غیب کی اللہ اور رسول تفصیل نہ فرمائیں اس کی تفصیل قطعاً کیوں کر معلوم ہو ہاں لوگ لگتے لگاتے ہیں جن میں سے کسی پر یقین نہیں البتہ یہ معیار صحیح ہے کہ حدیث میں جو جو نشان ان بارہ خلفاء کے ارشاد ہوئے جس معنی میں وہ نہ پائے جائیں باطل ہیں اور جس میں پائے جائیں وہ احتمالی طور پر مسلم ہوگا نہ کہ یقینی، احادیث باب میں انکے نشان یہ ہیں (۱) **کلھم من قریش** سب قریشی ہوں گے رواہ الشیخان (۲) وہ سب بادشاہ و الیان ملک ہوں گے صحیح مسلم میں ہے۔ (۳) ان کے زمانے میں اسلام قوی ہوگا۔ صحیح مسلم میں ہے لا یزال الا سلام عزیز الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش o

(۴)ان کا زمانہ زمانہ صلاح ہوگا بزار وطبرانی وابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی لایزال امر امتی صالحا (۵)ان پر اجماع امت ہوگا یعنی اہل حل وعقد انہیں والی ملک وخلیفہ صدق مانیں گے۔ سنن ابی داؤد میں ہے لا یزال ھذالدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ (۶۔۷)وہ سب ہدایت ودین حق پر عمل کریں گے ان میں سے دو اہل بیت رسالت سے ہوں گے۔ استاذی امام بخاری ومسلم مدد کی مسند کبیر میں ابوالجلد سے ہے انہ لا تھلک ھذہ الامتہ حتی یکون منھما اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدی ودین الحق منھم وجلان من اھل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لگتے لگانے والوں میں جس نے سب طرق حدیث نہ دیکھے۔ ایک آدھے طرق کو دیکھ کر کوئی اجتماع نکال دیا۔ جیسے ابوالحسین بن مناوی نے یہ معنی لئے کہ ایک وقت میں ۱۲ خلیفہ ہوں گے یعنی اس قدر اختلاف یہ فقط اس لفظ مجمل بکاری پر بن سکتا تھا اور الفاظ دیکھئے تو کہاں اس درجہ افتراق اور کہاں اجتماع اور ایسی حالت میں اسلام کے قوی و غائب وقائم اور امرامت کے صالح ہونے کے کیا معنی؟ اسی قبیل سے علی قاری کا یہ زعم باتباع ابن حجر شافعی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آخر ولاۃ نبی امیہ تک ۱۲ ہوئے اور اس میں یزید پلید علیہ ما علیہ کو بھی گنا دیا۔ حالانکہ اس خبیث کے زمانہ کو قوت دین وصلاح سے کیا تعلق یہ احادیث دیکھ کر اس قول کی گنجائش نہ ہوئی۔ مگر صرف ۱۲ سلطنتیں نگاہ میں تھیں اور حق یہ کہ اس خبیث پر اجماع اہل حل وعقد کب ہوا ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین اس کے دست ناپاک پر بیعت نہ کرنے ہی کے باعث شہید ہوئے۔ اہل مدینہ نے اس پر خروج کیا عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہ کیا جب تک یہ خوف نہ ہوا کہ آسمان سے پتھر آئیں ایسا شخص کہ بہن بیٹی کی آبروریزی کرے اور شراب پیئے اور تارک الصلوٰۃ ہو۔ غرض جمیع طرق حدیث سے یہ قول باطل ہے حدیث میں کہیں نہیں کہ وہ سب بلافصل یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ ان میں سے آٹھ گزر گئے۔

امیر المومنین صدیق اکبر رحمتہ اللہ علیہ، امیر المومنین فاروق اعظم، امیر المومنین عثمان غنی
امیر المومنین علی مرتضیٰ حسن مجتبیٰ، حضرت امیر معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز اور
ایک یقیناً آنے والے ہیں حضرت امام مہدی اجمعین، باقی تین کی تعین اللہ اور رسول کے علم میں
ہے۔ عجب عجب ہزار عجب کہ ان میں عبداللہ بن زبیر کہ صحابی ابن صحابی ہیں امام عادل ہیں۔
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے ہیں، حضرت صدیق اکبر کے نواسہ ہیں احد العشرۃ المبشرہ کے
صاحبزادے ہیں شمار نہ کئے جائیں اور وہ خبیث ناپاک معدود ہو جسے امیر المومنین کہنے پر
امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو بیس تازیانے لگائے۔ نسال العفو والعافیۃ۔
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی درکنار خود امام مجتبیٰ کو نہ گنا کہ ان کی خلافت کا زمانہ قلیل تھا اور
ولید کو گنا جس نے قرآن عظیم کو دیوار میں لٹکا کر تیروں سے چھیدا۔
ایسے بے سروپا بمعنی اقوال کی سند نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک متاخر عالم کی خطائے رائے ہے عصمت
انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں۔
نسال العفو و العافیہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆☆☆☆

وجود آسمان

امام احمد رضا خان محدث بریلوی

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجود آسمان سے مالا مال ہیں۔ قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں جن میں آسمان کا ابتداء میں دھواں ہونا بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا، پھیلانا، سات پرت بنانا، اس کا چھت ہونا، اس کا نہایت مضبوط مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا اور روز قیامت اس کا شق ہونا، اٹھا کر زمین کے ساتھ اک بار ٹکرا دینا پھر اس کا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے یہی آسمان ہے تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا بھی رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرۂ بخار ہے ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے کہ

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر" (الملک : ۱۴)

"کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار بنانے والا"

جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اندھے جو عقلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں۔ اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بائیل جواب نصاریٰ کے پاس ہے اس کی پہلی

کتاب کا پہلا باب آسمان وزمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے رہی دلیل عقلی۔ ذرا انصاف درکار، اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے یا جو کہے یہ معدوم محض یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے یہ نری دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اس کا عدم ثابت کرے۔ یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے۔ اور نگاہ کی غلطی نہیں غرض محسوسات سے بھی ارمان اٹھ کر دین ودنیا کچھ قائم نہ رہیں گے عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔

ولا حوله ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ علم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۱۶)



زمین متحرک نہیں

امام احمد رضا خان محدث بریلوی

دلائل قدیمہ

یہاں تک ہم نے زیادہ توجہ گردشِ دورہ زمین کے ابطال پر رکھی۔ فصل اوّل میں رد
[illegible]زل عام کے سوا باقی گیارہ اور فصل سوم میں میں سات اخیر کے سوا باقی بیس سب اسی کے ابطال
[illegible]ں ہیں۔ اگلوں نے ساری ہمت گرد محور حرکت زمین کے ابطال پر صرف کی ہم ان میں سب وہ
[illegible]تخاب کریں جن سے اگرچہ جواب دیا گیا بلکہ بہت کو خود متدلین نے رد کر دیا لیکن ہم ان کی تشہید
تائید کریں گے اور خود ہیأت جدیدہ کے اقراروں سے ان کا تام وکامل ہونا ثابت کر دیں
گے۔ پھر زیادات میں وہ جن کی اور طرح توجیہ کر کے تصیح کریں گے پھر تذنیل میں اگلوں سے وہ
[illegible]لائل جن پر اگرچہ انہوں نے اعتماد کیا مگر ہمارے نزدیک باطل وناتمام ہیں وباللہ التوفیق۔

(دلیل ۹۰) بھاری پتھر اوپر پھینکیں سیدھا وہیں گرتا ہے۔ اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو
مغرب میں گرتا ہے۔ اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو مغرب گرتا کہ جتنی دیر وہ اوپر گیا اور آیا اس
[illegible]یں زمین کی وہ جگہ جہاں سے پتھر پھینکا تھا حرکت زمین کے سبب کنارہ مشرق کو ہٹا گئی۔ اقوال
[illegible]زمین کی محوری چال ہر سیکنڈ ۵۰۶ء۴ گز ہے اگر پتھر کے جانے آنے میں ۵ سیکنڈ صرف ہوں تو وہ جگہ
۲۵۳[illegible] گز سرک گئی پتھر تقریباً ڈیڑھ میل مغرب کو گرنا چاہئے حالانکہ وہیں آتا ہے۔

(دلیل ۹۱) دو پتھر ایک قوت سے مشرق ومغرب کو پھینکیں تو چاہئے کہ مغربی پتھر بہت تیز جاتا
معلوم ہو اور مشرقی سست۔ نہیں نہیں بلکہ مشرقی ہی الٹا مغرب ہی میں گرے اقول یا پھینکنے والے

کے ماتھے پر گرے۔ مثلاً وہ پتھر اتنی قوت سے پھینکتے تھے کہ دونوں طرف تین سیکنڈ میں ۱۹ گز مغرب
کو ہٹتا ہے اتنی دیر موضوع رمی جب تک ۱۹ گز مغرب کو ہٹا کہ اتنی دیر موضع رمی ۱۵۱۹ گز مشرق
ہٹ گیا تو یہ پتھر موضع رمی سے ۱۵۳۸ گز کے فاصلے پر گرے گا اور سنگ مشرقی وہاں سے انگل پر
سرکنے پائے گا کہ موضع رمی مین کی حرکت سے اسے جا لے گا۔ اب اگر پھینکنے والے نے اپ
محاذات سے بچا کر پھینکا تھا تو یہ پتھر تین سیکنڈ میں ۱۹ گز مشرق کو چل کر گر جائے گا اور اتنی دیر میں
موضع رمی ۱۵۱۶ گز تک پہنچے گا تو یہ موضع رمی سے ۱۵۰۰ گز مغرب میں گرے گا اور اگر محاذات
پھینکا تھا تو معاً زمین کی حرکت سے پھینکنے والا پتھر پتھر سے ٹکرائے گا اور پتھر اس کے لگ کر وہیں
وہیں گر جائے گا لیکن ان میں سے کچھ نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ حرکت زمین باطل ہے۔

ثم اقول بلکہ اولیٰ یہ کہ یہ دلیل بایں تفصیل قائم کریں جس سے دو دلیل ہونے کی جگہ تین
دلیلیں ہونے کی جگہ تین دلیل ہو جائیں کہ جہاں شقوق واقع ایک ہی ہو سکے۔ وہ ایک ہی دلیل ہے
کی اگر چہ شقیں سو ہوں اور جہاں ہر شق جدا دلیل ہے۔ درخت کی ایک شاخ سے دو پرند مساوی
پرواز کے مساوی مدت تک مثلاً ایک گھنٹہ اڑے ایک مغربی دوڑا مشرق کو اگر ان کی پرواز رفتار
زمین کے مساوی ہے گھنٹے میں ایک ہزار چھتیس میل مغربی اس شاخ سے دو ہزار بہتر میل پر پہنچا کہ
جتنا وہ مغرب کو چلا اسی قدر یہ شاخ زمین کے ساتھ مشرق کو گئی اور مشرقی بال بھر بھی شاخ سے
جدا نہ ہو کہ جتنا اڑتا ہے زمین بھی اتنی ہی رفتار سے شاخ کو اس کے اتھ ساتھ لا رہی ہے حالانکہ ہم
دیکھتے ہیں کہ مساوی پرواز والے مساوی فصل پاتے ہیں۔

(دلیل ۹۲) اگر ان کی پرواز رفتار زمین سے زائد ہے مثلاً گھنٹے میں ۱۰۳۷ میل تو غربی ۲۰۷۳
میل مغرب میں پہنچے گا اور اس کی مساوی پرواز والا مشرقی ۱۰۳۷ میل اڑ کر صرف ایک ہی میل
مشرق کو طے کر سکے گا یہ بھی بداہتہ باطل وخلاف مشاہدہ ہے۔

(دلیل ۹۳) اگر انکی پرواز رفتار زمین سے کم ہے۔ مثلاً گھنٹے میں ۱۰۲۵ میل تو غربی تو ۲۰۷۱
میل پر ہو جائے گا اور اس کا ہم پرواز مشرقی جس نے گھنٹہ بھر محنت کر کے ۱۰۳۵ میل مشرق کو طے

ے۔نتیجہ یہ پائے گا کہ الٹا اس شاخ سے ایک میل مغرب میں گرے گا۔اڑا تو مشرق کو اور پہنچا
مغرب میں۔یہ سب سے بڑھ کر باطل اور خلاف مشاہدہ ہے۔

(دلیل ۹۴) جتنی مسافت قطع کریں اس سے صدہا گنا فاصلہ ہو جائے (خضری)

ں ہر عاقل جانتا ہے کہ مثلاً طائر جس مقام سے جتنا اڑے وہاں سے اسے اتنا ہی فاصلہ ہوگا لیکن ہاں اڑے صرف ایک میل اور فاصلہ ہزار میل سے زائد ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ ں اگر طائروں کی پرواز گھنٹے میں ایک میل ہے تو شرقی ۱۰۳۵ میل مغرب میں پڑے گا غربی ۱۰۳۷ میل۔

(دلیل ۹۵) موضع انفصال اس شاخ سے مثلاً شاخ مذکور سے دونوں کے فاصلے کا مجموعہ اتنی ہیں حرکت زمین کا دوچند یا زائد یا کچھ خفیف کم ہو (خضری)

اقول اول اس حالت میں ہے کہ دونوں پرندوں کی پرواز باہم متساوی ہو اور دوم جب کہ غربی پرواز شرقی سے زائد ہو اور سوم جب کہ عکس ہو اور خفیف اس لئے کہ تیر اب دونوں طائروں کی واز ایک ایک میل لو تو ۱۰۳۵ و ۱۰۳۷ میل پر گریں گے جبکہ ابھی گزرا مجموعہ ۲۰۷۲ کہ گھنٹے میں رفتا ین کا دوچند ہے اور غربی ایک ساعت میں دو میل تو وہ ۱۰۳۴ میل پر ہوگا۔اور یہ ۱۰۳۷ پر مجموعہ ۲۰ میل کہ ضعف سیر زمین سے ایک ہی میل کم ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان پروازوں پر مجموعی صلہ ہرگز دو تین میل سے زائد نہیں ہوتا تو ضرور حرکت زمین باطل۔

(دلیل ۹۶) (ا) جو پرندے ہم سے جنوب یا شمال کی طرف ہوا میں ہو تیر سے شکار نہ سکے (مفتاح) اقول جنوب و شمال کی تخصیص بے کار ہے بلکہ مشرق پر اعتراض اظہر ہے اور اصلے میں یہ زائد کرنا چاہئے کہ یا دہ پرند کہ ہم سے دس گز کے فاصلے پر تھا۔صدہا گز کے فاصلے پر ہے۔بیان اس کا یہ ہے کہ تیر و کمان اٹھانا تیر جوڑنا کمان کھینچنا تیر چھوڑنا اگر دو ہی سیکنڈ میں جائے اور آدمی پرند کو اپنے سے دس گز کے فاصلے پر دیکھ کر یہ افعال کرے تو خود حرکت زمین کے ب اتنی دیر میں وہاں سے ایک ہزار تیرہ گز کے فاصلے پر ہو جائے گا اب اگر اسی محاذات پر تیر چھوڑا

جیسا کہ یہی ہوتا ہے تو تیر سیدھا شمال کو گیا اور جانور شمالی غربی ہے یا سیدھا جنوب کو اور جانور ج
غربی یا مشرق کو اور جانور مغرب میں ہو گیا۔ ان تینوں صورتوں میں تیر جانور کی سمت ہی پر نہ گیا
مشرق میں سب سے بڑھ کر حماقت اور مغرب میں اگر سمت وہی رہی جانور ۱۰۲۳ گز کے فاصلے
ہو گیا یوں ہی اور اگر ان تینوں جہات میں تیر چھوڑتے وقت محاذات بدل لی تو اگر جانور مشرق
تھا اب ہزار گز سے زیادہ مغرب ہو گیا وار اگر جنوب یا شمال میں تھا تو ایک ہزار تیرہ گز سے
فصل پر جنوب یا شمال میں تھا تو ایک ہزار گز سے زیادہ مغرب ہو گیا اور اگر جنوب یا شمال میں
ایک ہزار تیرہ گز سے کچھ کم فاصلے پر ہوگا کہ ۱۰۲۵۸۶۳،۸۴ کا جذر ہے۔ بہر حال اب تیر اس
کہاں پہنچتا ہے اور اگر فرض کر لیجئے کہ دس گز کے فصل پر آنے سے پہلے یہ سب کام ہوئے تھے
پہلے سے کسی اور وجہ سے تیر کمان میں جوڑا ہوا اور کمان کھینچی ہوئی تھی کہ اس جانور کے لئے ہزا
فاصلے سے ایسا کرنا۔ نہیں خیر کسی طرح یہ سب کام تیار تھا کہ یہ عین اس وقت چھوٹا کہ جانور د
کے فاصلے پر محاذات میں تھا تو تیر تو ضرور اس کے لگ جائے گا کہ جانور کی طرح تیر بھی چھوٹ
... ت زمین کا تابع نہ رہا مگر تیر اس تک اگر دو ہی سیکنڈ میں پہنچے تو ہم اتنی دیر میں ایک ہزار
گز مشرق کو چلے جائیں گے اور وہی فاصلے جو صورت دوم میں تیر کو جانور سے تھے ہم کو اس
ہو جائیں گے۔ تو اب ہمیں ہزار گز سے زائد پلٹنا چاہئے کہ گرے ہوئے جانور کو پائیں یہ
صورتیں لاکھوں بار کے مشاہدہ سے باطل ہیں۔ لہٰذا حرکت زمین باطل۔

(دلیل ۹۷) جو جسم ہوا میں ساکن ہو ہمیں بہت تیزی سے مغرب کی طرف اڑتا نظر
ہے (مفتاح) اقوال طبیعات جدیدہ میں قرار پا چکا ہے کہ ہوا اوپر اٹھنے کی مقاومت کرتی ہے۔
اپنے بازو مار کر اس مقاومت کو دفع کرتے ہیں۔ یہ زور اگر اس کے وزن اجسام سے زائد ہے ا
بلند ہوں گے کم ہے نیچے اتریں گے برابر ہے ساکن رہیں گے اور اس کی مثال چنڈول سے دی
ہے کہ بارہا پر کھول کر ہوا میں ساکن محض رہتا ہے۔ اس صورت میں سیدھا جلد گھونسلے میں
ہے۔ فرض کیجئے کہ وہ چھ سیکنڈ ٹھہرا اور ہے نیچا اور ہوا بالکل ساکن تو اتنی دیر میں ہم تین ہزار گز

زیادہ مشرق کو چلے جائیں گے اور وہی تمہارا کہنا کہ ہم اپنی حرکت سے آگاہ نہیں۔ لہٰذا اسے جانیں گے کہ تین ہزار گز مغرب کو اڑ گیا جیسے تیز چلتی ریل میں بیٹھنے والا درختوں کو اپنے خلاف جہت چلتا دیکھتا ہے لیکن یہ باطل ہے ہم یقیناً ساکن کو ساکن ہی دیکھتے ہیں تو حرکت زمین باطل۔

(دلیل ۹۸) پرندکہ اپنے آشیانے سے گز بھر فاصلے پر جانب غرب کسی ستون پر بیٹھا ہے قیامت تک اڑ کر آشیانے کے پاس نہ آسکے کہ وہ ہر سیکنڈ میں ۵۰۶ گز مشرق کو جا رہا ہے پرند زمین کی نا آچھوڑ کر اتنی اڑان کہاں سے لائے گا۔

یہ سات دلائل کتب میں ابطال حرکت وضعیہ زمین پر ہیں۔ اسی قبیل ابطال حرکت ایدیہ پر بھی ہوسکتی ہے مثلاً اگر زمین گردش گھومتی ہو۔ فرض کیجئے کہ الف اوج ہے اور ب حضیض اور ہ شمس اور ج ء زمین مثلاً زمین کی طرف ہندوستان ہے۔

اور ء کی طرف امریکہ اب اگر زمین اوج کی طرف جا رہی ہے تو ہندوستان والے یا حضیض کی طرف آ رہی ہے تو امریکہ والے کیسی ہی قوی توپ کو سیدھا جانب آسمان کر کے گولا چھوڑیں توپ کے منہ سے بال برابر نہ بڑھ سکے کہ گولا جس سمت جاتا اسی کی طرف اس کے پیچھے زمین آ رہی ہے اور کیسی آ رہی ہے ہر سیکنڈ میں ۱۹ میل اڑتی ہوئی تو گولا کیوں کر اس سے آگے نکل سکتا ہے۔

(دلیل ۹۹) اقول زمین اگر اوج کو جا رہی ہے تو امریکہ والے یا حضیض کو آ رہی ہے تو ہندوستان والے اپنے سر کی طرف ایک پتھر ۱۶ فٹ تک پھینکیں تو وہ قیامت تک زمین پر نہ اترے کہ زمین کے خلاف جہت پھینکا ہے۔ جذب زمین ۱۶ فٹ سے ایک سیکنڈ میں اسے زمین تک لاتا لیکن زمین اتنی دیر میں ۱۹ میل ہٹ جائے گی اور اب ایک سیکنڈ میں ۱۶ فٹ سے بھی کم کھینچ سکے گی کہ زیادت بعد موجب قلت جذب ہے اور اس کی اپنی چال وہی ۱۹ میل رہے گی تو پھر کبھی زمین پر نہیں آ سکتا ان گیارہ دلائل سے کہ سات اگلوں کی رہیں اور اسی سوال پر چار ہم نے بڑھائے ہیأت جدیدہ کی طرف سے دو جواب ہوئے۔

جواب اول : ہوا اور دریا زمین کے ساتھ ساتھ اور جو کچھ انمیں ہوں ان کی

طبیعت سے سب ایسے ہی متحرک ہیں۔لہٰذا پتھر کو اوپر پھینکا جائے تو موضع رمی کی محاذات نہیں چھوڑتا۔ دو پرند کہ مشرق و مغرب کو اڑیں شاخ سے صرف اپنی حرکت ذاتیہ سے جدا ہوں گے زمین کی حرکت ان میں فرق نہ ڈالے گی کہ ہوا ان کو زمین کے ساتھ ساتھ لا رہی ہے تو نہ مشرقی ساکن ہے گا نہ مغربی زیادہ اڑے گا۔ نہ مشرقی مغرب کو گرے گا نہ پرواز سے زائد فاصلہ ہو گا نہ فاصلوں کا مجموعہ انکی ذاتی حرکتوں سے زیادہ ہو گا۔ اقول اور مغربی کا اپنی چال سے مشرق کو جانا کچھ بعید نہیں۔ اول حرکت قسریہ ہے اور دوسری عرضیہ۔ جیسے کشتی مشرق کو جاتی ہو اور اس میں کسی ڈھال سے مغرب کی طرف ہو پانی ڈالو اپنی چال سے مغرب کو جائے گا اور شک نہیں کہ اسی حالت میں کشتی اسے شرق کی طرف لئے جاتی ہو گی۔ مثلاً فرض کرو کنارے پر کسی درخت کے محاذ پر پانی بہایا کہ گز بھر مغرب کو بہا اور اتنی دیر میں کشتی چار گز مشرق کو بڑھی تو پانی محاذات شجر سے تین گز دور ہو گا اور کشتی ساکن رہتی یہ پیڑ سے گز بھر مغرب کو ہو جاتا یہ ساکن رہتا اور کشتی چلتی تو چار گز مشرق کو ہوتا مگر گز بھر مغرب کو ہٹا اور کشتی چار گز مشرق کو۔ لہٰذا یہ تین ہی گز مشرق کو ہوا یوں ہیں پرند کو ہوا زمین کے ساتھ چلا رہی ہے تو پہلی محاذات اور اس دس گز کے فاصلے پر رہے گا اگر خود کسی کی طرف حرکت نہ کرے ہوا بس ساکن ہے۔ یوں ساکن ہے کہ اپنی ذاتی حرکت نہیں رکھتا۔ ہوا کے ساتھ حرکت عرضیہ سے زمین کے برابر جا رہا ہے۔ جیسے جالس فیہ ساکن ہے اور کشتی کے ساتھ متحرک۔ پرند سے کشتیاں نہ کسی ہاتھ بھر کے فاصلے پر ہو گا کہ اسے درخت ورا سے ہوا زمین کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔

زمین گولے کو نہ پکڑے گی کہ جس ہوا میں گولا ہے وہ اسے بھی زمین کے آگے آگے اسی ایک سیکنڈ میں ۱۹ میل کی چال سے لئے جاتی ہے تو اس میں زمین کے مساوی ہوا اور قوت دفع سے جتنا دور جانا تھا گیا۔ پتھر سے زمین اپنی چال سے دور نہ ہو گی کہ اسی چال سے اسی طرف اسے ہوا لئے جاتی ہے تو ۱۶ ہی فٹ کے فاصلے پر رہے گا اور جذب زمیں سے ایک سیکنڈ زمین سے ملے گا۔ اس کا دفع پانچ وجہ سے لیا گیا۔ جن میں سے ہمارے نزدیک وہ صحیح ہیں۔

مبناء بیان تین باتیں خیال کی گئی (i) آب وہوا کا باتباع زمین حرکت عرضیہ کرنا (ii) ہوا اور آب میں جو کچھ ہو اس کا ان کی طبیعت سے متحرک بالعرض ہونا (iii) ان حرکات کا زمین کی حرکت ذاتیہ کے مساوی رہنا جس کے سبب اشیاء میں فاصلہ و مقابلہ بحال رہے۔ ظاہر ہے کہ جواز جتنی باتوں پر مبنی ہو ان میں سے ہر ایک کا بطلان اس کے بطلان کو بس ہے نہ کہ جب سب باطل ہوں لہٰذا ان تینوں مبنے کے لحاظ سے اس پر رد کیے گئے۔ دفع اول کہ دفع اول ہے۔ آب وہوا زمین کو حاوی ہیں اور خود بارہا مستقل حرکت مختلف جہات کو کرتے ہیں تو ملازم ارض نہیں اور جو حاوی ملازم محوی نہ ہو اس کی حرکت سے اس کی حرکت سے خلل۔ مدار کار اس تعلق پر ہے جس کے سبب ایک کی حرکت دوسری کی طرف منسوب ہو۔ کپڑے انسان کو حاوی نہیں اور ہوا سے دامن ہلتے ہیں یہ انکی مستقل حرکت ہے بعینہ بلاشبہ وہ انسان کی حرکت سے متحرک بالعرض ہے اور ہم مستدل ہیں ہمیں عدم لزوم کافی نہیں لزوم عدم چاہئے۔ مخالف کو جواز بس ہے۔ مگر یہ کہیں کہ حقیقتاً مخالف مدعی حرکت ارض ہے اور ہم مانع اور یہ کہ صورت دلائل میں پیش کیا۔ منع کی سند میں۔ اقول اس میں نظر ہے یہ ملازمتیں کہ زمین متحرک ہوتی تو یہ امور واقع ہوتے ان میں ضرور ہم مدعی ہیں یہ کیا کہنے کی بات ہوسکتی ہے کہ زمین متحرک ہوتی تو ممکن تھا کہ پتھر مغرب کو گرتا۔ ہاں ممکن تھا پھر کیا ہوا۔ اور اگر اس سے قطع نظر بھی ہو تو حاوی وغیرہ ملازم کی قیدیں اب بھی بے وجہ ہے۔ اگر محوی مطلقاً اور حاوی ملازم کو حرکت رفیق سے متحرک بالعرض لازم ہوتا تو ان قیود کی حاجت ہوتی مگر ہرگز انہیں بھی لازم نہیں۔ وہ چکر ایک دوسرے کے اندر ہوں اگر ان میں ایسا تعلق نہیں کہ ایک کی حرکت دوسرے کو دفع کرے تو جسے گھمایئے صرف وہی گھومے گا اگرچہ ان میں کوئی دوسری حرکت مستقلہ نہ رکھتا ہو وہ لاب یا چرخی کی حرکت سے ان کے اندر کا لوہا یا لکڑی جس پر وہ گھومتے ہیں نہیں گھومتے شاید غیر ملازم کی قید اس لحاظ سے ہو کہ جب ملازم ہو آپ ہی اس کی حرکت سے متحرک ہو گا۔ اقول ملازمت جسم للجسم ملازمت وضع للوضع کو مستلزم نہیں اور غالباً حاوی کی قید فلکیات میں مزعوم فلاسفہ یونان کے تحفظ کو ہو کہ کب تدویر کا تابع ہے۔ تدویر حامل کی حامل ممثل کا مماثل فلک

الافلاک کا ہر ایک دوسرے کی حرکت سے متحرک بالعرض ہے اور خود اپنی حرکت ذاتیہ جدا رکھتا ہے۔ اولی ہمارے نزدیک تو افلاک متحرک ہی نہیں جیسا کہ بعونہ تعالیٰ خاتمہ میں مذکور ہوگا نہ بر خلاف خود اصول فلسفہ مثل، بیساطت فلک، تداویر و حوال جاننے کی حاجت اور ہو تو عند التحقیق یہ حرکتیں ہرگز عرضیہ نہیں حرکت عرضیہ میں متحرک بالعرض خود ساکن ہوتا ہو دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ جیسے جالس سفینہ بلکہ بند گاڑی میں بھرا غلہ اور یہاں یہ افلاک واجزاء خود اسی حرکت یومیہ سے متحرک ہیں اگر چہ ان کے تحرک کا باعث فلک الافلاک کا تحرک ہو۔ فلک البروج اگر منتقل نہ ہوں تو کواکب دور جات بروج کا طلوع وغروب کیوں کر ہوتا تو یقیناً انتقال ان کے ساتھ بھی قائم ہے۔ اگر چہ اس کے حصول میں دوسرا واسطہ ہوتا تو یہ حرکت ذاتیہ بذریعہ واسطہ ہوئی۔ جیسے ہاتھ کی جنبش سے کنجی کی گردش نہ کہ عرضیہ جس میں انتقال اس کے ساتھ قائم ہی نہیں دوسرے کے علاقہ سے اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

وثانیاً اقول وباللہ التوفیق ہماری رائے میں حق یہ ہے کہ حرکت وضعیہ میں عرضیہ کی کوئی توریہ پایہ ثبوت تک نہ پہنچی جب تک ما بالعرض ما بالذات کے ثخن میں ایسا نہ ہو کہ اس کی حرکت وضعیہ سے اس کا عین موہوم بدلے عین موہوم سے یہاں ہماری مراد وہ فضا حاوی ہے تصویر کے محیط ہے ظاہر ہے کہ حامل کو جو فضا حاوی ہے تصویر کے ثخن حامل میں ہے اس فضا کے ایک حصے میں ہے۔ جب حامل حرکت وضعیہ کرے گا ضرار تدویر اس حصہ فضا سے دوسرے حصے میں آئے گی تو اگر چہ خود ساکن محض ہو ضرور اس کی حرکت وضعیہ سے اس کی وضع بدلے گی کہ این موہوم بدلا اگر چہ این محقق برقرار ہے۔ بخلاف حامل یا خارج المرکز کہ اگر دونوں متمم کو ایک جسم مانیں تو یہ اس کے ثخن میں ضرار ہے مگر ان کی گردش سے اس کا این موہوم نہ بدلے گا تو ان کی حرکت سے یہ متحرک بالعرض نہ ہوگا۔

جونپوری کے شمس بازغہ میں زعم کہ اگر یہ اس کے ساتھ نہ پھرے تو اسے حرکت سے روک دے گا۔ دو وجہ سے محض بے معنی ہے (۱) نہ یہ اس کی راہ میں واقع ہے نہ اس میں جڑا ہوا ہے کہ بے اپنے اس نہ چلنے دے (۲) اور اگر بالفرض راہ روکے ہوئے ہو تو گھومنے سے کھول دے گا۔

حرکت وضعیہ سے کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوسکتی اگر یہ ان میں چسپاں بھی ہوتو ان کے گھومنے سے ضرور گھومے گا مگر یہ انتقال بالذات اسے بھی عارض ہوگا اگر چہ دوسرے کے علاقہ سے ہو۔ عرض نہ ہوگا بلکہ ذاتی عرضی صورت کے سوا وضعیہ میں عرض نہ ہوگا بلکہ ذاتی عرضی صورت کے سوا کے سوا وضعیہ میں عرضیہ کی کوئی تصویر ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان افلاک میں فلاسفہ کا محض ادعی ہے اس لئے کہ ان میں قاسر سے بھاگتے ہیں۔ مشایعت ساتھ ساتھ چلنا ہے نہ یہ کہ ایک ساکن محض رہے۔ دوسرے کی حرکت اس کی طرف منسوب ہو۔

چکروں کا بیان ابھی گزرا تو عرضیہ میں فریقین کی بحث خارج ازمحل ہے۔ ابن سینا پھر جونپوری مذکور نے زعم کیا کہ فلک کی مشایعت میں کرہ نار کی حرکت عرضیہ اس لئے ہے کہ ہر جز نار نے اپنے محاذی کے جز فلک کو گویا اپنا مکان طبعی سمجھ رکھا ہے اور بے شعوری کے باعث یہ خبر نہیں کہ اگر اسے چھوڑے تو اسے دوسرا اجز بھی ایسا ہی اقرب ومحاذی مل جائے گا۔ ناچار بالطبع اس کا ملازم ہوگیا ہے لہٰذا جب وہ بڑھتا ہے یہ بھی بڑھتا ہے کہ اس کا ساتھ نہ چھوٹے اور اس پر اعتراض ہوا کہ فلک ثوابت فلک اطلس کے سبب کیوں متحرک بالعرض ہے؟ اس کے اجزاء نے تو اس کے اجزاء کو نہیں پکڑا کہ خود جدا حرکت رکھتا ہے۔ اس کا جواب دیا کہ اس کے اقطاب نے اپنے محاذی اجزا کی ملازمت کرلی ہے اور وہ اس کے اقطاب پر نہیں لہٰذا ان اجزا کی حرکت سے اس کے قطب گھومتے ہیں لاجرم سارا کرہ گھوم جاتا ہے۔ اول یہ شیخ چلی کی سی کہانیاں اگر مسلم بھی مان لیں تو عاقل بننے والوں نے اتنا نہ سوچا کہ جب نار وفلک البروج کی یہ حرکت اپنے اس مکان کی حفاظت کو ہے تو اس کی اپنی ذاتی حرکت ہوئی یا عرضیہ۔

وثالثاً مخالف کو یہاں عرضیہ ماننے کی حاجت ہی نہیں اس کے نزدیک آب وہوا وخاک سب کرہ واحدہ ہیں اور حرکت واحدہ سے متحرک۔

دفع دوم کہ اول کا رودوم ہے۔ پانی اور وہ ہوا کہ جو زمین پر ہے کیوں اس کی متابعت کرنے لگی کہ وہ زمین سے متصل نہیں اور دریائے متحرک بالعرض سے اس کا اتصال اسے متحرک بالعرض

نہ کردے گا۔ ورنہ تمام عالم زمین کی حرکت سے متحرک بالعرض ہو جائے کہ اتصال درا تصال سب کو ہے۔ اب لازم کہ جہاز سے جو پتھر پھینکیں اوپر کو تو وہ جہاز میں لوٹ کر نہ آئے بلکہ مغرب کو گرے کہ دریا زمین کی حرکت سے متحرک بالعرض ہے جہاز اس کے ساتھ مغرب کو جائے گا لیکن پتھر اب جہاز پر نہیں ہوا میں ہے اور ہوا متحرک بالعرض نہیں تو جب تک پتھر نیچے آئے جہاز کہیں کا کہیں نکل جائے گا۔ اقول اولی فلک الافلاک سے متصل تو صرف فلک ثوابت ہے۔ تمہارے نزدیک اس کی حرکت عرضیہ سات زینے اتر کر فلک قمر تک کیسے گئی۔

ثانیا وہی کہ مجموع کرہ واحدہ ہے تو سب خود متحرک۔

دفع سوم کہ دوم کا رد اول ہے جو جسم کہ دوسرے کو اٹھا سکے اس کا اس پر قرار ہو سکے اس کی حرکت سے اس کی حرکت بالعرض ممکن ہے اور جب یہ اس پر ٹھہر ہی نہ سکے وہ اسے سنبھال ہی نہ سکے تو اس کی طبیعت اسے کب ہوئی کہ اس کی حرکت سے متحرک ہو یہ قطعا بدیہی بات ہے اور اس کا انکار مکابرہ دفع، چہارم کہ دوم کا رد دوم ہے جسے علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفہ شاہیہ میں ذکر فرمایا کہ ہوا اگر حرکت مستدیرہ ارض سے بالعرض متحرک ہو بھی جب بھی چھوٹے پتھر پر بڑے سے اثر زائد ہوگا کہ جسم جتنا بھاری ہوگا دوسرے کی تحرک کا اثر کم قبول کریگا تو ان ساتوں (یعنی ۱۱) دلائل میں ہم ایک بار ہلکے ایک بار بھاری اجسام دکھائیں گے ان میں تو فرق ہونا چاہئے مثلا ایک پر اور ایک پتھر اوپر پھینکیں تو چاہئے کہ پر تو وہیں آکر گرے کہ ہوا کی حرکت عرضیہ کا پورا اثر لے گا اور پتھر وہاں نہ آئے مغرب کو گرے کہ ہوا پورا ساتھ نہ دے گا حالانکہ اس کا عکس ہے۔ پتھر وہیں آتا ہے اور پر بدل بھی جاتا ہے۔ مخالف کی طرف سے علامہ عبدالعلی نے شرح مجسطی میں اس کے تین جواب نقل کئے۔ مشایعت فرض کر کے مشایعت سے انکار عجیب ہے۔

مشایعت ہوا کی فرض کی ہے نہ کہ پتھر کی اعتراض عجیب ہے۔ شرح مجسطی میں کہا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مقصود تحفہ انکار مشایعت حجر ہے بلکہ وہ متحرک ہوگا تو تسر ہوا سے کہ ہوا تو یوں مشایع زمین ہوئی کہ اس کا مقعر ملازم ارض ہے۔ حجر کو ہوا سے ایسا علاقہ نہیں۔ اقول اولی تضعیف جواب

بے وجہ ہے۔ ثانیا یہ زیادت زائدونا موجہ ہے۔ ملازمت مقعر کیا مفید مشایعت ہے ورنہ افلاک تک مشایع ہوں اور اگر یہ مقصود کہ ہوامیں یہ علاقہ منشاشبہہ ہے بھی حجر میں تو اتنا بھی نہیں۔ اقول وہاں تو ایک سطح سے مس ہے اور یہاں جملہ اطراف سے احاطہ۔ بڑے چھوٹے پتھروں پر اثر کا فرق تو تجربہ سے کھلے اور وہ یہاں دو یہاں معترض کو بڑا پتھر اوپر پھینکا جائے گا۔ اور چھوٹا اپنی حرکت میں ہوا کے سبب پریشان ہو جائے گا۔ علامہ نے کہا مثلاً سیر بھر کا پتھر ہوا سے مشوش نہ ہوگا اور تین سیر کا اوپر پھینک سکتا ہے۔ اقول وہ جواب ہی فراہمل ہے۔ اولاً اوپر سے تو گرا سکتے ہیں ثانیاً خود فرق کیا کہ چھوٹا ہوا سے مشوش ہوگا۔ نہ بڑا ابھی تو منشاء دفع تھا کہ ان پر اثر یکساں نہ ہوگا۔ ثالثاً قبول اثر تحریک میں صغیر و کبیر کا تفاوت حکم عقل ہے محتاج تجربہ نہیں بڑے چھوٹے پر اثر کا فرق حرکت قسریہ میں ہے عرضیہ میں سب برابر رہتے ہیں۔ کشتی میں ہاتھ اور بلی برابر راستہ قطع کریں گے۔ علامہ نے کہا مصرح ہو چکا ہے کہ ایک کی حرکت سے دوسرے کی حرکت عرضیہ صرف اس وقت ہے کہ یہ اس کا مثل جز ہو یا وہ اس کا مکان طبعی ... حجر کو ہوا سے دونوں تعلق نہیں تو ہوا کی حرکت اگرچہ عرضیہ ہو تو پتھر کو قسراہی حرکت دے گی اور یہ ممتنع نہیں۔ جیسے جالس سفینہ کا کسی شئے کو قسر متحرک بالعرض دوسرے کو اور حرکت قسریہ دے سکتا ہے اور اسی حرکت عرضیہ سے بھی قسر کر سکتا ہے جبکہ اینیہ ہو۔ جیسے جالس سفینہ کی محاذات میں کسی درخت کی شاخیں آئیں اس کے صدمے سے ہٹ جائیں گے۔ ہر حرکت اینیہ میں دفع ہے لیکن حرکت وضعیہ میں دفع نہیں جس کی تحقیق ہم زیادات فصلیہ میں کریں گے۔ تو قیاس مع الفارق ہے۔ ہدیہ سعدیہ میں اس سوم پر یوں رد کیا کہ عرضیہ میں بھی تساوی مسلم نہیں۔ بہتے دریا میں لٹھا اور چھوٹی لکڑی ڈال دو لکڑی زیادہ بہے گا۔ اقول یہاں نری عرضیہ نہیں قسریہ بھی ہے کہ پیچھے سے آنے والی موجیں آگے کو دفع کرتی ہیں۔ جیسے لکڑی لٹھے سے زیادہ قبول کرتی ہے۔

اقتباس (فوز مبین در رد حرکت زمین

از امام احمد رضا خاں ص ۱۵۲ تا ۱۶۸)

☆☆☆☆☆

تشریح افلاک......علمِ توقیت

امام احمد رضا خان محدث بریلوی

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ بلکہ خود کواکب بامرالٰہی وتحریک وملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ کل فی فلک یسبحون (یٰسین:۴۰)

(۲) وقال اللہ تعالیٰ، والشمس تجری لمستقرلھا۔
ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ (یٰسین:۳۸)

(۳) وقال تعالیٰ، سخر لکم الشمس و القمر دائبین (ابراہیم : ۳۳)

(۴) وقال تعالیٰ، کل یجری لاجل مسمی (فاطر:۱۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے" اور اللہ عزوجل فرماتا ہے "سورج اپنے مستقر کے لئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں" اور فرمایا "ایک مقررہ وقت کے لئے سب حرکت میں ہیں"۔

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک السموت و الارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ۔

(فاطر:۴۱)

''بیشک روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں تو خدا کے سوا انہیں کون روکے۔''

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اپنی تفاسیر شفیق سے راوی۔

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بتایا گیا ہے کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کعب غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کے ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری''۔

عبد بن حمید قتادی سے راوی:

''بیشک روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں تو خدا کے سوا انہیں کون روکے''۔

''حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا ہے۔ حذیفۃ ابن الیمانؓ نے فرمایا۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روکے رکھا ہے۔''

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود حضرت صاحب سر رسول اللہ علیہ وسلم وسیدنا حذیفۃ بن الیمانؓ سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے دونوں صاحبوں نے کہا کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وہی آیت کریم اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول و ان كان الزاعم ان يزعم ان الزوال بمعنى الحركته الاينيته ولكن كبراء الصحابة رضى الله عنهم اعرف منابتفسير القرن فلا يجوز الا ستدواك عليهم عندمن نور الله بصير ته جعلنا الله منهم بحر متهم عنده (آمین)

''میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ زوال تو حرکت الیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ

ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کو جاننے والے تھے ان کے کہے ہوئے کو (رضی اللہ عنہم) وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نور بصیرت دیا۔ اللہ ان کے صدقہ میں ہمیں بھی ان کے ساتھ کرے (آمین)

سبع سیارہ کا بیان:

قال اللہ تعالیٰ "والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ"

(اعراف:۵۴)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور "کل فی فلک" سے بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں اپنے نفس پر دائر اور ریزین کا بیان تو بکثرت فرمایا خاص خمسہ کا ذکر فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس میں ہے۔ میں قسم یاد فرماتا ہوں دبک جانے والوں، چلنے والوں کی یہ ان کے وقوف استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں۔ پھر ٹھہر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم سے فلا اقسم بالخنس کی تفسیر میں راوی۔

"وہ پانچ ستارے ہیں زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔ یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں۔ وہ وہیں ہیں ان کے حرکت طبیعہ خفیف خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے۔ یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، ص ۱۶۹۔۱۷۰)

☆☆☆☆☆

وصایا شریف اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ

شاہ حسنین رضا خاں قادری نوری

حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، اُن سے تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول سے سچی محبت، ان کی تعظیم اور اُن کے دوستوں کی خدمت اور اُن کی تکریم اور اُن کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دیگا، مگر معلوم نہیں میرے بعد جو آئے کیسا ہو، اور تمہیں کیا بتائے، اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہو چکی، اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا، جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاکت، یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے، جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں، اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں، اور دوسری میری وصیت ہے آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے، مجھے آپ صاحبوں سے سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے، میں نے تمام اہلسنّت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں

سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگذاشت ہوئی ہو وہ معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں اُن سے میری معافی کرالیں۔

ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے نوے ۹۰ برس سے زائد ہو گئے میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کو چھوڑا میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمے کر لی، غرض کہ میں نے اپنی صغرسنی میں کوئی بار اُن پر نہ رہنے دیا جب انہوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا، اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں، تم ہو یعنی حامد رضا مصطفےٰ رضا ہیں اور تمہارا بھائی حسنین ہے سب مل کر کام کرو گے تو خدا کے فضل و کرم سے کر سکو گے اللہ تمہاری مدد فرمائیگا اس کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں خدمتِ دین و ترقی علم کی دعا فرماتی، ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر روئے، لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا، کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی بلکہ اس کے بعد سے یوم الوصال تک لگا تار خبریں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے، میں نے تمام واقعات اپنی ان آنکھوں سے دیکھے ہیں میں یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جو تفرد اور امتیاز دور جدید کے علماء ظاہر میں رکھتے تھے وہ ہی علو برتری انہیں طبقہ اولیاء میں بھی حاصل تھی، ان کثیر اخبار میں سے بعض کو حوالہ قلم کرتا ہوں۔

اخبارِ ارتحال

رمضان شریف ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے اور آپ کی منجھلی صاحبزادی صاحبہ مرحوم بغرضِ علاج نینی تال میں مقیم تھیں، یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی، جب نمازِ عید پڑھانے کے لیے نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ کے اشتدادِ مرض کی کیفیت کو سنا، چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللہ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا حالانکہ وہ زیادہ بیمار تھیں اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ روز ہی زندہ رہیں، ۲۳/ ربیع

الاوّل ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت کیا...... اناللہ وانا الیہ راجعون o

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا جناب مولٰنا بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی، بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی، دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے؟ انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کیا ضعف کے سبب سے نہیں ملتی، اس پر دریافت فرمایا آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا چار شنبہ ہے، ارشاد فرمایا جمعہ پرسوں ہے۔ یہ فرما کر دیر تک ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' پڑھتے رہے، شب پنج شنبہ میں اہلِ بیت نے چاہا کہ جاگیں شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا، جب انہوں نے زیادہ اصرار کا تو ارشاد فرمایا انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو، وصال کے روز ارشاد فرمایا پچھلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا، آج چار پائی پر جانا ہوگا، پھر فرمایا میری وجہ سے نمازِ جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔ عالی جناب چوہدری عبدالحمید خان صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الاخرۃ (جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لے گئے، اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی کوثر سیتا پور کے ایک پرانے طبیب ہیں، صحیح العقیدہ سنّی اور فقیر دوست ہیں، میرے خیال میں انہیں بلالیا جائے، ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا، جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا، بھائی حکیم حسنین رضا خان حاضرِ خدمت تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا خیال رہے، معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے اس پر بھی احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے، جمعہ کے روز صبح سے سفرِ آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں، جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا، جائداد کی چوتھائی آمدنی مصرفِ خیر میں رکھی، باقی اپنے ورثاء پر بحصصِ شرعی وقف علی الاولاد فرمادی، پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا جو درجِ ذیل ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبِ وصایا

جو وصال شریف سے دو گھنٹہ ۱۷ منٹ پیشتر قلم بند کرائے اور آخر میں حمد و درود شریف و دستخط خود دستِ اقدس سے تحریر فرمائے۔

(۱) شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے جنب یا حائض نہ آنے پائے۔

(۲) سورۂ یٰسین و سورۂ رعد بآواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متوتر بآواز پڑھا جائے، کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

(۳) بعدِ قبض فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کردی جائیں بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کردیے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے وقتِ نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

(۴) غسل وغیرہ سب مطابقِ سنت ہو، حامد رضا خان وہ دعائیں کہ فتاوے میں لکھی ہیں خوب از بر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

(۵) جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو، جنازہ کے آگے پڑھیں "تم پر کروڑوں درود" اور ذریعہ قادریہ۔

(۶) خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے یونہی قبر پر۔

(۷) قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، داہنی کروٹ پر وہی دعائیں پڑھ کر لٹائیں پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگائیں۔

(۸) جب تک قبر تیار ہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہِ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہیں، اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کردیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی۔

(۹) بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی امن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار بآوازِ

بلند حامد رضا خان اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں اور ملقنین میرے مواجہ میں کھڑے ہو کر تلقین کریں پیچھے ہٹ ہٹ کر پھر اعزّ ا احباب چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہ میں درود شریف ایسی آواز میں پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلیں آئیں، اور اگر تکلیف گوارہ ہو سکے تو تین شبا روز کامل پہرے کیساتھ دو عزیز یا دوست مواجہ میں قرآن مجید و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے اس نئے مکان سے دل لگ جائے جس وقت سے وصال فرمایا، اس وقت سے غسل شریف تک قرآنِ عظیم بآواز پڑھا گیا، پھر تین شبانہ روز مواجہ شریف میں مسلسل تلاوتِ قرآنِ عظیم جاری رہی۔

(۱۰) کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو، کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔

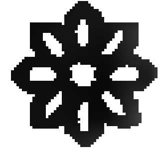
(۱۱) فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

(۱۲) اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فرینی ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔

(۱۳) ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں میں نے تحقیق کی سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں نہ رو رعایت سے ان کی غلط فہمی ہے، ان کی اطاعت و محبت واجب ہے۔ اور ان پر ان سے محبت و شفقت لازم۔

(۱۴) رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو، اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب قرآن و سنت جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے والسلام ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارک ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصایا قلم بند ہوئے۔

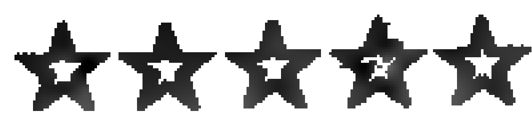
☆☆☆☆☆



ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

باب دوم

امامِ اہلسنّت حضرت احمد رضا خاں قادری برکاتی
کی نعت نگاری اہلِ علم و دانش کی نظر میں



اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی

کی نعتیہ شاعری

حافظ قاری ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی مجدّدی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ان کے فضل و کمالات، ذہانت و فطانت، طباعی اور درا کی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔مختصر یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا وہ کون سافن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے،شعر و ادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اگر صرف محاورات مصطلحات،ضرب الامثال میں بھی اور بیان و بدیع کے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف کے یکجا کر لئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے ہم یہاں اجمالی طور پر ان کی اردو شاعری کا ذکر کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت چونکہ عالم متبحر اور فاضل کامل و مکمل تھے اس لئے ان کی اردو شاعری میں بکثرت قرآنی آیات کے حوالے آتے ہیں مثلاً۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر   بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا ترا
انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں   عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

مجرم بلائے آئے ہیں جاء وک ہے گواہ — پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

مومن ہو مومنوں پہ رؤف الرحیم ہو — سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہیں کی ہے

سوف یعطیک ربک فترضی — حق نمودت چہ پاسدار بہا

لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

معنی قدرائی مقصد ماطغیٰ — نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

فَاِذَ فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھ کو منصب — جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا کرو قسمت عطایا

غنچے مااوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں — بلبل سرزہ تک انکی بو سے بھی محرم نہیں

ایسا امی کس لئے منت کشِ استاذ ہو — کیا کفایت اسکو اقراء ربک الاکرم نہیں

رحمتہ للعالمین تیری دہائی دب گیا — اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

اب ایک ہی زمین کے اشعار میں احادیث مبارکہ کا استعمال دیکھیے مثلاً۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میوے نخل — اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری تیرے خانہ باغ کی — سرد اس کی آب وتاب سے آتش سقر کی ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع — مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

ان پر کتاب اتری بیانا لِکل شیء۔ — تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ — ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے

ماؤ شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو — کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اعلیٰ حضرت نے تلمیحات بھی بہت استعمال کی ہیں مثلاً ایک ہی غزل میں یہ تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا — لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم — تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی — بڑھ چلی تیر ضیاء آتش پہ پانی پھر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا — تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

کیوں جناب بوہریرہؓ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرع یا شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرع یا دوسرا شعر فارسی کا ہو۔ اس میں زیادہ سے زیادہ بیس اشعار ہوا کرتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرع عربی میں اور ایک فارسی میں۔ ملمع محجوب یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی میں لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی، فارسی ہندی (بھاشا) اور اردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔

لم یاتِ نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغےٰ من بیکس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

سبحان اللہ کیسے پیارے اشعار ہیں کہ پڑھنے والا جھومنے لگتا ہے یہ کل دس اشعار ہیں اور مقطع یہ ہے۔

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اس شعر سے ظاہر ہے کہ عقیدت مندوں کی درخواست پر اعلیٰ حضرت نے یہ ملمع لکھا ہوگا

پھر ایک غزل محاسبہ نفس کے لئے ہے اور ایسی مرصع ہے کہ جدید اردو شاعری بھی اس پر ناز کرے گی
اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

پھر ایک قصیدہ مرصع بھی ہے جس کے ہر پہلے مصرع کے آخر میں بالترتیب حروف تہجی آتے ہیں مطلع یہ ہے۔

کعبے کے بدرالدجے تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

یعنی یہاں پہلے مصرع میں ردیف سے پہلے الف ہے۔ چند اشعار کے بعد پہلے مصرع کا آخری حرف ''ب'' آتا ہے

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود

ایسے دو شعر ہیں پھر ''ت'' آخری حرف پہلے مصرع میں آتا ہے۔

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

اس ترتیب سے اشعار آخر تک آتے ہیں۔

ان کے علاوہ صنعت اتصال ترتیبی صنعت سوال و جواب وغیرہ کا استعمال بھی ہے اور فارسی کی رباعیوں کے قوافی میں بھی حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے شعری محاسن میں زبان و بیان کی بکثرت خصوصیات ہیں یہاں چند خصوصیات اجمالاً عرض کی جاتی ہیں دوسرے مجموعہ کلام میں تجنیس مماثل ''تجنیس مستوفی''، تجنیس زائدہ وغیرہ کی بکثرت مثالیں پائی جاتی ہیں ہم آسانی کے لئے ان مصطلحات کو ترک کر کے صرف اسقدر عرض کریں گے کہ اعلیٰ حضرت الفاظ کی تکرار سے بات سے بات پیدا کر دیتے ہیں مثلاً۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ ''جناب'' ہوں

طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

محمد ﷺ برائے جناب الٰہی
جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

دم نزع جاری ہو میری زباں پر
محمد ﷺ محمد ﷺ خدائے محمد ﷺ

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں
ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزغم ساز طرب بجائے کیوں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

......☆......

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا
یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کا نور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

پھر ایک جگہ تو لفظ کی رعایت سے کتنے مضامین تیار کیے ہیں فرماتے ہیں۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا
اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغہ ہے ہمارا
جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم ﷺ
اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا
اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا

جو حیدر کرار کہ مولی ہے ہمارا
اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہِ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

حسنِ تعلیل کی بڑی نادر مثالیں ملتی ہیں مثلاً۔

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور ﷺ
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست

اس قسم کی عمدہ مثالیں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً۔

دندان و لب و زلف و رخ شاہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

آپ نے اس کثرت سے محاورات اور استعارات استعمال کیے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک لغت تیار ہو سکتی ہے۔ دیکھئے صرف قصیدے کے اشعار میں کتنے محاورات ہیں۔

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آراء ہے اجالا تیرا
دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا
ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا
تونے اسلام دیا تونے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا
تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

اس کے بعد اور مشہور قصیدہ ہے جس میں بکثرت محاورات مستعمل ہیں کچھ اشعار یہ ہیں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

بینیٔ پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لِواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

محاورات کی چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

اعلیٰ حضرت کی شاعری کی یہ چند خصوصیات عرض کی گئیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور بھی محاسن نظر آئیں گے لیکن ان تمام محاسن پر غالب ایک چیز ہے اور وہ عشق رسول ﷺ ان کی تعلیم اور ان کا پیام بھی صرف یہی ہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے اُن ﷺ کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

پھر کس بے قراری سے یہ شعر صفحۂ قرطاس پر آیا۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

☆☆☆☆☆

عالمِ بے مثل، عاشقِ رسول

مولانا احمد رضا خان بریلوی

ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق

مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ سنہ ۱۹۲۱ء) بڑے زبردست عالم اور غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ تقریباً نصف صدی تک جس قدر انھوں نے غیر مقلدین کے خلاف لکھا ہے یا لکھوایا ہے شاید دنیائے اسلام میں کسی ایک خاص دبستانِ خیال کے خلاف کبھی اتنا نہیں لکھا گیا جناب اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان میں حضور اکرم ﷺ کے متعلق جواہانت آمیز فقرے کہیں کہیں نظر آتے ہیں ان کی توجیہہ بھی گر لی جائے تب بھی ان کی برائی سے انکار نہیں ہوسکتا اس سلسلے کے مکتب خیال کے خلاف مولانا احمد رضا خان اور ان کے متوسلین نے بڑی سختی سے لکھا۔ بہر حال جن لوگوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ اگر چہ ان کے عقائد سے مطابقت بھی نہیں رکھتے تھے تب بھی ان کی قوتِ حافظہ طریق استدلال اور اجتہاد کے قائل تھے اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ان جیسے دل و دماغ کے علماء کم پیدا ہوئے ہیں۔

نعتیہ کلام میں مولانا کے دیوان 'حدائق بخشش' کے تین حصے ہیں اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے یہ دیوان شروع سے آخر تک ایسی محبت اور عقیدت سے بھرا ہوا ہے کہ ایک دیندار اگر اسے اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھے تو کوئی بعید نہیں ہے اس میں قصیدے مثنویاں، خمسے، مسدس، قطعات اور رباعیات وغیرہ مختلف اصنافِ سخن ہیں۔ عربی اور فارسی کلام بھی ہے۔ لیکن کم ہے۔ البتہ قطعات تاریخ ان زبانوں میں زیادہ اور مسلسل کئی کئی شعر تاریخی ہیں

سخن کا مولانا کو بہت شوق تھا اور انہیں خاص ملکہ بھی حاصل تھا۔

نعت کے علاوہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قادری سلسلے کے بعض بزرگوں کی منقبت بھی ہے اور بعض مقامات پر بڑی سنگلاخ زمینیں ہیں۔ مثلاً تنویر پشت آئینہ۔ نظیر پشت آئینہ۔ ناز روئے آئینہ۔ ساز روئے آئینہ۔ لیکن عام طور پر مولانا کے یہاں آسان زمینوں میں مشکل مضامین پائے جاتے ہیں۔

ایک اور زمین دیکھیے کہ آسان ہونے کے باوجود مشکل مضامین سے پر ہے لیکن شاعرانہ کمالات اپنی پوری دل کشی اور لطافت کے ساتھ موجود ہیں۔

الٰہی چاک ہو جائے گریباں اس کے بسمل کا   گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور و فغاں دل کا

لیکن مولانا کا تبحر جگہ جگہ نمایاں ہے۔ اور محاورات بھی بہ کثرت ہیں۔ باڑا بٹنا۔ توڑا ہونا۔ توڑا لینا۔ کلمہ پڑھنا۔ صدقہ لینا۔ سونا چڑھنا۔ سہرا ماتھے پر رہنا۔ بخت جاگنا۔ ستارہ چمکنا۔ دن دونا ہونا۔ بول بالا ہونا۔ لہرا بجنا۔ کلیجا ٹھنڈا ہونا۔ مچلکا لکھ دینا۔ لو لگانا۔ ذرا سامنہ نکل آنا۔ چھینٹا پینا۔ آنکھیں مانگنا۔ ماتھے ٹیکا ہونا۔ آئنہ اندھا کرنا۔ گرمی کا جھلکا لانا۔ دل کے کنول کھلنا۔ انہی قدموں پھرنا۔ اشاروں پر چلنا۔ بے حکم پر مارنا دو ورق لکھنا وغیرہ وغیرہ بکثرت محاورات صرف ایک قصیدے میں ملتے ہیں۔ اور مولانا کے تبحر کی وجہ سے ایسے قصیدے کسی قدر تشریح کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے۔ وہ قصیدہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا   صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا

یہ ۵۹ شعروں کا قصیدہ اسی شان کے ساتھ ہے قصیدہ اگرچہ آسانی کے ساتھ سمجھ میں بھی آجائے تو یہ دوسرا قصیدہ بغیر شرح کے یقیناً مشکل ہے۔ علم ہیت نجوم کی اصطلاحات کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں:

اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن   خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن

یہ ۵۵ شعروں کی تمہید بڑی دل کش ہے اور استعارات کے پردوں میں علم ہیئت و نجوم کی متعدد اصطلاحات بڑی خوبی کے ساتھ سموئی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مومن کے وہ قصیدے جو اسی قسم کی اصطلاحات سے بھرے پڑے ہیں اپنے اندر کوئی دلکشی نہیں رکھتے۔ مولانا کا یہ پورا قصیدہ ایسے دل کش استعاروں سے پر ہے کہ اس کی مثال پوری اردو شاعری میں نظر نہیں آتی اور بغیر شرح کے ان کا سمجھنا بہت مشکل ہے:۔

مذکورہ بالا قصیدے کی تمہید کے بعد لکھتے ہیں:

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز — گل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

اول تو اس قصیدے کی بحر بھی بہت مترنم ہے پھر مولانا کا انداز بیان حسن زبان، استعارات، تلمیحات وغیرہ مختلف محاسن اور علمی اوصاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ خشک علوم وفنون کے سمندر کا غواص اس قدر شگفتگی کیسے پیدا کر سکتا ہے۔

پائے منور اگر بحر میں دھو لیجئے — نعل مبارک اگر شب پہ ہو پرتو فگن

لطف تو یہی ہے کہ تشبیہات واستعارات اور صنائع لفظی ومعنوی کی کثرت کے باوجود اس قصیدے میں ترنم کے علاوہ بڑی گھلاوٹ ہے بعض رعایتوں کو ان اشعار میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تیرے قلمرو کا چک، دورِ سماک ومک — حکم رواں کی سڑک وسع زمین وزمن

بعض استعارات اور تلمیحات اور بھی دیکھئے کہ کس لطافت سے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ثور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی — دلو سے نکلے نجوم چاند کا چھوٹا گہن

غرض کہ ۱۵۵ اشعار اسی شان کے ہیں اور آخر میں دعائیہ بھی تلمیحات اور رعایات سے پر ہے۔ مثلاً

کچھ ترے پروانے کو نام کی پروانہ ہو — لاکھ جلیں ساتوں شمع بارہ کنول نو لگن

اور مولانا نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:۔

خشک سہی زرع شرع شعر تو شاداب ہیں — سرو سہی شمع دین تھالے بنے ہیں لگن

ایک قصیدہ بہاریہ تمہید میں ایسا دل کش ہے کہ مولانا کے کمال فن کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں　　ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

جذبات نگاری اور عقیدت مندی تو ہر شاعر کی نعت میں کسی نہ کسی حد تک پائی جاتی ہے لیکن مولانا کی نعت میں یہ چیز زیادہ نمایاں ہوئیں اور یہ توھب کے ردِعمل کے طور پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

مصطفٰی خیر الورٰی ہو　　سرورِ ہر دوسرا ہو

ایک پر کیف نعتیہ غزل کا مطلع۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں　　جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

مولانا کے تبحر علمیت، عقیدت، ذکاوت اور کمال فن کے شواہد جگہ جگہ جود ہیں۔ ان کے متعلق اوصاف دیکھنے ہو تو صرف یہ قصیدہ کافی ہے:۔

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

یہی وجہ ہے کہ عوام اور خواص میں ہر جگہ مولانا کو مقبولیت حاصل ہے اور بعض نعتیہ قصیدے یا غزلیں ملک کے طول وعرض میں ہر جگہ مشہور ہیں۔ مثلاً

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

☆☆☆

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

☆☆☆

ان ﷺ کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

☆☆☆

وہ کمال حُسنِ حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

☆☆☆

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں، منفرد نعت گو شاعر

ڈاکٹر فرمان فتح پوری (ستارۂ امتیاز)

شاعری، خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو، شاعر سے جذبے کی شدت اور پاکیزگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ جذبے کی شدّت اور پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے موضوع سے مخلص ہو، گہرا لگاؤ رکھتا ہو، اور اپنی لگن میں سچا ہو، سچائی اور لگن کو غالب نے دل گداختہ کا نام دیا ہے۔
اقبال نے خون جگر کہا ہے اور بعض نے شاعر کے خلوص سے تعبیر کیا ہے جس نسبت سے شاعر کے جذبات سچے اور گہرے ہوں گے اسی نسبت سے اس کی شاعری سچی، موثر اور گہری ہوگی۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جذباتی صداقت کے بغیر منطقی یا عملی صداقت کے زور پر اعلیٰ درجے کی شاعری جنم نہیں لے سکتی۔ کسی شخص کا علمی تجربہ اس کا تفکر اور مشاہدہ مطالعہ ممکن ہے۔ بلند پایہ تصنیف و تالیف کے لیے مددگار ثابت ہو۔ لیکن تخلیقِ شعر میں معاون نہیں ہوسکتا۔ خاص طور پر نعتیہ شاعری علم وفکر کے ساتھ ساتھ شعر کے جذبات محبت کا ایسا ارتعاش و التہاب چاہتی ہے جو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرح اس بات پر والہانہ یقین رکھتا ہو کہ آنحضرت کی ذات گرامی کائنات میں بے مثال ہے نہ ماضی میں اس کی مثال نظر آتی ہے نہ حال میں، اور نہ مستقبل میں اس کی مثال کا امکان ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی شاعر پورے وثوق، مکمل یقین اور پوری شدت جذبات کے ساتھ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ۔

لم یاتِ، نظیرک فی نظر، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا

اور جب تک اس عقیدے پر عامل نہ ہو اس وقت تک نہ تو کوئی شاعر صفِ اوّل کا نعت گو شاعر کہا جاسکتا ہے نہ اس کی نعتیہ شاعری دوسروں کو مسحور و متاثر کر سکتی ہے اور نہ اس میں وہ شگفتگی و دل آویزی پیدا ہو سکتی ہے جو مندرجہ بالا شعر میں نظر آتی ہے۔ اس شعر میں یا اس نعت کے دوسرے اشعار میں جو اثر آفرینی اور دلکشی ہے وہ صرف اس سبب سے نہیں کہ اس میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے غیر معمولی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور ہر شعر میں عربی، فارسی، اردو اور پوربی بولی کی فنکارانہ پیوند کاری سے ادب کے قارئین کو حیرت میں ڈال دیا ہے زبان و بیان کے سلسلے میں اس نوع کی قادر الکلامی دوسرے شعراء کے یہاں بھی ملتی ہے بلکہ اردو شاعری کی تاریخ میں الفاظ کی شعبدہ گری و صنائع لفظی میں کمال دکھانے والے شاعر بہت سے ہیں۔ لیکن صاحب نقد و نظر خوب واقف ہیں کہ محض کمالات لفظی کی بنا پر انھیں بڑا شاعر تسلیم نہیں کیا گیا۔ میر، سودا، آتش و ناسخ، ذوق غالب، امیر و داغ اور میر حسن و دیا شنکر نسیم کے نام ہماری تاریخ میں ساتھ ساتھ لئے جاتے ہیں۔ ان تقابلی مطالعات پر درجنوں مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ طلبہ سے لے کر اساتذہ تک ان کی شاعرانہ خصوصیات کا موازنہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن کوئی صاحبِ ذوق اور انصاف پسند ناقد۔ سودا کو میر پر ناسخ کو آتش پر، ذوق کو غالب پر، امیر کو داغ پر اور نسیم کو میر حسن پر ترجیح نہیں دے سکتا، حالانکہ زباندانی اور لفظی صنائع کے جتنے کرتب سودا، ناسخ، ذوق، امیر اور نسیم کے یہاں دکھائے گئے ہیں۔ میر غالب، آتش، داغ اور میر حسن کے یہاں نظر نہیں آتے۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ شاعری کا حقیقی تعلق الفاظ و تراکیب سے نہیں، جذبات و محسوسات کی سچائی اور گہرائی سے ہے۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی مذکورہ بالا نعت میں بھی جو دل نشینی و دل آویزی اور لطافت ہے وہ اس بنا پر ہے کہ آنحضرت سے بے پناہ محبت کا صاف و شفاف چشمہ اس کی تحت میں بہ رہا ہے۔ مستی اور والہانہ پن کا ایک آبشار ہے جس کی طراوت، خنکی اور مٹھاس سے اہل دل سیراب ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ نعت محض لفظی صنائی کا ایک نمونہ ہوتی تو ہرگز زبان زد خلائق نہ ہوتی۔ اس کی مقبولیت حلقہ خواص سے نکل کر عوام تک نہ پہنچتی اور اس کے

اشعار سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے سوا کوئی اور لطف نہ لے سکتا لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کوئی شخص اس کے الفاظ کو پوری طرح سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔اس میں جذبات کی ایسی شدت ایسی صداقت اور ایسی گہرائی ہے کہ سننے اور پڑھنے والوں کے دل خود بخود اس طرف کھنچتے ہیں اور جب کبھی کسی محفل یا جلسے میں یہ نعت خاص لحن سے پڑھی جاتی ہے سامعین خواہ ان کی علمی و ادبی سطح کچھ بھی ہو۔ وجد میں آجاتے ہیں۔ جھوم جھوم اٹھتے ہیں اور خود کو حضور اکرم کی بارگاہ میں حاضر محسوس کرتے ہیں۔ دل کشی و اثر پذیری کا جادو اس نعت میں حضرت رضا بریلوی کی جذباتی صداقت نے جگایا ہے ورنہ سچ بات یہ ہے کہ انھیں مختلف زبانوں کی پیوند کاری اور الفاظ و تراکیب کا شعبدہ دکھانا مقصود نہ تھا۔ ایک فطری اور خلاق شاعر کی حیثیت سے وہ پوری طرح محسوس کرتے تھے وہ ایک باشعور ناقد کی طرح خوب جانتے تھے کہ اعلیٰ درجہ کی شاعری، الفاظ سے نہیں بلکہ درونِ خانہ کے ہنگاموں یعنی شدید جذباتی تلاطم اور تموج سے وجود میں آتی ہے بات یہ ہے کہ شاعری ایک طرح کا شعوری عمل ہو کر بھی سراسر شعوری عمل نہیں ہے۔ شعر کہے نہیں جاتے، بنائے نہیں جاتے، شعر کے لئے الفاظ جوڑے نہیں جاتے، قافیے تلاش نہیں کئے جاتے، استعارات و کنایات اور تراکیب و محاورات، دانستہ تراشے نہیں جاتے بلکہ شعر اپنے پورے وجود کے ساتھ خود بخود ذہنِ شاعر پر نازل ہوتا ہے۔ دنیا کے ہر بڑے اور حقیقی شاعر نے شعر گوئی کے سلسلے میں یہی کہا ہے اور حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری بھی اس خاص معیار پر پوری اترتی ہے۔ ہر چند کہ جس نعت خاص کا ذکر اس جگہ کیا گیا وہ احباب کی فرمائش پر کہی گئی ہے۔ اور جیسا کہ اس نعت کے مقطع میں ہے۔

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود واضح کر دیا ہے کہ نہ تو ان کا یہ رنگ سخن تھا اور نہ اس طرزِ شاعری سے ان کی طبیعت کو کوئی مناسبت تھی صرف احباب کے حکم کی تعمیل میں انھوں نے ایسا کیا

اور اپنی غیر معمولی قادر الکلامی کا لوہا منوالیا۔ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری بنیادی طور
فلسفیانہ موشگافیوں یا علم وفن کے بھول بھلیوں کی شاعری نہیں بلکہ حضور اکرم کی ذات وصفات سے
گہری وابستگی اور شدید جذباتی لگاؤ کی شاعری ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری پر معصومیت، شیفتگی سادگی
اور عاشقانہ سرمستی کی جو چاندنی چھٹکی ہوئی ہے اور یہ چاندنی قاری کے درونِ خانہ میں جس قسم کا
جزر پیدا کرتی ہے وہ بے سبب نہیں ہے۔ جذبات اپنے اظہار و ابلاغ میں کسی خاص قسم
لغات، تراکیب اور استعارات کا سہارا نہیں لیتے بلکہ فطری انداز میں روزمرہ کی زبان میں انتہا
سادگی سے خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں، حقیقی جذبہ، خواہ اس کا تعلق محبت سے ہو یا نفرت سے
خوف سے ہو یا جستجو سے، غم کے متعلق ہو یا خوشی سے، مصنوعی سہاروں کا محتاج نہیں ہوتا، اپنے نمو
اظہار کی راہ خود پیدا کر لیتا ہے بلکہ بعض اوقات تو جذبے کے اظہار کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں
ہوتی۔ آدمی کے چہرے بشرے، رفتار، حرکات وسکنات اور نشست و برخاست سے جذبات خود
بخود نمایاں ہو جاتے ہیں اس لئے گہرے اور سچے جذبات کی عشقیہ شاعری خواہ اس کا تعلق
سے ہو یا حقیقت سے اپنی تفہیم وترسیل کے لئے کسی لغت یا شرح کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ خود بخود
عام وخاص ہر قسم کے قاری اور سامع کے ذہن وقلب میں اتر جاتی ہے مجازی سطح پر اردو شاعری
تاریخ میں میر تقی میر کی عشقیہ شاعری اس کی ایک واضح مثال ہے۔ عشق رسول اور نعت گوئی کے
حوالے یہی صورت مولانا احمد رضا خان صاحب کی شاعری کی ہے جس طرح ان کے جسم کا رواں
رواں آنحضرت کی محبت سے سرشار ہے۔ اسی طرح ان کی نعتیہ شاعری کا ایک ایک لفظ عشق رسول
میں ڈوبا ہوا ہے اور حضور اکرم سے گہرے جذباتی لگاؤ کا مظہر ہے۔ اس لئے حضرت بریلوی
نعتیہ شاعری جتنی زیادہ سادہ ہے اتنی ہی زیادہ .... پرکار ہے اور اپنے قاری اور سامع کو متاثر
کئے بغیر نہیں رہتی رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی خود عاشقانِ رسول میں سے تھے۔ انہوں
نے اچھے شعر کے متعلق حکم لگایا ہے کہ۔

شعر در اصل ہے وہی حسرتؔ
دل میں سنتے ہی جو اتر جائے

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ شاعری اس معیار پر پوری اترتی ہے کہ جو شخص ان کے اشعار سنتا ہے سر دھنتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا گویا وہ اپنے ذوقِ سخن کا مذاق اڑواتا ہے۔

عاشقانہ جذبات نے اظہار میں سادگی اور پاکیزگی جو رچاؤ شروع سے آخر تک حضرت رضا بریلوی کی مجموعہ نعت ''حدائقِ بخشش'' میں نظر آتا ہے وہ اردو کے دوسرے نعت گو شعرا کے یہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ ان کے یہاں غزل کے پیرائے میں لمبی لمبی نعتیں ملتی ہیں اور بعض نعتوں میں بڑی مشکل زمینوں اور ردیفوں میں طبع آزمائی کی گئی ہے لیکن آنحضرت کی محبت کا تیز دھارا سنگلاخ زمینوں کو چیرتا ہوا اس طرح گزر گیا کہ شادابی و زرخیزی کے جو آثار مولانا احمد را خاں صاحب کی ان نعتوں میں پیدا ہو گئے ہیں وہ دوسروں کے ہاں نرم اور ہموار زمینوں میں بھی نظر نہیں آتے میری مراد ایسی نعتوں سے ہے جن میں بعض کے مطلع اس انداز کے ہیں کہ:۔

سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

☆

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

☆

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

☆

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بد نصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں



ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

ان زمینوں میں اچھے شعر کہنا وہ بھی نعت میں جس میں قدم اٹھانا بقول عرفی تلوار کی دھار پر چلنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس میں وہی کامیاب ہوسکتا ہے جسے توفیق الٰہی میسر ہو اور عشق رسول کی سرشاری و سرمستی کے ساتھ زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہو برصغیر پاک و ہند کے علمائے دین میں بڑے بڑے صاحب علم و دانش اور علوم دینی و دینوی کے فاضل گزرے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک معتبر و متجر عالم و فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ صف اوّل کا شاعر بھی ہو۔ یا جس نے نعت گوئی میں کوئی ممتاز مقام پیدا کیا ہو اس اعتبار سے مولانا احمد رضا کی شخصیت بالکل منفرد اور یکتا ہے۔ وہ برصغیر کے ایک ایسے جید عالم ہیں جن کا حلقہ اثر دوسرے علما کے مقابلہ میں سب سے بڑا ہے اور ایک ایسے نعت گو شاعر ہیں جنکی نعتیں نہ صرف یہ کہ سب سے زیادہ مقبول ہیں بلکہ ان کی شاعری اس پایہ کی ہے کہ انکا نام صرف اردو کے ممتاز ترین شاعروں کے نام کے ساتھ لیا جانا چاہئے۔

جہاں تک خالص نعتیہ شاعری کا تعلق ہے اردو میں جو قبول عام مولانا احمد رضا خاں کی شاعری کو میسر آیا کسی اور کو نصیب نہیں ان کے ہم عصروں میں محسن کاکوروی کا نام یقیناً ایسا ہے جن کا معیار نعت گوئی کم و بیش وہی ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں کا ہے لیکن محسن کاکوروی کے مجموعہ نعت میں سے صرف ایک ''قصیدہ لامیہ'' اور اور ایک مثنوی ''ابر کرم'' ہی کو مقبولیت حاصل ہوسکی۔ ان نظموں سے بھی صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہی متعارف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں زبان و بیان کے سلسلے میں علامات و استعارات کا جو اہتمام اور معیار پیش نظر رکھا گیا ہے اس سے خاص خاص

لوگ ہی لطف اٹھا سکتے ہیں۔اس کے برعکس رضا بریلوی کی نعتیں اپنی مخصوص سادگی و پرکاری کے سبب عام و خاص میں یکساں مقبول ہیں ہمارے ہاں ان کی نعتیں مخصوص محفلوں سے لے کر سیرت النبی کے عام جلسوں تک بڑے ذوق وشوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہیں شاید ہی کوئی مسلمان باذوق ایسا ہوگا جسے رضا بریلوی کی درج ذیل نعتوں کے دو چار شعر نہ یاد ہوں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

☆

لم یاتِ ،نظیرک فی نظرٍ ،مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا

☆

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

☆

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

☆

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

☆

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

نعتیہ غزلوں سے قطع نظر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا سلام جس کا مطلع ہے۔

مصطفٰی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ اکبر وارثی میرٹھی کا سلام۔

یا نبی سلام علیک
یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

بھی حد درجہ شہرت رکھتا ہے۔ عورت، مرد، بچے، جوان، سبھی اسے بلند آواز سے پڑھنا پسند کرتے ہیں لیکن اس کے بعد اگر کسی سلام کو قبول عام کا درجہ ملا ہے تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا سلام ہے۔ حفیظ جالندھری کے شاہنامے کا ایک ٹکڑا جس میں ولادت نبوی کا ذکر ہے اور ماہر القادری کی نظم ''حدیث قدسی'' جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا گیا ہے۔ کو بھی خاصی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ بہت دنوں تک وہ ہر محفل اور ہر جلسے میں پڑھے گئے لیکن نہ جانے کیوں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کی مقبولیت کم ہوتی گئی۔ اب وہ کسی محفل میں شاذ و نادر ہی سننے میں آتے ہیں۔ اس کے برعکس مولانا احمد رضا خاں صاحب کا سلام اگرچہ ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہے۔ پھر بھی آج تک بڑے اہتمام اور کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب ممتاز ترین نعت گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول ترین نعت گو شاعر بھی ہیں۔

☆☆☆☆☆

اردو کے دوسرے بڑے نعت گو

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ڈاکٹر ریاض مجید (فیصل آباد)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی جو برصغیر کے معروف عالمِ دین ہیں، محسن کاکوروی کے بعد اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں جنہوں نے اپنے شغفِ نعت اور اجتہادی صلاحیت سے اردو نعت کی ترویج و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فردِ واحد نے شعرائے نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود نعت میں وقیع شاعری کی بلکہ اپنے ہم مسلک شاعروں، خلفاء اور تلامذہ میں نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی۔ اردو میں بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں شاعروں کے ذوقِ نعت کو جلا مولانا ہی کی نعت گوئی سے ملی۔

"حدائقِ بخشش" مولانا احمد رضا خاں کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ مولانا کے تبحرِ علمی کا ہے مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعہ کو پوری طرح اپنے فنِ نعت میں برتا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن و حدیث سے لے کر منطق و ریاضی ہیت و نجوم ہندسہ و مابعد الطبیعیات وغیرہ علوم و فنون کی مختلف اصطلاحوں کو نہایت سلیقے سے برتا۔

بیان کا کمالِ فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی و فنی اصطلاحات و حوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے انہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو تخلیقی انداز میں اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا ہے اور ان کی نعت میں ان کا تبحرِ علمی حارج ہونے کی بجائے ترسیلِ فکر میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ نعتیہ

مضامین کے اظہار میں انہوں نے مختلف علوم وفنون کو سمو کر جہاں اپنی نعت گوئی کو وقیع بنایا ہے وہاں اردو نعت کے علمی وفکری دائرے کو بھی وسیع کیا ہے۔

تبحرِ علمی کے شانہ بشانہ مولانا کے نعتیہ کلام میں ملنے والی دوسری خصوصیات ان کا زورِ بیان ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شاعری میں اصطلاحات اور علمی حوالوں کا کثرتِ استعمال اظہار میں رکاوٹ پیدا کر کے فن پارے کے فطری بہاؤ کو مدھم کر دیتا ہے۔ مگر مولانا کی نعت گوئی میں اس کا اظہار کسی ایسی دقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتا۔ مولانا کی نعتِ رسول اکرم ﷺ سے وابستگی و عقیدت اور صاحبِ موضوع سے شیفتگی ومحبت کی شدت کی جولانی ان کے کلام میں شروع سے آخر تک یکساں اور موثر انداز میں جاری وساری نظر آتی ہے۔ تبحرِ علمی، زورِ بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں مکمل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذیل میں ان کی نعتوں سے چند متفرق شعر پیش کئے جاتے ہیں جن سے مولانا احمد رضا خان کی غیر معمولی ذہانت اور تبحرِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان اشعار میں انہوں نے جن اصطلاحات و حوالہ جات کو برتا ہے ان علوم وفنون اور حوالہ جات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

ایسا امی کس لئے منت کشِ استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقرا ربک الاکرم نہیں

قرآن: سورہ علق

لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

قرآن: سورہ القدر

من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی
ان ﷺ پر درود جن سے نوید اس خبر کی ہے

الحدیث:

مولانا نے بعض جگہ قرآن مجید اور حدیث نبی کے حوالوں کو ایک ہی شعر اور کہیں کہیں ایک ہی مصرع میں یکجا کر دیا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے۔

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شئی
تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

قرآن۔ حدیث

معنی قد رأی مقصد ما طغی
نرگسِ باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

قرآن۔ حدیث

مولانا کے کلام میں اس قبیل کی بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں نظر آتی ہیں۔ بعض نعتوں میں تو ایسے حوالے تسلسل سے نظر آتے ہیں جو ان کی قرآن و حدیث پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ ان کی شعری استعداد اور مہارت کا ثبوت ہیں۔ مولانا کے انداز بیاں اور ذوق نعت گوئی کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نعت کی تزئین کے لیے قرآن و احادیث کے حوالے محض عقیدتاً ہی نہیں دیے بلکہ ان کے استعمال میں ایک تخلیقی شعور کارفرما ہے قرآن و احادیث کا مطالعہ کرنے اور شعری باریکیوں کو سمجھنے والے جس طرح ان مقالات سے حظ اٹھا سکتے ہیں ایک قاری نہیں یہ الگ بات ہے کہ حضور اکرم سے محبت کے سبب ایسے اشعار سے ان کے دلوں میں بھی اہتزاز کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں قرآن و احادیث کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کے حوالے اور اصطلاحیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

علم نجوم

سراغ این و متیٰ کہاں ہے نشانِ کیف؟ کہاں نہ
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

مابعد الطبیعیات

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

ہندسہ

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

علمِ منطق

وہ گراں سنگی قدرِ مَس وہ ارزانی جود
نوعیہ بدلا کیے سنگ ولآلی ہاتھ میں

۲ فلسفۂ نظری

ان نشانوں کے علاوہ مولانا کے کلام میں سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں مباحثِ دینی اور مصطلحاتِ عملی کے حوالے فلسفہ وہیت، منطق و نجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعیات اور معانی و نحو کی اصطلاحیں نظر آتی ہیں۔ نعت کے ذیل میں مصطلحات کا یہ استعمال مولانا کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے عمیق مطالعے اور وسیع مشاہدے سے اخذ کردہ سلامیت اور صفت کو حضور اکرم ﷺ کی نعت کے بیان میں استعمال کر دیا ہے۔ اگر ان کی نعت کا اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو ان کی محبت رسول ﷺ اور شغفِ نعت کا ایک اور احسن پہلو ہمارے سامنے آتا ہے اور ان کی نعت ان کے تمام علمی فقہی مذہبی اور فنی تجربات و مشاہدات کا نچوڑ اور ان کے مطالعہ ظاہری اور مشاہدہ باطنی کا ماحصل نظر آتی ہے۔

دوسری خصوصیت نعت جس کا پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا زورِ بیان ہے مولانا کی نعتوں (خصوصاً سلام مشتمل بر سراپائے اطہر در تہنیت شادی اسریٰ اور درود یہ) میں قصیدوں کا سا شکوہ مگر مثنوی کی سی روانی ہے علمی وجاہت کے ساتھ ربط و تسلسل کا احترام ان طویل نعتوں کی خوبی ہے۔ قصیدہ سلامیہ اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ ہے۔ یہ ۱۶۷۔ اشعار پر

مشتمل ہے۔

اس سلام میں سراپائے سرورِ عالم ﷺ کو تحسین و درود کے ساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نہ صرف مولانا کے نعتیہ کلام بلکہ اردو نعت میں اس سلام کو بہت شہرت نصیب ہوئی نعت و میلاد کی مجلسوں کے علاوہ بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد اس سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا ایک خاص لحن اور آہنگ ہے جو کیف و تاثیر کا حامل ہے۔ کئی نعت گو شعرا نے اس سلام کی تقلید میں نعتیہ سلام لکھے۔ بعض شاعروں نے قافیہ میں تبدیلی کے ساتھ سلام کہا۔ اس سلام کی تضمین میں خمسے بھی لکھے گئے۔

اس سلام میں سراپائے سرورِ عالم ﷺ کی نعت کا ایک منفرد انداز ملتا ہے۔ سراپائے اطہر کے ساتھ اوصاف و صفاتِ محمدی کا بیان ہے شاعر نے بنی نوعِ انسان پر آپ کے فیوض و برکات کو بھی سلام کا حصہ بنالیا ہے۔ آخر میں صحابہ کرام کی منقبت کا عنصر بھی شاملِ سلام ہے۔ یوسف سلیم چشتی اس قصیدے کی شہرت و مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ''اسے یقیناً شرفِ قبولیت حاصل ہوگیا کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ﷺ ایسا ہوگا جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔''

قصیدہ معراجیہ مولانا کا دوسرا مشہور قصیدہ ہے جو تہنیت شادیِ اسریٰ کے عنوان سے موسوم ہے۔ نظم نسبتاً طویل اور مترنم بحر میں ہے۔

یہ قصیدہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع سے آخر تک یہی زورِ بیان اور تسلسل ہے۔ معراج کی مناسبت سے قصیدے کی پوری فضا رنگ و نور میں ڈوبی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے الفاظ کے انتخاب اور تشبیہ و استعارہ میں خوشی کے عنصر کو ملحوظ رکھا ہے۔ بحر کا ترنم اور نشاطیہ آہنگ اس پر مستزاد ہے۔ اس معراجیہ نظم میں اشارہ کنایہ سے موضوع کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کی گئی ہے کہ مولانا کی شعری استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً قربِ الٰہی کی کیفیت۔ اس کیفت کا عالمِ محسوسات سے ورا ہونا اور اعراض یعنی این متی کیف و کم کا اس عالم قرب میں گم ہونا زمان و مکان

اور ابتدا و انتہا نیز اطراف وحدود کے تعینات سے ورا معراج رسول اکرم ﷺ کی کیفیت و مشاہدہ کا اظہار مولانا نے جس ایماو کنایہ سے کیا ہے وہ ان کی عجز بیانی کا شاہکار ہے۔

مولانا کا تیسرا مشہور قصیدہ درودیہ ہے۔ یہ قصیدہ مولانا کے مشہور سلامیہ قصیدے کی بحر میں ہے۔

اس قصیدے میں اور خوبیوں کے علاوہ ایک اضافت کا التزام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مصرع کا آخری حرف حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ یہ صفت شاید ہی کسی اور شاعر نے اپنی نظم میں برتی ہو نیز یہ پورا سلام نعت لزوم مالا یلزم اور اس کا مصرع اول صنعت ذوقافتین میں ہے۔ حروف ہجا کی قید کے ساتھ ذوقافتین مصرعے کہنا اردو نعت میں پہلی مثال ہے

مولانا کا کمال فن یہ ہے کہ اس صنعت گری میں تخلیق کا رنگ جھلکتا ہے اور کہیں آورد یا تصنع کا گمان نہیں ہوتا۔ درود کے ساتھ ساتھ اس نعت میں حضور اکرم ﷺ کی جامع الصفات ہستی کے مختلف پہلوؤں کی تعریف کا بیان ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے فضائل و برکات کا تذکرہ بھی ہے اور آپ کی رحمت کا بیان بھی ہے۔

ان نعتوں کے علاوہ مولانا نے متعدد طویل نعتیں لکھیں چونکہ وہ رسما شعر نہیں کہتے، جذبہ دل کے پُر مشتق ہے اس کے باوجود کہیں زور بیان میں کمی یا ترسیل و اظہار میں لکنت کا احساس نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی داخلی کیفیات کے بیان اور اظہار شیفتگی کے باوصف فنی شکوہ سے عبارت ہے۔ ناقدین نعت نے مولانا کے جذبہ حب رسول ﷺ کا ذکر تو اکثر کیا ہے مگر ان کی نعت کے فنی محاسن شعری پختگی اور قادرالکلامی کا تذکرہ بہت کم ہوا ہے۔ حدائق بخشش کا جوہر اگرچہ مولانا کی داخلی کیفیات اور محبت رسول کا والہانہ پن ہی ہے لیکن اگر فنی محاسن وصفات کے نقطہ نظر سے مولانا کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو ان کے تبحر علمی، شعری صلاحیت، تخلیقی استعداد، صنعت گری اور زور بیان کے متعدد نمونے ملتے ہیں۔ جن کی نشاندہی ذیل کی جاتی ہے:

۱۔ ان کی اکثر نعتیں طویل اور زور بیان کا نمونہ ہیں۔

۲۔ان کی کئی نعتیں سنگلاخ زمینوں میں ہیں جن سے ان کی مشکل پسندی کا اندازہ ہوتا ہے۔مثلاً یہ مطلع ہے۔

ہے لبِ عیسیٰؑ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

۳۔ان کے ہاں صنائع بدائع کا استعمال بکثرت ملتا ہے مثلاً:
صنعت عزالشفتین (یعنی کلام میں ایسے حروف لانا جن کے پڑھنے کے وقت ہونٹ آپس میں نہ ملیں) صنعت تجنیس، صنعتِ اقتباس، صنعتِ تنسیق الصفات (ممدوح کے متعدد صفات ایک یا دونوں مصرعوں میں پیش کرنا) صنعتِ تضاد کے علاوہ متعدد نعتوں کا استعمال ہوا ہے۔علمِ بیان و بدائع اور صنائع کی خوبیاں ان کے کلام میں جابجا دیکھنے میں آتی ہیں جن میں تشبیہ، استعارہ کنایہ ایجاز، تلمیح، مجاز مرسل، لف ونشر، حسنِ تعلیل، مراعاۃ النظیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔
علامہ شمس بریلوی نے مولانا کی نعت گوئی کے خارجی محاسن کا ذکر کرتے ہوئے ان صنائع بدائع کا بطور خاص ذکر کیا ہے اور ''حدائقِ بخشش'' کے اشعارِ نعت سے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔

۴۔مولانا کے ہاں عربی فارسی کے الفاظ اور مصرعے تو عام ہیں مگر ان کی قادر الکلامی کا اندازہ اس کثیر اللسان نعت سے ہوتا ہے جس میں عربی فارسی ہندی اور اردو زبانوں کے جملے استعمال ہوئے ہیں۔اس کا مطلع درج ذیل ہے:

لم یات نظیرک فی نظر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

مختلف زبانوں کے باوجود یہ نعت عوام میں بہت معروف و پسندیدہ ہے اور مجالس نعت و میلاد میں ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہے۔

۵۔ مولانا کے کلام میں محاورے بکثرت ملتے ہیں۔ ان کے قصیدہ نوریہ کا مطلع ہے:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس ایک قصیدے میں بیسیوں محاورے استعمال ہوئے ہیں مثلاً "باڑا بٹنا" تو ڑا ہونا۔ توڑا لینا۔ کلمہ پڑھنا۔ صدقہ لینا۔ سونا چڑھنا۔ سہرا ماتھے پر رہنا۔ بخت جاگنا۔ ستارہ چمکنا۔ دن دونا ہونا۔ بول بالا ہونا۔ لہرا جنا۔ کلیجا ٹھنڈا ہونا۔ دینا۔ لو لگانا۔ ذرا سامنہ نکل آنا۔ چھینٹا پڑنا۔ آنکھیں مانگنا۔ ماتھے ٹیکا ہونا۔ آئینہ اندھا کرنا۔ گرمی کا جھلکا لانا۔ دل کے کنول کھلنا۔ الٹے قدموں پھرنا۔ اشاروں پہ چلنا۔ بے حکم پر مارنا۔ دو ورقہ لکھنا"۔ وغیرہ وغیرہ

۶۔ مولانا کے ہاں شکوہ الفاظ وتراکیب اور صوتی ہم آہنگی کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

فرشتے خدم ، رسول حشم ، تمام امم ، غلام کرم
وجود و عدم ، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
بسالتِ کل ، امامتِ کل ، سیادتِ کل ، امارتِ کل
حکومتِ کل ، ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

ایک بات جو مولانا کی نعت گوئی کے فنی محاسن کے ضمن میں کہنا ضروری ہے وہ ان کا تخلیقی استعمال ہے۔ مولانا کی نعت جن خارجی خوبیوں سے مزین ہے وہ کہیں بھی مولانا کے اظہار جذبات یا ترسیل فکر میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ ان کی صنعت گری اور پیکر آرائی نعت کے مامین اور موثر انداز میں پیش کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا خان کی خصوصیاتِ نعت اور فنی محاسن میں جو جو ہر روح کی طرح جاری وساری ہے۔ وہ ان کا جذبہ عشق رسول ﷺ ہے ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی حضور

اکرم ﷺ سے ان کی محبت و شیفتگی کے معترف ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کی جان اور اصل ان کا یہی سرمایہ عشق رسول ہے۔ ان کے لئے نعت گوئی شوق قافیہ پیمائی نہیں بلکہ روحانی واردات ہے۔ انکی نعتوں میں ان کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد عبدالسمیع ضیا چشتی مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: حدائق بخشش کے معروضی طرز اظہار اور حضرت رضا بریلوی کے انداز شیفتگی کا انکسار شدت جذبہ دل پر ہے یہ انداز سخن نہ صرف فطری ہے بلکہ ابدی صداقتوں اور شعری کیفیتوں کا پیغامبر بھی۔ اس کا تاثر انفرادی اور مقامی نہیں بلکہ شدید اور ہمہ گیر نوعیت کا ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات اور باطنی رجحانات پر مشتمل وہ جذبہ صادق اور خلوص کامل ہے جو ایک شعلہ بداماں دل کے اندر موجود و معروف کار رہتا ہے اس لئے وہ جذبہ صادق خلوصِ کامل قاری کے گوشہ جاں میں اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ اتر جاتا ہے۔

جذب و مستی کے عناصر یوں تو ہر بڑے نعت گو کے کلام میں نظر آتے ہیں لیکن مولانا کی نعت میں عشق رسول اکرم ﷺ کی وارفتگی و شیفتگی بہت نمایاں ہے۔ ان کا سلیقہ نعت ان کی محبت رسول کا مظہر ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور ان کے متعلقات روضہ مبارک مدینہ منورہ وغیرہ کا ذکر آتے ہی ان کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ سوز و درد اور جذب و اثر میں ڈوبی ہوئی متعدد نعتوں میں سے چند کے مطالعے درج ذیل ہیں ان نعتوں کی پوری فضا محبت رسول ﷺ میں سرشار ہے۔ اخلاق و تاثیر نا یہی جوہر ان کی نعتوں کی شہرت کا سبب ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا ﷺ تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

....

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

....

حاجیو آؤ شہنشاہ ﷺ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

....

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

مدینہ منورہ سے محبت عشق رسول ﷺ ہی کی علامت ہے۔ مولانا کو مدینے سے جو محبت وابستگی ہے وہ ان کی نعتوں سے چھلکتی ہے۔ خاک پائے حضور ﷺ، خار طیبہ سکان کوچہ حبیب ﷺ غرضیکہ مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ ان کے لئے قبلہ مراد ہے درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں:

اے خار طیبہ دیکھ کے دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

....

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

....

خوف ہے سمع خراشی سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ فغاں ہم کو

....

دل کے ٹکڑے نذرِ حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچہ دلدار ہم

نہایت معزز و ممتاز نعت گو

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء، ۱۹۲۱ء) نعت نگاروں میں ایک نہایت معزز و ممتاز نام۔ علمائے دین کے حلقے میں ایک نمائندہ دینی، علمی اور ادبی شخصیت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔ آپ صاحب شریعت و طریقت تھے۔ آپ کی نعتیں آپ کے وارداتِ قلبی اور کیفیاتِ روحانی کی آئینہ دار ہیں۔ ایک ایک مصرع عشق و عقیدت کے رنگ میں ڈوبا ہوا اور جذب وحال کی خوشبو میں بسا ہوا آپ کی شاعری کا محور صرف نعت وسلام اور منقبت ہے۔ آپ کی زبان و بیان میں بے تکلفی، برجستگی، شیفتگی اور طرز ادا میں نہایت دردمندی اور تاثیر ہے۔ حضور پاک ﷺ کی حیاتِ مقدسہ اور سیرتِ طیبہ کا ابلاغ آپ کی نعتیہ شاعری کا مقصود ہے۔ نعتوں میں ولادت اقدس، معراج، معجزات اور حضور علیہ السلام کی حیاتِ اقدس کے مظاہر و تجلیات کے مضامین پائے جاتے ہیں۔ اکثر نعتیں محافلِ میلاد اور جلسہ ہائے سیرت میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں مجلسی مقتضیات کا خیال رکھا گیا ہے۔ درود وسلام کے زمزموں سے آپ کا بہت سا نعتیہ کلام معمور ہے۔ بعض نعت وسلام طویل ہیں اور اول سے آخر تک جوشِ بیاں اور مضامین و افکار کا تنوع قائم ہے۔ آپ کے مشہور و مقبول سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہے۔ اشعار کی تعداد ۱۶۸ ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نعت وثنا کا ایک چشمہ مواج ہے جس کا تموج قلوب واذہان کو شاداب وسیراب کررہا ہے۔ جس کثرت سے آپ کے نعت وسلام جلسوں میں

پڑھے جاتے ہیں اور نعت خوانوں کی تنظیموں اور گروہوں میں مروج ہیں اس شرف میں کوئی آپ کا مماثل وشریک نہیں ہے۔

ریاض مجید کہتے ہیں "اردو نعت کی ترویج واشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے انہوں نے صرف یہ کہ اعلیٰ معیار نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کو نعت گوئی کی ترغیب دی۔ عاشقانِ رسول ﷺ کے لئے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک رکھتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے بقول "دیوان شروع سے آخر تک ایسی محبت اور عقیدت سے بھرا ہوا ہے کہ ایک دیندار اگر اسے اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھے تو کوئی بعید نہیں۔"

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی، کہتے ہیں "مولانا کے کلام حضور علیہ اسلام کے عشق کا سندر متلاطم ہے اور وہ نہایت کامیابی کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں زبان وبیان الفاظ ومحاورہ صنائع بدائع پر بلا کی قدرت حاصل ہے۔ اس سے ان کے اشعار کا حسن اور اثر سہ چند ہو گیا ہے۔ اکثر اشعار میں زبان وبیان کی خوبی اور محاورہ روزمرہ کے حسن نے کئی کئی صنعتیں پیدا کر دی ہیں۔

مولانا نے اپنی ایک نعت میں چہار لسانی تجربہ کیا ہے اور اردو، عربی، فارسی اور ہندی زبانوں کی ترکیب سے ایک خوبصورت اور دلکش نعت کہی ہے۔

البحر علا والموج تغی، من بیکس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

یہ ویسا ہی تجربہ ہے جو امیر خسرو نے زبانوں کے امتزاج سے کیا تھا لیکن فرق یہ ہے کہ خسرو نے غزل میں یہ روش اختیار کی تھی اور مولانا احمد رضا خاں کے یہاں نعت میں یہ صنعت

استعمال ہوتی ہے فارسی اور اردو نعتوں میں یہ صورت نعت گو شعرا کے یہاں رہی ہے کہ وہ اپنی زبان میں کسی دوسری زبان کا ٹکڑا لگا دیتے تھے۔

یالا سمکن الثنا ...... والا قطعہ ہے ...... لیکن مولانا کے یہاں اس تجربے کی بالکل مختلف شکل ہے۔ وہ ایک ہی شعر میں ہر مصرع کی تنصیف کے برابر کسی ایک زبان کے الفاظ منظوم کرتے ہیں اور اس طرح زبانوں کے اس تنظیمی استعمال سے شعر میں موسیقیت کا لطف ایک لفظی ترنم کی کیفیت اور ایک شگفتہ تاثر پیدا ہوتا ہے۔

ہم اسے فارسی شعری مروجہ روایت سے ایک جزوی گریز قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن ایک تو اسے بطور مستقل روش کے مولانا نے خود نہیں برتا، دوسرے ان کا مجموعی نعتیہ کلام فارسی روایت ہی کی توسیع و فروغ ہے اس لئے ہم اس "گریز" کو ایک تبدیلی اور تغیر قرار نہیں دے سکتے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ روش اس قدر مہارت وقدرت کی متقاضی ہے کہ بعد میں اسے اپنانے یا اس کے اتباع کی کوشش کہیں نظر نہیں آتی۔

حمد آمیز نعت :

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے دولتِ بیدار عشقِ مصطفٰی کا ساتھ ہو

نعت

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

☆

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا
ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

نعمتیں بانٹتا جس وقت وہ ذیشان گیا ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا
جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

☆

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد ﷺ
رضا پل سے اب وجد کرتے گزریے کہ ہے ربِّ سلم صدائے محمد ﷺ
سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

☆

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

☆

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

☆

وہ کمالِ حسنِ حضور ﷺ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

☆

عربی ، فارسی ، ہندی ، اردو کے امتزاج سے نعت کی تشکیل :

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا
بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے — ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

معراج نظم نذر بحضور سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوۃ والثنا : (۱۸۷ اشعار)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت — اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

☆

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ — قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

☆

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے — بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی

☆

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

☆☆☆☆☆

واصف شاہ ھدیٰ امام احمد رضا

ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ (انڈیا)

تہذیب و ثقافت فلسفۂ حیاتِ انسانی کے دو روشن ترین باب ہیں۔ ہر تہذیب ایک مذہب سے وابستہ ہے اور ثقافت اس کی اعلیٰ قدروں کی نمائندہ۔ ثقافت بنی نوع انسان بلکہ انسانیت کی ترقی کی آئینہ دار و ترجمان ہے۔ یہ دراصل عبادت ہے افراد قوم کی جمالیاتی حسن بلکہ جمالیاتی شعور کی بیدار سے مشہور فلسفی کانٹ نے جمالیاتی شعور کو حسِ اور عقل کا مقام اتصال کہا ہے۔ حسن و جمال کی اہمیت قرآن حکیم کی بے شمار آیات کریمہ سے واضح ہے۔

ولکم فیہا جمال جسین تریحون وحین تسرحون ۝ (سورۃ النحل)

ربنا اتینا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ (سورۂ بقرہ، ص ۲۰۱)

خلدین فیہا ط حسنت مستقرا ومقاما ط (سورۃ الفرقان ۷۶)

قرآن حکیم ایک مکمل نظام حیات اور ایک بے مثل دستور العمل ہے۔ انسان کی ظاہری و باطنی انفرادی و اجتماعی زندگی کس طرح اعتدال و توازن بلذت و سرور اور کیف و طمانیت سے ہمکنار رہے وہ اپنے معبود کے حضور کس شان عبدیت کا اظہار کرے، آخرت کی اس کھیتی کو کس انداز سے شاداب و سرسبز رکھے، کہ انجام کار حسن مآب کی منزل نصیب ہو؟ یہ سب کچھ ہمیں اسی ام الکتاب سے حاصل ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ کوئی شے ایسی نہیں جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین ۝ (سورۃ الانعام، ۵۹)

حسن و جمال دراصل نظر افروزی و سرور انگیزی کی منزہ و نامصور شے ہے۔ منزل حسن مآب یعنی جنت الفردوس میں مومن کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت افزا نعمت اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے خالق

حقیقی کے دیدار سے مشرف ہو۔

وان لہ عندنا لزلفے وحسن مآبo (سورۃ ص، ۳۵)

اس کے دیدار سے جس کی مثل کوئی شہ نہیں لیس کمثلہ شئی ط اور جو سراپا کمال ہے اللہ جمیل ویحب الجمال اسے حسن پسند ہے وصورکم فاحسن صورکم اور تمہاری صورتیں بنائی تو کیا ہی حسین صورتیں بنائیں (التغابن) ۳۔حتی کہ الذی احسن کل شئی خلقہ ط (اس نے جو چیز بھی بنائی حسین بنائی) سورہ سجدہ آیت ۷۔فطرتِ انسانی بھی ایک شہ ہے۔فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ط اور ارشاد باری ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویمo (بلاشبہ ہم نے انسان کی فطرت کو بہت ہی حسین بنایا ہے)۔سورۃ والتین۔فتبارک اللہ احسن الخالقین (سورۃ النور، آیت ۳۵) کائنات حسین ہے اس کے مناظر حسین ہیں۔یہ ساری خلقت جو ماسویٰ اللہ ہے اضافی حسن سے معمور ہے حسن سرچشمہ زندگی مقصد حیات اور روحانی سرور طمانیت قلبی کا منبع ہے۔یہ حسن جب مجازی شکل اختیار کرلے تو وہ شکل جو یقیناً کوئی شہ ہوگی حسین وخوبصورت کہلائے گی اور ہم اسے خلاقِ عالم کی تخلیق کہیں گے۔تخلیقی فعلیت کا یہی ہنر فن ہے۔خلاّقی روحِ الوہیت کی سب سے پہلی صفت ہے، جو بالارادہ ظہور پذیر ہوئی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی روح جسدِ آدم میں ڈال دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا۔

اذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشر من طینoفاذا سوّیتہ

ونفخت فیہ من روحی فقعو لہ سٰجدینo (سورۃ ص ۷۲)

جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں، جب اس میں تناسب وہم آہنگی (تسویہ) پیدا کردوں اور اپنی روح اس میں پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا۔

مختصر یہ کہ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان ہے جو تسویہ وتعدیل کی داخلی وخارجی اوصاف

کے ساتھ ساتھ علم وادراک اور فکر وتخیل کی نعمتوں سے نوازا گیا۔لہٰذا حسن کاری انسانی سرشت میں داخل ہوئی۔روح جو منِ امر ربی ہے اپنی صفت خلاقی کا مظاہرہ ہر حال میں کرے گی اور انسان اپنے پیمانۂ احساس وعقل کے ساتھ حسن وفن سے ہمیشہ ہم آہنگ رہے گا۔

شاعری بھی ایک فن ہے اور انتہائی لطیف فن۔فن کا ایک اہم مقصد فکر انگیزی اور قوائے عقلیہ کو محترک کر کے اس سے مفید تر کام لینا ہے۔قرآن حکیم نے لعلھم یتفکرون اور لعلکم تعقلون کہہ کر ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے تاکہ تخیل محض کی بے راہ روی کی تقلید میں شاعر یتبعھم الغاون کا مصداق نہ بن جائے۔شاعر حسن ازل کی سحر طرازیوں اور جلوہ بازیوں کو اپنے فن کی گرفت میں لانا چاہتا ہے ایک ایسا شاعر،ایک ایسا فن کار جو سرتا سر اسلامی تہذیب و ثقافت کا نمائندہ افضل ہو۔وہ کیوں نہ حسنِ مطلق یعنی نور السموٰت والارض کی اس شاہکار تخلیق کو پیش نظر رکھے۔جس تخلیق اور خالقِ کل کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں۔یعنی اس حدیث شریف کی رو سے ''اوّل ماخلق اللہ نوری والخلق کلھم من نوری وانا من نوراللہ'' خاتم النبین محبوب رب العلمین سببِ تخلیق کائنات میں ''لولاک لما خلقت الافلاک'' آپ پرتو جمالِ الٰہی و مظہر ذات کبریائی ہیں۔اس شاہکار تخلیق پر خود خالق فریفتہ ہے اور ساری کائنات بالخصوص جن و انس کو اس محبوب پر اپنی اس فریفتگی کا شریک چاہتا ہے جن وانس کی تخلیق کا سبب یہ بتایا کہ ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥'' (نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) (الذاریات)۔اور روح عبادتِ عشقِ محمدی ﷺ کو قرار دیا۔عشق کا خاصہ ہے کہ وہ کیفیات وواردات الفت ومحبت کا اظہار کرے۔اللہ جل شانہ،خود اپنے ملائکہ کے ساتھ حضور انور ﷺ پر درود وسلامتی بھیجتا ہے اور جن وانس کو اس کا حکم دیتا ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔

(ان اللہ وملٰئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما)

گویا رسول مقبول ﷺ پر درود بھیجنا ان کا ذکر کرنا ان سے عشق و محبت کا اظہار کرنا خواہ وہ قولی ہو یا فعلی ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس طرح مدح و توصیف رسول ﷺ اور نعت نبی ﷺ کا رشتہ عبادت الٰہی سے مل جاتا ہے۔

اس پیش گفتار سے میری مراد دراصل افضل الافضل حضرت امام احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی کی نعتیہ شاعری میں فکر و فن اور حسن و عشق کی تابکاریوں کی جائزہ لینا ہے۔ ان کی فنکارانہ کاوشوں شاعرانہ صلاحیتوں اور والہانہ جذبات عشق رسول کی نیرنگیوں پر نظر ڈالنی ہے تاکہ شعر و سخن میں بھی ان کے صحیح مقام اور مرتبہ کا تعین کیا جاسکے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ تخلیقی فعلیت خاصہ روحی ہے۔ لہٰذا فن کار کے لئے فن میں حقیقت کی ترجمانی لازمی و ابدی قرار پائی۔ اسے اپنے فن کو بہرحال اور اقدار حقیقی کا آئینہ دار بنانا ہوگا تفنن طبع اور ذہنی تفریح تخلیقی فن کا مقصد کبھی نہیں خالق کل فرماتا ہے۔ وما خلقنا السموات والارض وما بینھما لٰعبین ٥ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے کھیل کے طور پر) (سورۂ دخان آیت ۳۸)۔

عالم باعمل فاضل بریلوی حضرت احمد رضا خاں صاحب اسلامی تاریخ کی ایسی عبقری شخصیت اور فرد نابغہ کا نام ہے۔ جس میں مجددیت کے سارے اوصاف مجتمع تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

علم و فضل کے میدان میں حضرت رضا کی بسیار جہتی اہل نظر سے خراج عقیدت وصول کرتی رہے گی۔ ان کی شاعری فنی نقطۂ نظر سے معیار و کمال کی حامل اور سر بسر حمد و نعت و منقبت پر ہی مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نعت ایک مشکل مگر بہترین صنف سخن اور باعث خیر و ثواب ہے۔ زور قلم اور جولانی طبع کے تحت اس فن میں قدم قدم پر خطرات کا سامنا ہے۔ وہ ذات مقدس جس کی سرکار میں دانستہ و نادانستہ ذرا بھی سوئے ادب، حبط اعمال کا سبب ہو۔ اس کی مدح و نعت

بڑے ہوش وحواس کا نام ہے"باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار" کی منزل ہمہ دم پیش نگاہ رہنی چاہیے۔"الملفوظ" میں حضرت فاضل بریلوی نے فن نعت گوئی کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے۔اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن وحدیث کو ہی شمع راہ بنایا یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے نعت گوئی میں آپ حضرت حسانؓ کی پیروی کافی سمجھتے ہیں۔جن کی نعتیں سن کر خود رسالت مآب محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں لکھتے ہیں:۔

توشہ میں غم و اشک کا سامان بس ہے

افغانِ دل زار حدی خوان بس ہے

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو

نقشِ قدم حضرت حسانؓ بس ہے

احکام شریعت کی تبلیغ ونگرانی میں آپ بہت ہی سخت تھے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ

بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

"حدائق بخشش" ہردو حصص حضرت رضا کی نعتوں کا مجموعہ اور ایک متاع بے بہا ہے جس پر اردو کی نعتیہ شاعری ہمیشہ ناز کرے گی۔حضرت رضا کی نعتیں سادہ، سہل، عام فہم سوز و گداز قلب اور عاشقانہ جذبات سے محو ہیں۔مخصوص فنی نقطہ نظر سے بھی مشکل اور سخت زمینوں میں آپ کی نعتیں بندش وتراکیب اور قدرت بیان کا سارا حسن رکھتی ہیں۔

اردو کی کلاسیکی شاعری کے وہ سارے اوصاف جن پر اہلِ زبان کو ناز ہے حضرت رضا کے کلام میں بھرے پڑے ہیں۔شوخی طبع کے باوجود آپ نے بڑی احتیاط سے عروسِ سخن کو ان تمام زیورات سے آراستہ کیا ہے،جو نعت گوئی کے تقدس واحترام کے ساتھ اس کے حسن کو چار چاند

لگاتے ہیں۔ شاعر کو اپنی لیاقتِ فن کا پورا احساس تھا ۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

وہ ایک وہبی شاعر تھے، فنکاری و حسن آفرینی کے لئے موزونیٔ طبع ازبس ضروری ہے۔ یہ محض فیضانِ الٰہی ہے اور کچھ نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے۔ الشعراء تلامیذ الرحمٰن کیونکہ:

طبع موزوں نہ کسی و عملی است
از عطیات فیض لم یزلی است

انہیں زبان و بیان پر ملکہ حاصل تھا، فارسی و عربی میں مہارت کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا ستھرا شعور رکھتے تھے ان کی اردو لکھنؤ کی با محاورہ ٹکسالی زبان ہے۔ کلام کی سنجیدگی لب ولہجہ کی بلند آہنگی، طنطنہ اور زور اس میدان میں بے مثل استادی کی دلیل ہے ایک نعت شریف کے چند اشعار میرے اس دعویٰ کی تصدیق کریں گے، ملاحظہ ہو ۔

رشکِ قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں
درِ نجف ہوں گوہرِ پاکِ خوشاب ہوں
یعنی ترابِ رہگذر بو تراب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشمِ پُر آب ہوں
دل ہو تو برق کا دلِ پُر اضطراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا
رنگِ پریدۂ رخ گُل کا جواب ہوں
بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد
پروردۂ کنار سراب و حباب ہوں

حسرت میں خاک بوسیِ طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

ناسخ ہوں کہ اسیر، غالب ہوں کہ مومن انہیں شہرت و مقبولیت جس برتے اور کمالِ فن پر حاصل ہوئی کیا مندرجہ بالا کلامِ رضا کسی طرح بھی اس معیار کیف و کم سے کم ہے؟ اس ایک نعتیہ غزل میں شعر و سخن کے کتنے محاسن جمع ہیں، نادر استعارے، تازہ کار تشبیہیں، صنعت ولف ونشر، حسن تضاد، مراعاۃ النظیر، رعایت لفظی، سادگی، صفائی لب ولہجہ کا بانکپن، شوخی، طبع، مضمون آفرینی پروازِ فکر اور کیا کچھ نہیں ہے۔

غالب اردو کا مایۂ ناز شاعر ہے، حضرت رضا نے غالب کی جن زمینوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے ان سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ نظرِ انصاف ہیں دونوں کے اشعار دیکھے اور معیاروں و منہاج کے پیشِ نظر ان پر صاد لگا یئے۔ غالب کی مشہور غزل ہے۔

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کے یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کے یوں

غالب کی ایک اور مقبول غزل ہے:

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

حضرت رضا کی غزل کا انداز اس شعر سے لگایئے۔

جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

حضورانور ﷺ کے جسم منور کا سایہ نہ ہونے کی بہت ساری شاعرانہ توجیہیں بیان کی جاتی رہی ہیں، دیکھئے حضرت رضا کس خوبصورتی سے کہتے ہیں۔

راہِ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی، زیرِ قدم بچھائے کیوں
ہے تو رضاؔ نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

آپ نے جو زمانہ پایا ہے، وہ ہندوستان میں مسلمانوں کا زوال یافتہ عہد تھا۔ بادشاہت ختم ہو چکی تھی انگریزوں کی غلامی کا دور تھا مسلم معاشرہ مسلم تہذیب اور اسلامی ثقافت کے عروج کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے ہزار عیوب کے باوجود فنون لطیفہ کی دلکشی ابھی باقی تھی۔ شعر و سخن کا ہر طرف چرچا تھا، محفلیں گرم تھیں، زبان دانی کے سکّے بٹھائے جاتے تھے حضرت رضا اپنی بے شمار صلاحیتوں کے ساتھ اگر صرف اس میدان زبان دانی میں اپنا علم لہراتے تو کوئی مقابل نہ تھا۔ مگر ان کی ساری توجہ حفاظتِ دین متین اور شریعت محمدی کی پاسبانی پر رہی اسلام کے بنیادی عقائد پر جو بالتحریک حملے ہو رہے تھے، فتنہ نجدیہ نے جو طوفان برپا کر رکھا تھا اور جزیرۃ العرب کو ہلاتا ہوا یہ زلزلہ جس تیزی سے ہندوستان میں بڑھ چلا تھا اگر امام احمد رضاؔ خاں اس کا توڑ نہ کرتے تو خدا معلوم کفریاتِ وہابیہ کا سیلاب کتنوں کے سفینۂ ایمانی کو غرق کر دیتا۔ حضرت فاضل بریلوی نے جس جانفشانی اور جگر کاوی کے ساتھ ردِّ وہابیہ کے لئے خود کو وقف کر دیا، وہ کچھ ان ہی کا حصہ تھا۔

ایں کار از او آید و مرداں چنیں کنند

ان کی زندگی کا یہ مذہبی مشن ان کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل رہا اور وہ اکثر حلقوں میں موردِ طعن و ملامت رہے، مگر یہ تو سنّتِ روز ازل ہے کہ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کار رہا ہے۔ اہلِ سنّت و جماعت کے امام عصر حاضر حق کے لئے کسی کو خاطر میں نہ لائے انہیں اس کا احساس تھا، وہ لکھتے ہیں۔

سنّیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں
پھول بن کر ہو گئے کیا خار ہم

لیکن حوصلہ یہ تھا کہ۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

رسول مقبول ﷺ نے نجد سے متعلق جو پیشگوئیاں فرمائی تھیں وہ سب کی سب اپنے وقت سے ظاہر ہوئیں۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے جو کچھ کیا وہ کس سے پوشیدہ ہے۔ اس کے پیروؤں کے عقائد شیطانی بس معاذ اللہ حب رسول کی شدت نے دشمنانِ رسول ﷺ کے لئے کلک رضا کو واقعی خنجر خونخوار و برق بار بنادیا تھا، فرماتے ہیں:

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے تو نجدی مرے دل سے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حضرت رضا کی شاعری میں ان کی مذہبیت نے یہ رخ ضرور پیدا کیا ہے جو سراسر حقائق پر مبنی ہے۔ اس کے باوجود اگر خالص فنی اخلاقی جائزہ لیا جائے تو رضا کی شاعری دلی اور لکھنو کی معیاری شاعری کے نمونے پیش کرے گی۔

زبان کی صفائی، شستگی و برجستگی اور سہل ممتنع کی مثالیں دیکھنی ہوں تو ذیل کے اشعار موجود ہیں۔

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

آنکھیں رو رو کے سو جانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے
کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

☆

اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

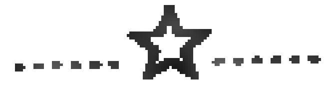
اُن کی تبحر علمی ان کے بیشتر اشعار سے ظاہر ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت رضاؔ کی زبان خالص ٹکسالی زبان ہے، ان کے یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنو کی خالص بیگماتی اردو کا جزو ہیں مثلاً منگتا۔ گمنا۔ بھرن۔ خدائی خوار۔ گدگدی کرنا۔ رپر بلا اٹھا ہوا بتانا وغیرہ۔

روزمرّہ محاورہ اور لب ولہجہ کا ستھرا پن ان کے کلام کا خاص جوہر ہے۔ اس کے باوصف سخت اور دشوار زمینوں میں حضرتِ رضاؔ نے جو مضامین باندھے ہیں۔ وہ ان کی قادر الکلامی پر دال ہیں آپ کی طبیعت مشکل پسند تھی اور یہ مشکل بھی انہیں اتنی سہل تھی، کہ کوئی تکلف ہی نہیں۔

وہ رعایت لفظی سے بھی اپنے کلام میں بڑی دلکشی اور جاذبیت پیدا کرتے ہیں۔
ترنم نغمگی اور موسیقیت بحروں کے انتخاب پر بھی موقوف ہے۔ ذیل کے اشعار شاعر کے بالیدہ شعور کی غمازی کرتے ہیں۔

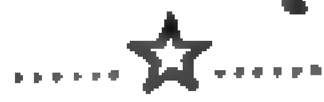
کرتا تو ہے یاد ان کی غفلت کو ذرا رو کے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں



اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر فاضل بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کرتے تو آج اردو دنیا میں ان کا مقام میر و غالب ہی کی طرح محفوظ سمجھا جاتا اور شہرت ان کے قدموں سے لگی رہتی لیکن اس عاشقِ رسولؐ نے شعر گوئی و سخن طرازی کو اپنے جذبہ عشقِ رسول کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اظہار و ابلاغ کا یہ وسیلہ چونکہ اپنی نوعیت میں فن تھا لہٰذا انہوں نے اس کے آداب و احترام کو کماحقہ رکھتے ہوئے فنی تقاضوں کو بتمام پورا کیا، وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے



ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں



اے رضا جانِ عنا دل ترے نغموں پہ نثار
بلبلِ باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے



مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا علمی رُخ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (جسولی، بھارت)

کسی شاعر کے شعری خصوصیات اس کے جمالیاتی احساس، اس کی زباندانی وقادرالکلامی عرعلمی اور افکار عالیہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ نعت گوئی خصوصاً ادبی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ ہی وفکری وقار وجلال کی متقاضی ہوتی ہے۔

ولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی عقلی اور نقلی علوم فنون کے جامع اور بذات خود علم و آگہی کا ایک ان تھے لہٰذا ان کی تبحر علمی کا ان کی شاعری پر اثر انداز ہونا ایک فطری اور لازمی امر ہے۔ مولانا وصوف کی مضمون و معنی آفرینی اور ان کے فکر و تخیل کی رفعت کے جو نمونے ادبی محاسن کے ئرے میں پیش کیے گئے ان میں اک مقام پر ادبی جمال کے روش بدوش علمی کمال بھی جلوہ گر نظر تا ہے۔ تلمیحات کے ضمن میں بھی ان کے علمی وفکری حسن کی تابانی لہریں بستی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ں تو جیسا کہ مولانا موصوف نے دعویٰ کیا ہے۔

"قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی"

کے مصداق کے ہر ہر شعر کو قرآن اور اس کی تفسیر احادیث رسول ﷺ پر منطبق دیکھا جاسکتا ہے لیکن آن وسنت کے افکار اور ان کی تابشوں سے آراستہ صاف و صریح طور پر بھی اشعار کی اچھی خاصی داد موجود ہے۔ علاوہ اس کے مختلف عقلی علوم و فنون کے نظریات اور مصطلحات پر مبنی اشعار بھی جود ہیں جو ان کے مخصوص تخلیقی انداز میں ان کی نعت گوئی کا جزو بن گئے ہیں۔

نارہ قرآنی آیات سے مزین اشعار

ورفعنا لک ذکرک، کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

(الم نشرح پ ۳۰)

یہ انکا بڑھنا تو نام کا تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا "دنیٰ فتدلّٰی" کا سلسلہ تھا

(والنجم پ ۳۰)

لا ملئنّ جھنم تھا وعدہ ازلی
نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا

(پ ۲۱ رکوع ۵)

ک گیسو، ہ دہن ی ابرو، آنکھیں ع ص
کھٰیٰعٓصٓ ہے ان کا ہے چہرہ نور کا

(پ ۱۶، سورہ مریم آیت ۱)

ایسا امّی کس لئے منّت کش استاد ہو
کیا کفایت اسکو اقرا وربک الاکرم نہیں

(سورہ علق)

غنچے ما اوحیٰ کے یوں چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محروم نہیں

(سورۂ والنجم ۲۷)

مجرم بلائے جاتے ہیں جاءوک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

(پ ۵ رکوع ۵)

مومن ہوں مومنوں کو رؤف و رحیم ہو

سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے

(سورۂ والضحیٰ پ ۳۰)

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(سورۂ القدر پ ۳۰)

معنی قدرای مقصد ماطغیٰ

نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

(سورۂ النجم پ ۲۷ حدیث)

ایک ہی شعر میں قرآن اور حدیث دونوں کے اشارے موجود ہیں۔

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں

روح قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

(والنجم پ ۲۷)

شش جہت سمتِ مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

(والنجم)

نہ عرش ایمن نہ انی ذاھب میں مہمانی ہے

نہ لذت ادن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

(پ ۲۳، حدیث)

مژگاں کی صفیں چار ہیں ، دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیالِ عشر

(سورۃ الفجر پ ۳۰)

وصف رخ ان کا-کیا کرتے ہیں شرح و الشمس ،ضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

(سورۃ الضحیٰ پ ۳۰)

اَنتَ فِیہِم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

(قرآن پارہ ۹)

ان پر کتاب اتری بیاناً لکُلِّ شئی
تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

(پ ۱۴،حدیث)

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

(سورۃ النساء پ ۶)

مندرجہ بالا اشعار میں قرآن کریم کے کلمہ ولفظ کی صراحت ہے۔اس لئے ان کی نشان دہی آسان ہے
اب چند اشعار ایسے دیکھئے جن میں قرآنی مفاہیم موجود ہیں لیکن صراحت نہیں ہے۔

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

(پارہ ۱۵ بنی اسرائیل)

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(پارہ ۳۰)

فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

(پارہ ۲۲)

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اُس حریمِ براءَت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

(سورۂ نور پارہ ۱۸)

☆☆☆☆☆

(نوٹ) زیرِ نظر مضمون ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے غیر مطبوعہ مقالہ (p h d) سے لیا گیا ہے
ہم جناب وجاہت رسول قادری صاحب، جناب ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاجب اور
ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ کراچی) کے شکر گزار ہیں۔ (ادارہ)

حدائق بخشش میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے طرح طرح سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا ہے اور اس طور پر کیا ہے کہ بہت کم شعرا نے ایسا کیا ہوگا لیکن قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے کہ شاعر کی پیاس اور اظہار کی تشنگی اسی طرح منہ کھولے العطش العطش پکار رہی ہے۔ یہی عشق ﷺ کا کرشمہ ہے۔

صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث آئی ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایمان میں کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے بیٹے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ حب رسول ﷺ جزو ایمان ہے اور یہی حب رسول ﷺ وسلم نعت گوئی کی بنیاد ہے۔ عشق نہ ہو تو انسان راکھ کا ڈھیر ہے اور عشق رسول ﷺ نہ ہو تو انسان بے حس و بے جان لاشہ ہے۔ جو معاشرے حب رسول ﷺ سے سرشار ہیں۔ زندہ ہیں۔ قادر ہیں' آباد ہیں اور جو حب رسول ﷺ سے ناآشنا ہیں وحشی ہیں' تہذیب سے ناآشنا ہیں، انسانیت سے محروم ہیں عشق رسول ﷺ فصل کو وصل میں بدل دیتا ہے اور نعتیہ شاعری معیار آدمیت کو فلک افلاک تک لے جاتی ہے۔ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری نے مجھے عشق رسول ﷺ سے سرشار کیا مجھ پر کیفیات روحانی کے نئے در وا کئے اور میری لے اور میری آواز اور لہجے میں ان کی آواز اور لے شامل ہوگئی۔ یہی اچھی عشقیہ شاعری کی تاثیر ہے۔

حدائق بخشش کے بارے میں ایک اور بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو اپنے سرہانے رکھئے اور روز ایک آدھ نعت دھیرے دھیرے اس کی کیفیات کو اپنے باطن میں سموتے ہوئے پڑھئے تو آپ رفتہ رفتہ محسوس کریں گے کہ حضرت کا کلام ہی نہیں بلکہ خود حضرت آپ سے کلام کر رہے ہیں اور روح عشق مصطفیٰ ﷺ آپ کے اندر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ ان کی آواز میں ایک جادو ہے' ایک سحر ایسا طلسم ہے اور زبان و بیان پر ایسی قدرت ہے کہ کم کو نصیب ہوگی۔ چند شعر سنیئے۔

اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

دریا کا جوش ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا تو کہاں ہے مری شاہ لے خبر
منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر میری اے ماہ لے خبر
پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
اُن کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر
جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر
منزل نئی عزیز جدا لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہِ غم میں پرِ کاہ لے خبر
مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندہ درگاہ لے خبر

ان اشعار میں عشق سے پیدا ہونے والا وہ کرب ہے جو ایک ایسی روح پھونک رہا ہے جو احمد رضا خاں کی شاعری اور ان کے عشق رسول ﷺ کی پہچان ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات وصفات اور حیات وسیرت کو کیفیت عشق سے ملا کر ایک نیا رنگ پیدا کیا ہے۔
یہ تین شعر اور سنئے:

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پہ کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا
کی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے کلام میں یہ تاثیر عشق رسول ﷺ سے آئی ہے اور یہی وہ رنگ ہے جو ان کے کلام کو ہمیشہ تازہ، زندہ اور پراثر رکھے گا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ رباعیات

اقبال عالم (ایم اے)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس نے اس کتاب کو حفاظ کے سینوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ یہ واحد کتاب ہے جو تیس پاروں پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی زیر زبر پیش کے ساتھ شبینوں اور قرات کی محفلوں میں باقاعدگی کے ساتھ سنی جاسکتی ہے۔ رمضان کے مہینے میں تراویح ہر مسجد میں پڑھاتی جاتی ہیں اور قاری اور حفاظ ختم قرآن کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ قرات کی محفلوں میں قرآنی آیات کی خوش الحانی سے ادائیگی جوش وعقیدت سے تلاوت قاری کے دلوں کو ایمان کی تازگی بخشنے کی علامت ہے۔

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنما اصول وضع کئے ہیں۔ یہ اصول انساں کو بہترین زندگی گزارنے کا شعور بخشتے ہیں۔ اسلام کے اصولوں سے اختلاف اور شکوک وشبہات کی چاشنی ملا کر عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں ہر دور میں منافقین اور دوست نما دشمنوں کا مشغلہ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے مصلحت اندیش منافقین اور بے بنیاد افواہ سازوں کی سرکوبی کے لئے ایسی ہستیوں کو پیدا کیا ہے جنہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے مدلل جوابات دے جن سے ان کے گھناونے پروپیگنڈے دم توڑ گئے۔

شاہ احمد رضا خاں ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان مذہبی اقدار کا حامل تھا عشق رسول سے سرشار ماحول میں تربیت پانا ایک ایسے بچے کے لئے جس نے سنِ شعور سے پہلے ہی قرآن شریف پڑھ لیا ہو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ احمد رضا خاں غیر معمولی ذہین تھے۔ ان کا

حافظہ بے مثال تھا انھوں نے مختصر سے عرصے میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اردو، عربی، فارسی زبان پر عبور کے علاوہ کم وبیش پچاس علوم پر دسترس حاصل کی۔ فقہ اسلامی اور حدیث پر عبور حاصل کیا۔

شاہ احمد رضا خاں نے نعت گوئی میں کمال حاصل کیا۔ اردو فارسی اور عربی میں ایسی ایمان افروز نعتیں کہیں جو حضور سرور کونین کی سیرت ان کے سراپا، ان کی گفتار، ان کے عجز وخلوص اور ان کے حسنِ سلوک کی مظہر ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن۔ کے مصداق ان کے سراپا رحمت ہونے کا تذکرہ ایسے موثر اور دلنشیں پیرائے میں کرتے ہیں کہ قاری اور سامع سبحان اللہ اور الحمدللہ کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ شاہ صاحب کو تحریر و تقریر پر ملکہ حاصل تھا وہ بڑی سادگی اور شائستگی سے اپنا مافی الضمیر سامع اور قاری تک پہنچا دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی جید عالم اور علم وعمل کے روشن مینار تھے۔ عشق رسول میں سرشار وہ عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ اللہ کے بندوں کے روزمرّہ کے مسائل کے حل میں ہمہ تن مشغول رہتے۔ شاہ صاحب کی کم وبیش ایک ہزار تصانیف منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوکر اہلِ علم و ادب اور عوام الناس سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔ قرآن مجید کا اردو ترجمہ ''کنزالایمان'' ان کا عظیم کارنامہ ہے فقہ وحدیث پر ان کی کتاب ''فتاوی رضویہ'' ان کی علمی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے مولانا احمد رضا خاں کا شعری مجموعہ حدائقِ بخشش ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے۔ ان کی نعتوں میں غنائیت کی چاشنی کے ساتھ اثر انگیزی کا پہلو نمایاں ہے ان کی نعت کا ہر شعر دل میں اتر جاتا ہے اور آقائے نامدار سرکار مدینہ کے نام لیواؤں کے لئے روح کی بالیدگی کا سبب بن جاتا ہے۔ ان کی نعتیں اردو ہندی، اردو فارسی اور اردو عربی کے امتزاج سے خوب سے خوب تر کا تاثر پیدا کرتی ہیں۔ غزل کی مروجہ بحروں میں انھوں نے بڑی خوبصورت اور ایمان افروز نعتیں کہی ہیں۔ نعتوں کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب نے رباعیات پر طبع آزمائی کر کے اس مشکل صنف میں بھی اپنا لوہا منوالیا۔ شاہ احمد رضا خاں کی رباعی ملاحظہ ہو۔

میں ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

شاہ احمد رضا خاں کی شاعری اور نعت گوئی کا منبع قرآن حکیم ہے عشقِ رسول ان کی زندگی کا محور ہے طریقت اور شریعت کے دائرے میں رہ کر حفظِ مراتب کا کماحقہ خیال رکھنا ان کا خاصہ ہے۔

رباعیات کے میدان میں انھوں نے اپنے فکری جوہر دکھائے۔ رباعی ایک مشکل صنف ہے چار مصرعوں میں نفسِ مضمون کی ادائیگی اور الفاظ کے در و بست کے ساتھ ساتھ موثر انداز میں سادہ اور سلیس زبان کا استعمال کمالِ فن ہے۔ رباعی چار مصرعوں پر محیط ہوتی ہے پہلے دو مصرع اور چوتھا مصرع ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں جبکہ تیسرے مصرع میں قافیہ اور ردیف کی پابندی نہیں ہوتی۔ کسی مضمون کو رباعی کے چار مصرعوں میں اس طرح نظم کیا جاتا ہے کہ نفس مضمون پوری طرح محسوس ہو جا سکتا ہو۔ مثلاً۔ ش ملیح آبادی کی علم پر یہ رباعی ملاحظہ ہو۔

اکثر انعام قہر بن جاتا ہے
یہ بحر کثیف نہر بن جاتا ہے
وہ علم جو اکثیر ہے انساں کے لئے
گر ہضم نہ ہو زہر بن جاتا ہے

رباعی کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ جو بات کہی جائے وہ سامع کی سمجھ میں آجائے اور جو بات سمجھ میں آجاتی ہے دلنشین ہو جاتی ہے۔ علم کا حصول اسلام میں اہم فریضہ ہے علم حاصل کرنے والا اگر اس علم کو مفادِ عامہ میں اللہ کے بندوں کی بھلائی میں استعمال کرنے کے بجائے غلط سمت میں استعمال کرے گا تو یہ علم نافع ہونے کے بجائے زہر ثابت ہوتا ہے۔

استاد ذوق کی یہ رباعی عام فہم اور سادگی کی مظہر ہے۔

کیا فائدہ بیش و کم سے ہوگا
ہم ہیں کیا جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

انسان کی بے بضاعتی کا تصور اور خالق و مالک کے کرم کا تذکرہ ہمیں اللہ کی شانِ کریمی کا ادراک دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کی عظمت اور اس کی رحمت کا احاطہ کرتا ہے یہی رباعی کی خوبی ہے جو بندے کی بے کسی اور معبود کے مختار کل کا فرق واضح کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے رباعیات میں عجز و انکسار اور بندوں کی نارسائی اور مجبوری کا پہلو نمایاں ہے اپنی ذات کا ادراک ہی انسان کی عظمت کا ثبوت ہے ذرا دیکھئے شاہ احمد رضا خاں کی یہ رباعی:۔

محسور جہاں دانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضاؔ کی بے مثالی میں ہے
ہر شخص کو اک وصف میں ہوتا ہے کمال
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

اپنی ذات میں بے کمالی کو کمال کا درجہ دینا منکسر المزاجی کا آئینہ دار ہے۔ غرور اور تمکنت کے بجائے انھوں نے عاجزانہ رویہ اختیار کیا ایک اور رباعی اسی قبیل کی ملاحظہ ہو۔

کس منہ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

نعت گوئی میں حضرت حسان کی پیروی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

توشے میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زار حدیخواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدم حضرت حسّاں بس ہے

منور ... کائنات کے سراپا کی تعریف میں شاہ صاحب کی عقیدت کا انداز دیکھئے۔

کس درجہ ہے روشن تنِ محبوب الٰہ
جامہ سے عیاں رنگِ بدن ہے واللہ
کپڑے یہ نہیں میلے ہیں اس گل کے رضا
فریاد کو آئی ہے سیاہی گناہ

سرکارِ دو عالم تاجدارِ انبیاء حضرت محمد ﷺ کے چہرۂ انور اور ابروئے شاہ امم کی توصیف میں شاہ صاحب ... تے ہیں۔

ہے جلوہ گہہ نور الٰہی وہ رُو
قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

... محترم کے سایہ کے متعلق مولانا احمد رضا خاں کی فکر رسا کا اندازہ اس رباعی سے کیجیے۔

معدوم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گہہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سائے کے دو حصے کئے
آدھے سے حَسَن بنے ہیں آدھے سے حُسین

... ہے پروازِ فکر سچے عاشقِ رسول کی جس نے حسن اور حسین کو سردارِ دو عالم کے سائے سے تعبیر کیا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ یہ ہے مرتبہ تاجدار انبیاء، ختم الرسل محبوب رب ذوالجلال کا جسے اللہ نے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت محمد ﷺ کے مرتبے کو پہچانتے ہیں جس نے اللہ کے بندوں کو اللہ سے روشناس کرایا اس کی وحدت کا اعلان کیا اللہ رب العزت کو خلاقِ دو عالم اور رزاق دو عالم بتایا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بس وہی عالم الغیب ہے وہی اپنے بندوں کا حاجت روا ہے وہی عبادت کے لائق ہے وہی رب المشرقین و رب المغربین ہے۔ وہ قادر مطلق ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر جگہ موجود ہے۔ وہ سمیع ہے وہ بصیر ہے۔ وہی مالکِ بحر و بر ہے۔ اسی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

شاہ احمد رضا خاں کے نزدیک حضور محمد ﷺ اللہ کے بعد بزرگ و برتر ہیں اور رسول اکرم سے ان کی محبت والہانہ ہے انھوں نے اپنی زندگی میں دو حج کیے اور قرآن مجید کے اردو ترجمے اور فقہ و حدیث کے حوالے سے نہ صرف برصغیر بلکہ علمائے عرب سے بھی خراج تحسین حاصل کیا۔

اس رباعی میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ
عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر کے حضور
ایمان پہ اس وقت اٹھانا مولیٰ

☆☆☆☆☆

لاکھوں سلام

خواجہ تاجدار عادل

بہت دنوں کی بات ہے۔ مجھے پڑھنے لکھنے کا شوق تو تھا لیکن لوگوں کی رائے جاننے اور ان کے تنقید وتبصروں کی محفل میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ ایک محفل میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا اور وہاں حسب معمول ادب کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی جو ہوتے ہوتے ادب کے نئے رجحانات کی طرف گئی اور پھر وہاں سے نعتیہ شاعری کی طرف آئی۔ اور پھر خواجہ میر درد، علامہ اقبال، محسن کاکوروی سے ہوتی ہوئی مولانا احمد رضا خان بریلوی پر رُکی۔ اور مولانا کی شاعری پر جو اعتراض متفق علیہ قرار پایا وہ نعت کے حوالے سے غلو کے سبب سے توازن کو چھوڑ دینا تھا۔

میں اس محفل میں سُنتا رہا۔ مولانا کے سلسلے میں میرا مطالعہ بہت کم تھا لہٰذا خاموش تھا جو کہنے کی گنجائش مطالعہ کے بعد ہوتی وہ بھی نہیں تھی ایک ہلکی سی ناگواری احساس میں پیدا ہوئی کہ اب عقل، جذبات کو بھی اپنی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتی ہے اور ایمان واعتقاد بھی اُس سے نہیں بچ سکتے۔ لہٰذا میں نے موضوع بدلنے کے لئے محفل میں حضرت صبا اکبر آبادی کا یہ شعر پڑھا اور رائے طلب کی کہ آیا یہ غلو ہے۔

عقیدہ کی شدت ہے، یا کیا ہے۔

شعر تھا ۔

جو کہا تم نے زباں سے ، وہی تسلیم کیا
اصل میں مذہب و ایمان صبا کا تم ہو

چونکہ موضوعِ گفتگو صفِ نعت تھی لہٰذا ایک ایک لفظ پر گفتگو ہوئی اور یہاں لفظِ اصل پکڑا گیا کہ چونکہ صبا صاحب نے اصل بہ معنی حقیقی لکھا ہے لہٰذا یہ شعر غلو کے درجے میں شامل ہوگا۔ میرا مقصد چونکہ بحث کرنا نہیں تھا صرف رائے معلوم کرنا تھا۔ اور بات کو مرانہ سمجھنا بھی تھا۔ لہٰذا میں صرف سوال کر کے ایک ہمہ تن گوش سامع کے روپ میں بیٹھا رہا۔ حاصلِ کلام سنا اور جب محفل ختم ہوئی تو اپنے گھر آ گیا۔

اگلے روز........... میں نے حضرت صبا اکبر آبادی سے چائے کی میز پر واقعہ کی تفصیل اُن کے شعر کا حوالہ دیے بغیر صرف مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کی شاعری کے متعلق سوال کیا۔ اور پوچھا

آپ کے خیال میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری کس درجے کی ہے۔

نہایت اعلیٰ درجے کی........... جواب آیا۔

کیوں........... میں نے سوال کیا

اس لئے کہ مولانا کی شاعری میں ان کی وارفتگی، ان کی کیفیات، ہندوستان میں رہنا اور مدینے میں رہنے کی خواہش کرنا اور اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے ایک ایسے قلبی تعلق کا اظہار ہوتا ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے........... صبا صاحب نے جواب دیا۔

مثلاً :

مجھے تو ان سے سوال کر کے آخر میں رات کی تنقید پر جواب حاصل کرنا تھا۔ لہٰذا۔ مثلاً کہہ کر میں رد دلیل میں اُن کا جواب چاہتا تھا چنانچہ

پہلے تو صبا صاحب نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک مطلع سنایا۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

پھر کہا یہ شعر مولانا نے حج کے بعد کہا تھا۔ لیکن اگر یہ بات نہ بھی بتائی جائے تو خود شعر سے

ظاہر ہے۔ دوسرا شعر سنو۔

آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

پھر کہا

اب مقطع سنو۔

غور سے سن تو رضا کعبے سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

تو کیا یہ غلو نہیں۔؟

میرا سوال تھا۔

اگر تمہیں لفظوں کے صرف وہی مطلب سمجھ میں آتے ہیں جو گنتی کے اعداد کی طرح تمہارے ذہن میں ہیں تو پھر تمہیں شاعری زیادہ لطف نہیں دے گی لہٰذا...... جب بھی شاعری پڑھو اور غور کرو...... اور دوسری بات...... دنیا کی ہر کہی ہوئی بات کو سمجھنے کے لئے یا تجربے کی ضرورت ہوتی ہے یا مطالعے کی یا مشاہدے کی۔

تجربے سے ہم بات کو اپنی کسوٹی پر پرکھتے ہیں......

مطالعے سے ہمیں مختلف افراد کے تجربے کی کسوٹی ملتی ہے۔

اور مشاہدے سے...... یہ اندازہ ہوتا ہے...... کہ دنیا میں لوگوں نے اس بات کو تجربے اور مطالعے کے ذریعے سے کس طرح سمجھا ہے......

پھر ایک لمحہ کے توقف کے بعد انہوں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ایک شعر پڑھا...... اور کہا اس شعر کی کیفیت سمجھو۔

ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اس شعر کے بعد کچھ دیر خاموشی چھا گئی۔ گرم گرم چائے کی بھاپ اڑتی رہی اور
حضرت صبا اکبر آبادی تصور میں کچھ دیکھتے رہے کچھ سوچتے رہے......اور اس سے پہلے کہ گفتگو ختم
ہو جاتی......میں نے ان سے کہا

''اور وہ جو آپ مولانا کی حقیقت پسندی کے حوالے سے بات کر رہے تھے کہ ہندوستان میں
رہنا..........اور مدینے میں رہنے کی خواہش کا اظہار کرنا..........وہ کیا ہے

بھئی صورت یہ تھی کہ مولانا نے کئی بار حج اور عمرے کی سعادت حاصل کی لیکن دوسری بار تو
حج یا عمرے کی سعادت حاصل کرنے کی صورت یہی ہوگی کہ آدمی وہاں سے واپس آئے...
مولانا آنا بھی نہیں چاہتے تھے......اور واپسی بھی ضروری تھی تو انہوں نے جو شعر کہے۔ وہ انداز
غزل کا ہے لیکن کیفیت کو اس پس منظر میں دیکھو تو لفظوں کا مطلب سمجھ میں آ جائے گا۔

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا
نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی

اس مصرعہ کو پڑھ کر صبا صاحب رک گئے اور پھر کہا
اگر تم نے فارسی پڑھی ہوتی تو اِس مصرعہ کا لطف اور بڑھ جاتا
وہ کیسے......میں نے جواب میں پوچھا......
اور یہ تو بالکل سیدھا مصرعہ ہے......اس کا فارسی سے کیا تعلق
ہاں مصرعہ تو صاف ہے لیکن فارسی کا ایک مصرعہ سنو پھر اس مصرعے کو محسوس کرو
صبا صاحب نے آرام سے سمجھایا پھر کہا فارسی مصرع ہے کہ
روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد
کیا مطلب......اور اس میں سیر کا کیا مطلب ہے۔
میں نے بہت حیران ہو کر پوچھا۔ تو جواب میں صبا صاحب نے کہا

صرف اس ایک مصرع میں جو حسرت اور ناتمام تمناؤں کی کہانی ہے وہ محسوس کی جاسکتی ہے......

سیدھا ترجمہ تو یہ ہوسکتا ہے کہ

ابھی ہم نے پھول کو جی بھر کے دیکھا بھی نہیں تھا کہ موسمِ بہار گزر گیا

لیکن ذرا اس مصرع میں شدت احساس کا اندازہ کرو اور پھر دیکھو کہ جب مولانا نے یہ کہا کہ

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی

تو کیا شدتِ احساس ہے فارسی شاعر نے تو یہ کہا تھا کہ جی بھر کے نہیں دیکھا۔ مولانا نے کہا کہ ہم نے تو ابھی ٹھیک سے دیکھا ہی نہ تھا نہ پھول کے قریب گئے تھے کہ اس کی خوشبو سے سیراب ہوتے نہ اس کے حُسن و جمال پر ابھی نظر ٹھیری تھی کہ۔

قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

اس سلسلے کی کیفیت کے شعر سنو۔

وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا
یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا
ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دور اُن سے وہ جمال کیا
مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

ان شعروں سے اندازہ کرو کہ مولانا کی کیفیت کیا تھی۔

کس قدر وہ حُبِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے......اور عاشق پر آداب کی پابندی لازمی نہیں ہوتی... مولانا ایک ایسے عاشقِ رسول تھے کہ انہیں حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کے حوالے سے جو

دل میں آتا تھا لکھتے جاتے تھے۔ پھر انہوں نے چائے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا

میاں......

دل کی باتیں ہیں دل سے ہی سمجھو۔

اور کبھی موقع ملے تو وہ سلام پڑھنا......

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اور جب پڑھو......تو با آواز بلند اور پورے احترام کے ساتھ پڑھنا اور اپنی آواز میں ہماری آواز کو بھی شامل سمجھنا......

آج..........بہت سارے دن گزرنے کے بعد نہ جانے کتنے سال کتنے مہینے گزرنے کے بعد مجھے یہ ساری باتیں یاد آرہی ہیں اور میں با آواز بلند پڑھ رہا ہوں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مجھے اس سلام کے پڑھتے ہوئے حضرت صبا اکبر آبادی کی آواز بھی اپنی آواز میں شامل محسوس ہو رہی ہے..........آپ کا دل چاہے تو آپ بھی اپنی آواز ملا دیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اصلِ ہر بود و بہبود و تخمِ وجود
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆

قصیدہ اور فکرِ رضا کی بلند پروازی

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

علم و حکمت کی سلطنت کے بے تاج بادشاہ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو ربِّ کریم نے جن غیر معمولی صفاتِ حسنہ سے نوازا تھا ان میں سے ایک آپ کی بہار آفریں نعتیہ شاعری ہے جو آپ کے قلم کے مطلعِ عقیدت سے ایمان و یقیں کا آفتاب عالمگیر بن کر طلوع ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی فکری دل آویزہ سے زمانہ جگمگا اٹھا۔ محبتِ رسول ﷺ میں تڑپنے والوں کو عشق کا والہانہ پن عطا ہوا۔ دوسری اصنافِ سخن میں لاحاصل طبع آزمائی کرنے والوں کو فکرِ نعت کا اندازِ سخن عطا ہوا۔ اور پھر اس شان سے کہ زمانہ گزرتا گیا۔ راہوارِ وقت تیزی سے نئی منزلوں کی جانب محوِ سفر نئے نئے اسالیب سامنے آتے رہے۔ سخن طرازی کے جدید سے جدید تر پیرائے قلوب و اذہان کو متاثر کرتے رہے مگر شاہ احمد رضا خاں نے اپنی لاثانی فکر طرازی سے مدحتِ رسول کے جو گلزار تراشے تھے ان کی جاودانی تب و تاب میں کوئی کمی نہ آسکی۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر آنے والا اور آپ کی فکری عظمتوں اور نظریاتی سرفرازیوں کو مزید مقبولِ عام بناتا رہا۔ منقبت میں اس بلند و بالا مقام کا حامل وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جو واقفِ شریعت و طریقت بھی ہو اور آشنائے عشق و محبت بھی، شاہ احمد رضا خاں شریعت و طریقت میں یگانۂ روزگار تھے اور عشق و محبت رسول ﷺ میں فردِ فرید۔

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں\
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

امام احمد رضا چونکہ نابغۂ روزگار تھے اس لئے جس جانب آپ کا قلم چلا آپ کے افکار کے بحر بے کراں نے رکنے کا نام نہ لیا۔ اگر جملہ صنائع بدائع کا جائزہ لینے کے لئے آپ کے کلام کا جائزہ

لیا جائے تو آپ کے اسالیبِ شاعری کے نئے سے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت کی شاعری کے حوالے سے راقم کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں اس لئے تکرارِ محض سے دامن بچانا مقصود ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں ہم آپ کی قصیدہ گوئی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ''حدائقِ بخشش'' نعتِ حبیب کا وہ مشرق جس سے ابھرنے والے آفتابِ عرب کی شعاعیں ہر آن حُسنِ لازوال لٹا رہی ہیں جو آنکھوں کے راستے دل میں اتر کر کائناتِ حیات کو جگمگا رہی ہیں سید محمد مرغوب اختر الحامدی کے لفظوں میں۔

''سوز و درد اور جذب واثر الفاظ کو گویا زبان دیتی ہے اور وہ کوئے حبیب کی حدیثِ عشق سنا رہے ہیں۔ یہ خصوصیت، یہ اندازِ بیان، یہ سلیقۂ نعت آپ کے علاوہ اور کسی کے یہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشقِ حبیب کا وہ طلسم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کی پرت پرت کھولتے چلے جایئے مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ نہیں آتی''۔ (امام نعت گویاں ...... اختر الحامدی، ص ۱۴۱)

اُردو میں قصیدہ نے فارسی سے اثر قبول کیا۔ قصیدہ اگرچہ ایک مشکل صنفِ سخن ہے مگر اہلِ ہیئت نے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر کے اس صنفِ سخن کو بھی مقبولیت عام کی سند عطا کر دی۔ محمد رفیع سوداؔ، فراقؔ اور غالبؔ نے اپنے اپنے انداز میں قصیدہ نگاری کا مظاہرہ کیا۔ لیکن تمام تر تخلیقی صلاحیتیں سلاطین زمانہ اور والیان ریاست کی مدح گوئی تک محدود رہیں۔ ایسے عالم میں امیرؔ مینائی، کرامت علی شہیدی اور محسنؔ کاکوروی کے قصائد محبتِ رسول ﷺ کی مہک لے کر ابھرے ہیں۔ بالخصوص محسن کاکوروی کے قصیدہ لامیہ۔

سمتِ کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

قصیدہ گوئی کے میدان میں فاضل بریلوی نے بھی اپنی صلاحیتوں کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔ اپنے آپ کو شاعر منوانے کے لئے نہیں بلکہ ثابت کرنے کے لیے کہ تمام اصنافِ سخن لفظ مدحت مصطفیٰ ﷺ کے لیۓ وجود میں آئی ہیں۔ قصیدہ نور، قصیدہ معراج، قصیدہ مرصود (حروف تہجی) قصیدہ لغت وصنعت علم بینات وغیرہ۔ ان قصائد کا مطالعہ کریں تو واضح طور پر نظر آتا ہے اعلیٰ

حضرت نے اس میدان میں بڑی اولوالعزمی اور حُسنِ بیان کے ساتھ اپنی قادر الکلامی اور خداداد صلاحیتوں کا مظاہر کیا ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ ۔

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

اب ہم قصیدہ نگاری کے حوالے سے احمد رضا خاں کے فکر وفن کا ہلکا سا جائزہ لیتے ہیں۔

قصیدہ معراجیہ :۔

قصیدۂ معراج کو احمد رضا خاں کے شہرۂ آفاق قصائد میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ آپ کی جودتِ فکر و بلندی طبع رسا اور تخلیقی خوبیوں کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ قصیدہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے جبکہ اعلیٰ حضرت نے اسے فقط تین گھنٹوں کی کاوش سے رقم کیا تھا۔ آپ محدّث کبیر تھے۔ مفسّرِ عظیم تھے۔ نابغۂ روزگار تھے، دانائے راز تھے، وقت کے غزالی اور رازی تھے۔ بہتر علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ شاعری تو آپ کے لئے محبتِ رسول اللہ ﷺ کا بیان تھا اور وہ بھی جو طبیعت موزوں ہوتی تھی ورنہ آپ تو ایک زمانے کو ہمراہ لے کے چلنے والے قائدِ ملت اسلامیہ تھے قصیدہ معراجیہ کی ندرت فکر، جودتِ طبع اور فکری رفعت کو دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ نجانے کتنا عرصہ صرف ہوا ہوگا۔ اس قدر روحانی تسلسل اور پاکیزگی فکر کے ذہن اور سماعت اس کے حُسنِ معنوی میں گم ہو ہو جاتے ہیں جبکہ یہ قصیدہ مختصر سی مدت میں رقم ہوا ہے۔ اس ضمن میں یہ اور خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ حضرت محسن کاکوروی اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے۔ جب انہوں نے اپنا مشہور عام قصیدہ لکھا کہ ۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

طبیعت از خود وجد میں آگئی اور یہ قصیدہ سنانے کے لیے بریلی میں مولانا احمد رضا خاں کے پاس گئے۔ ظہر کا وقت تھا طے ہوا کہ محسن کاکوروی کا پورا قصیدہ عصر کی نماز کے بعد سنا جائے گا۔ عصر کی نماز سے قبل مولانا نے خود قصیدہ معراجیہ تصنیف فرمایا۔ نمازِ عصر کے بعد جب دونوں بزرگ

اکھٹے ہوئے تو مولانا نے محسن کاکوروی سے فرمایا کہ پہلے میرا قصیدہ معراجیہ سن لو۔ محسن کاکوروی نے جب مولانا کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا مولانا آپ کے قصیدہ کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سُنا سکتا۔

اس ضمن میں واضع رہے کہ آپ نے یہ قصیدہ حرف روی میں کہا ہے۔

قصیدۂ نوریہ

یہ قصیدہ ۱۵۹ اشعار پر مشتمل ہے یہ نورانی قصیدہ کیا ہے نور نکہت کی اترتی ہوئی کہکشاں ہے۔ جوں جوں قاری آگے بڑھتا ہے۔ اس کے افکار کو انوارِ نبوت کی جگمگاہٹ عطا ہونے لگتی ہے۔ سلاست و روانی، بے مثال تراکیب کی ارزانی، ہر لحہ ابھرتی ہوئی رحمتِ یزدانی، تشبیہات و تراکیب کی پرنور طغیانی تمہید مختصر مگر داستانِ عقیدت طولانی۔ الفاظ دم بخود، افکار خمیدہ سر، جذبات عشق و عقیدت کے حسن سے جلوہ ریز صنائع بدائع کا پرنور طوفانِ بلاخیز حسن بھی حسن، ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ فکری بھی اور معنوی بھی، یہ قصیدہ زبانِ زد عام ہے۔

قصیدہ نوریہ، کیا ہے حُسنِ ازل کی بہار آئی ہوئی ہے۔ آمدِ حضورﷺ کا جشن ہے۔ عرشی فرشی قدسی انس و جان حالتِ وجد میں ہیں۔ جذباتِ تشکر کا بحرِ بے کراں تخیلات کے کناروں سے اچھل رہا ہے۔ حُسن اپنی تمام تر بشری و نورانی رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہا ہے۔ اور عشق عجز و نیاز و شوق کو زادِ عمل بنا کر تصدق ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ قصیدہ نوریہ سلطانِ دو عالمﷺ کے جمال جہاں آرا کی طلعت افشانیوں کی داستانِ نور ہے۔ دامان قلب و فکر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے کہ عنایت اولیٰ کے نظاروں سے تصورات کو مستعیر کر کے اظہار کا حوصلہ حاصل کر سکیں۔ پورا قصیدہ نعتیہ اوصاف، ادبی محاسن شعری خوبیوں اور صنائع بدائع سے مرصع ہے اور پھر بزمِ ہستی اہم نعت گویان شاہ احمد رضا خاں کی ہمنوائی میں اس اظہارِ مدعا کو حاصلِ آرزو بناتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

اس قصیدہ نوریہ کا یہ شعر فکرِ احمد رضا خاں محدث بریلوی کی خلوت فکر و فن کا احساس بخش رہا ہے کہ

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

قصیدہ سلامیہ:۔

یہ وہ قصیدہ ہے جو بظاہر سلام کی ہیئت لئے ہوئے ہے۔ لیکن اس کے اندر کمال کی اثر انگیزی اور تاثر آفرینی پوشیدہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے شاعر اپنے دل و دماغ کی تمام تر رعنائیاں اور عشق و عقیدت کی جملہ پہنائیاں بارگاہِ مصطفوی میں نذر کر دی ہیں۔ یہ اس قصیدہ میں کمال کا حُسنِ تغزل پوشیدہ ہے۔ ایک ایک شعر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی تفسیر لئے ہوئے ہے۔ ایک ایک مصرعہ بزبانِ حاصل پکار رہا ہے کہ ؎

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شاہ احمد رضا خاں نے لاکھوں سلام بارگاہِ حضور پر نور سید یوم النشور ﷺ میں اس والہانہ انداز سے نذر کیا کہ یہ سلام دنیا بھر کے عشاق رسول کے دلوں کی دھڑکن میں سما گیا۔ نغمگی ایسی کہ ہر لب کو ترانہ شوق گنگنانا آ گیا، وارفتگی ایسی کہ شعور و فکر کو جگمگانا آ گیا، لفظ نور، الفاظ نور، تراکیب نور، تشبیہات و استعارات نور، مصرعوں کی بندش نور، مضامین کی فراوانی نور، اس سلام رضا سے پہلے کئی سلام مروج تھے اور مختلف حلقوں میں پڑھے جاتے تھے مگر جب ''سلامِ رضا'' کا آفتاب چمکا تو کتنے ہی ستارے اس کے دامن میں پوشیدہ ہو گئے۔ ہر سلام کا اپنا محل و مقام اور اپنی افادیت ہے۔ مگر سلامِ رضا نے تو علاقے اور ملک ہی نہیں بلکہ براعظم بھی تسخیر کر لئے۔ آج یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ سلامِ رضا جس والہانہ انداز سے برصغیر پاک و ہند کے روحانی گلکدوں میں پڑھا جا رہا ہے اسی طرح یورپ کی علمی درسگاہوں، افریقہ کی روحانیت کو، مصر شام، تیونس، ساؤتھ افریقہ، انڈونیشیا، ملائیشیا، ایران، کویت اور پھر سعودی عرب میں بھی پڑھا جا رہا ہے۔ یہ سلام کبھی بھی رکنے یا تھمنے والا نہیں، یہ کسی کی شاعرانہ سرفرازی کی صدائے بازگشت نہیں ہے۔ یہ کسی کے

شعری تفاخر کا فسانہ نہیں ہے بلکہ یہ تو انتہائے حاضری کی سوغات ہے کہ چاروں طرف سے ایک ہی ترانہ شوق ابھر رہا ہے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مشہور محقق حضرت ڈاکٹر مسعود احمد مظہری اس حوالے سے رقم طراز ہیں۔

اور بارہ ربیع الاول کو عیدِ میلاد النبی ﷺ کی مجلس میں نمازِ فجر سے پہلے جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا، کھڑے ہو کر ادب واحترام کے ساتھ جس طرح غلام آقا کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں تو کیا بتاؤں کہ کیا عالم ہوتا۔

دل گیا ہوش گیا صبر گیا جو بھی گیا
ہجر میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ

ہزاروں کا مجمع ہوتا، موافق ومخالف سب شریک ہوتے اور سب کھڑے ہوتے، کس کو بیٹھے نہ دیکھا آنکھیں اشکبار، دل بے قرار اور لبوں پر صدائے دلِ یا۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سوز وساز پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا۔ کیوں نہ ہوتا کہ یہ آرزو، دل شیدا کی آواز تھی وہ دل جو عشق ومحبت کا سرچشمہ جو محمد مصطفےٰ ﷺ کا فدائی تھا۔ جس کا نامِ نامی احمد رضا تھا۔ جو عبدِ مصطفےٰ تھا۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

قصیدہ سلامیہ کے ادبی اور روحانی محاسن سے محفل ادراک جگمگا رہی ہے۔ یہ قصیدہ حسن تغزل کی بہار لئے ہوئے ہے۔ یہ قصیدہ سراپائے مصطفےٰ ﷺ ہے۔ اس میں شمائل وخصائلِ معطرہ کا تذکرہ ایک والہانہ انداز سے کیا ہے۔ اسی قصیدہ میں صحابہ کرام، آلِ رسول، ازواجِ مصطفےٰ اور جانثارانِ

شوکتِ رسول کا بھی تذکرہ ہے۔مگر اس انداز سے کہ شعر کی ادائیگی کے ساتھ بہارِ رحمت امنڈتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اس قصیدہ سلامیہ کا اختتام نہایت ایمان آفریں انداز سے کرتے ہیں کہ روزِ قیامت جب سلطانِ دو عالم ﷺ اپنی پیاری امت کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوں۔فرشتے، صحابہ، اولیاء، وہاں موجود ہوں۔تو وہ کیسا سماں ہوگا جب حضور ﷺ کے خدام فرشتے مجھ سے یہی سلام سنانے کی فرمائش کریں گے۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آپ کا شہرۂ آفاق سلام ۱۷۲ لطافت افزا اشعار پر مشتمل ہے۔ان میں سے ہم نے چند اشعار پیش کئے ہیں ورنہ سلامِ اعلیٰ حضرت تو ایک ایسا گلستانِ نور ہے کہ جو اس میں ایک بار داخل ہو جائے وہ واپسی کی تمنا ہی نہیں ہوتا۔یہ رتبہ بلند یونہی تو نہیں مل جاتا، یہ تو سرکارِ مدینہ ﷺ کا لطف بے بہا ہے جن کی مدحت کو انہوں نے اعزازِ حیات بنائے رکھا۔

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

اسی طرح آپ کا قصیدہ مرصیہ،، حُسنِ بیان کی روشن مثال ہے۔امام احمد رضا خاں نے اس قصیدے میں اس صنعت کا کمال دکھایا ہے کہ ہر مصرعہ اولیٰ کا آخری رکن بالترتیب حروفِ تہجی پر ختم ہوتا ہے۔

یہ قصیدہ ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔یہ حروف تہجی کے حساب سے آگے بڑھتا بڑھتا حرف ''یا'' پر ختم ہوتا ہے۔یہی نہیں بلکہ ہر صرف میں ''دو تین'' پانچ اور دس تک اشعار پیش کئے گئے ہیں اس

قصیدے کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہم نے خطائیں نہ کیں تم نے عطائیں نہ کیں
کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں درود

کام غضب کے کئے اس پہ ہے سرکار سے
بندوں کو چشمِ رضا تم پہ کروڑوں درود

آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیا دیجیے
جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

اسی طرح آپ کا ''قصیدۂ نعتیہ مشتمل بر اصطلات علم ہیئت'' اپنے مزاج اور معزیت کے لحاظ سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ یہ قصیدہ ایک سو پچپن اشعار پر مشتمل ہے مگر ہر شعر میں علم ہیئت کی کوئی اصطلاح موجود ہے۔

یوں تو زبان و بیان کے ناقدین اور صنائع بدائع پر دسترس رکھنے والوں کے نزدیک تمام اصنافِ سخن زبردست مطالعہ اور شعری صلاحیتوں کی بلند پروازی کی مرہونِ منت ہوتی ہیں۔ مگر ناقدین شعر و ادب اور علمِ عروض کے کوہِ پیماؤں نے ''رباعی'' کو بطورِ خاص شاعری کا اعزاز اور اس کی ادائیگی کو نہایت مشکل قرار دیا ہے۔ بظاہر ''رباعی'' چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے مگر یہ چار مصرعے ہی بندش کے لحاظ سے شاعر سے خونِ جگر کا اس طور بھرپور خراج لیتے ہیں کہ قدم قدم پر پھسلنے یا وزن کے معاملہ میں ٹھوکر کھانے کا احتمال ہوتا ہے۔ رباعی کے چار مصرعوں میں سے ہر مصرعہ پہلے مصرعہ سے بلند ہوتا ہے۔ چوتھے مصرعے پر شاعر اپنا حاصلِ سخن پیش کرتا ہے۔ یہی شاعری کی فکر کی بلندی کا امتحان ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے رباعی کے میدان میں بھی یعنی لافانی عظمت کے نقوش ثبت کئے ہیں۔ مہرِ نبوت کے حوالے سے دیکھیے کہ فاضل بریلوی نے کس طور اپنی صلاحیتوں کا جادو جگایا ہے۔

چونکہ زیرِ نظر مقالہ میں ہمارا موضوع بطورِ خاص احمد رضا خاں محدث بریلوی کے قصائد رہے ہیں۔اس لئے ہم نے دوسری اصنافِ شعر گوئی میں آپ کی بلند فکری پر بات کرنے سے دانستہ گریز کیا ہے۔ورنہ مضمون کی طوالت کا خوف دامنگیر تھا۔اور پھر دورِ حاضر تو تخصص کا زمانہ ہے یعنی کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بات کی جائے۔اس طور ہم نے قصائدِ فاضل بریلوی کو حتیٰ المقدور موضوع تحقیق بنانے کی کوشش کی ہے۔ورنہ جہاں تک فاضل بریلوی کی شاعری کا تعلق ہے تو بہت کچھ لکھ کر بھی اپنی محدود فکری اور تنگ دامانی کا احساس ہوتا ہے کہ ؎

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

آپ کی شاعری حُسنِ تخیل کی آئینہ دار ہے کہ ایک ایک شعر آسمانِ فکر و دانش پر نجم تاباں کی صورت جگمگاتا نظر آتا ہے۔آپ نے غزل کو نعت کا ملبوس عطا کر کے اسے باوضو کر دیا۔جدتِ فکر اور قدرتِ بیان کا یہ عالم ہے کہ لفظ آپ کی بارگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔مضمون آفرینی اور رعنائی خیال کی بدولت شعر کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے۔آپ نے جدّت فکری کی بدولت عام سے مضامین کو اپنے کمالِ فن سے سپہرِ فکر و فن کی زینت بنا دیا۔اسی طور روزمرّہ و محاورات کے ساتھ ساتھ نشست الفاظ اور برجستگی الگ سے اپنی بہار دکھا رہی ہے۔سلاست بیان کے کیا کہنے آپ کا تو پورا کلام ہی زورِ بیان اور سلاست فکری کا نادرہ کار نمونہ ہے۔بطور خاص آپ کا ''سلام'' آپ کی سلاست بیان کی ایسی روشن مثال ہے کہ جس کی مثال شاید ہی اور کہیں نظر آسکے گی۔تشبیہات، استعارات، تراکیب، صنائع و بدائع معنوی کی بہار ہر جا موجزن دکھائی دیتی ہے۔غرض یہ کہ فاضل بریلوی کی معجز نما نعتیہ شاعری کو جس پہلو سے بھی دیکھیے جذباتِ عقیدت کا بحرِ بے کراں موجزن دکھائی دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پروفیسر انوار احمد زئی

منطقی اعتبار سے اس بات کو کلیہ کا درجہ حاصل ہے۔ کہ سورج کا وجود ثابت کرنے کے لئے سورج کا وجود محسوس کرنا کافی ہے۔ لیکن انسان کی خوگر پیکر محسوس نظر، دلیل کی منزل سے گزر کر، مشاہدے، مطالعہ اور سائنسی تجزیے کی طرز میں جا نکلتی ہے اسی نظریاتی کاوش کو سائنس کی اصطلاح میں تجرباتی نتیجہ اور ادب کے میدان میں تاثراتی تجزیہ کہتے ہیں۔ اس حوالے سے میں آج جس مشکل جسے گزرنے کی شعوری سعی کر رہا ہوں، وہ ایک مستند و مقبول شہپارے اور شہکار کا از سر نو مطالعاتی تجزیہ ہے مطالعاتی اس لئے کہ اس ادب پارے میں، عقیدے اور عقیدت کی کیفیت کو ناقابل تقسیم انداز میں گوندھ دیا گیا ہے اس کو الگ الگ کرنا ثابت و سالم پھول کو پتی پتی کرنے کے مترادف ہے اور جب کوئی پھول پتی پتی ہو جائے تو پھول نہیں رہتا اسی لیے میں امام اہلسنت حضرت احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے رہ اس صدی و گزراں صدی پر محیط اس بے بدل قصیدہ سلامیہ "سلام رضا" کے مطالعاتی تجزیے کے کٹھن مرحلے سے طالب علمانہ گزرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے محاکات اور فیوض و برکات کو جس طرح محسوس کر رہا ہوں اسے اس طرح قرطاس پر منتقل کر سکوں کہ اصل تخلیق کا حسن برقرار رہے۔

عقیدے اور عقیدت کی منزل ایک ہے راستے جدا جدا ہیں عقیدہ ٹھہراؤ کا متقاضی ہوتا ہے عقیدت شدت کا مطالبہ کرتی ہے عقیدہ بے دیکھے ایمان اور ایقان کا نام ہے عقیدت میں نثار ہونے، وار جانے، صدقہ اتارنے اور قربان ہو جانے کی لذت ہوتی ہے عقیدہ منزل پر میں پہنچانے میں اپنا فطری وقت لیتا ہے مسافر کی چال اور رفتار دیکھتا ہے عقیدت ایک جست میں منزلیں طے کر لیتی ہے وہ مسافر کی آہستہ روی، بے سروسامانی، بے چارگی، بے بسی اور ابتری کو راہ میں حائل نہیں ہونے دیتی۔

مگر صاحبو۔! عقیدت بے عقیدہ ہو تو بت پرستی بن جاتی ہے حاضری کے بغیر حضوری کی منزل کا پا

دیکر حضرت اویس قرنیؓ کو صحابیت کے جلیل القدر منصب کا قرب عطا کر دیتی ہے۔ حاضری، عمل کا نام ہے، حاضری، نصیب کا نام ہے۔ حاضری کے لئے مسافت ضروری ہے، حضوری کے لئے محبت لازمی ہے، حاضری بصارت ہے، حضوری بصیرت ہے، حاضری عقل ہے، حضوری عشق ہے۔

لازم ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

تاہم جب عقیدہ عقیدت یکجا ہو جائیں حاضری اور حضوری اکائی بن جائیں اور عقل اور عشق ایک دوسرے میں پیوست نظر آئیں تو اعلیٰ حضرت کا سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام" تخلیق پاتا ہے اور سننے اور پڑھنے والے بے شمار ذروں کو عشق کے نور سے چمکا کر آفتاب بنا دیتا ہے گویا، آفتاب آمد دلیل آفتاب کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ سلام کیا ہے۔؟ شعری اصطلاح میں اب اسے ایک صنف کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح حمد، نعت، منقبت، مرثیہ اور قصیدے کو اصناف سخن تسلیم کیا جاتا ہے، اسی طرح سلام کو بھی صنف کا مقام حاصل ہے تاہم قصیدے اور سلام میں بنیادی فرق ممدوح کا ہوتا ہے، ممدوح اگر صرف سریر آرائے سلطنت ہو تو اس کے لیے قصیدہ ہی کافی ہے، لیکن اگر ممدوح بر سر دل حکمرانی کرتا ہو تو اس قصیدہ، سلام میں ڈھل جاتا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اگر سلام ان کے حضور ہو جو باعث تخلیق کائنات ہیں تو پھر نہ یہ قصیدہ رہتا ہے، نہ استغاثہ بلکہ عقیدت کے سانچے میں ڈھل کر سراپا عقیدہ بن جاتا ہے اعلیٰ حضرت کا سلام عقیدت سے مشروط عقیدے کا منشور ہے۔ سلام کا دوسرا التزام یہ ہے کہ جسے سلام پیش کیا جائے وہ حاضر ہو اور ناظر ہو اسی لئے اعلیٰ حضرت نے صنف شاعری میں سلام کے لفظ کو ردیف کا حصہ بنا کر اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ حضورت پناہ کے غلاموں کے غلام آپ ﷺ کے حضور حاضر ہیں اور عجز و نیاز کے موتی آپ کے قدموں میں رکھ رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اشعار کے ذریعے دربار رسالت کو منور کرنے والے سراپا نور حضور انور ﷺ کا سراپا بھی نظم کرتے جا رہے ہیں لیکن ٹھہریئے یہاں میں نے "سراپا" اصطلاحاً استعمال کیا ہے۔

اردو، عربی اور فارسی ادبیات میں شعراء نے اپنے محبوب اور ممدوح کی لفظی تصویریں بنائی ہیں۔ نثر میں اس فن کو صورت کے ساتھ سیرت و کردار کے بیان کو ملائیں تو خاکہ نگاری کہتے ہیں جب کہ نظم میں جو

شعراء "سراپا" کھینچتے ہیں اس میں محبوب کے حسن و جمال سے لے کر صورت اور سیرت کا احاطہ کیا جاتا ہے مثلاً جگر مرادآبادی کا "سراپا" کہ:

دل بردہ از من دیروز شامے
فتنہ طراز محشر خرامے
عارض چہ عارض گیسو چہ گیسو
صبحے چہ صبحے شامے چہ شامے

کہتے ہیں کہ اردو شاعری میں ابتداء ہی سے "سراپا" کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر دکن کا فرمارواں، قلی قطب اپنی بیگمات کے سراپے نظم کرتا تھا، جو آگے چل کر اس کا دیوان بن گئے۔

لیکن دنیاداران شاعروں کے سراپے مبالغہ آرائی، مطلب براری اور زبان دانی کے نمونے تو آ سکتے ہیں حقیقت اور عقیدت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کمال یہ کیا کہ سراپے کے التزام کو سامنے رکھا مگر لب و دندان، زلف و روخ نگہ و ابرو، جبین و بشریٰ، سماعت و بصارت، قد و قامت اور گیسو کاکل کے استعارات کو ایسی وسعت دی کہ اس میں حضور انور ﷺ کے حسن و جمال کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت و کردار کی تنویر سامنے آتی چلی گئی اور تصویر بنتی چلی گئی۔ یہ وصف اور یہ قدرت کسی سراپا نگار کے حصے میں نہیں آئی سلام کے اس حصے سے گزرتے ہوئے حقیقت میں اوراق شمائل نظروں سے گزرنے لگتے ہیں اور وہ چہرۂ مبارک جس نے دراصل حسن و جمال رنگ و نکہت، نازکی اور نزاکت، بلور و مرمر، سرو سمن، لعل یمن، غنچہ دہن جیسے لفظوں، رعایتوں، تراکیب اور استعارات کو معنویت عطا کی، یوں نور کی کرنوں کی صورت، قلب سلام گو پر لحہ لحہ واشگاف ہوتا ہے کہ ہر دل، بشرط عشق و عقیدت، غار حرا کا حوالہ بن جاتا ہے۔

یہاں مجھے پروفیسر ابوالخیر کشفی کی ایک تحریر یاد آ رہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ایک امریکی نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ تو اپنے نبی ﷺ کی تصویر سے بھی محروم ہو آخر کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ تمہارے

لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے خدوخال اور حسن (وہ بھی تمہاری اپنی بنائی ہوئی خیالی اور ممتاز عہ تصویروں کی وجہ سے) محدود ہیں اور ہمارا نبی ﷺ اتنا حسین ہے جتنا انسانی تخیل وتصور ہو سکتا ہے۔ ہم پوری کائنات کے حسن میں اپنے رسول ﷺ کے حسن کو دیکھتے ہیں اور بات صرف دید تک محدود نہیں ہم تو ان کے حسن و جمال اور خدوخال کو سوچتے بھی ہیں"

پروفیسر ابوالخیر کشفی نے جو بات اپنے امریکی مخاطب کو بتائی وہ شاید اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو، مگر، اگر وہی امریکی اعلیٰ حضرت کا سلام عقیدے سے نہ سہی عقیدت سے سن لے، عقیدت سے اس لئے کہ دنیا بھر کے ناقد و ناشریہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جیسی مقناطیسی سیرت اور جاذب توجہ کردار کسی شخصیت کا نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا، تو پھر اس امریکی کو کم از کم یہ ضرور معلوم ہو جائے کہ جسے وہ تصویر سمجھتا ہے وہ تو کشیدہ خطوط کا خاکہ ہے۔ جس تصویر کو ہم سوچتے ہیں وہ اعلیٰ حضرت کے سلام کا جوہر ہے اس سے قبل کہ میں اس سراپے سے عبارت اعلیٰ حضرت کے اشعار کو دلیل کی صورت میں پیش کروں، ایک اور نازک سی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا براہ راست تعلق نعت کی لغوی تعریف اور مرادی مفہوم دونوں سے ہے اور اس مفہوم سے سراپے کو جدا بھی نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن میں کیا کروں کہ جب تذکرہ شہر علم بلکہ کائنات علم کا ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ ہم سب ان کے حوالے سے اپنی اپنی علمی تبحر کی اسناد کو پھر سے اعتبار دینے کیلئے اعتبار منبر وصفہ حضور انور ﷺ کے سامنے طلب علم کی تمنا لئے حاضر ہو جائیں اور نعت کو وسیلہ بنا کر پھر سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ نعت کیا ہے؟ اور پھر دیکھیں کہ نعت کی تعریف پر اعلیٰ حضرت کا سلام یوں پورا اترتا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ یا اس کائنات میں مدینہ۔

ڈاکٹر سید یحیٰ نشیط نے لکھا ہے کہ نعت، وصف محمود کو کہتے ہیں الحافظ محمد موسیٰ کی تعریف کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ نعت اوصاف حمیدہ کے بیان کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں نعت سے مراد حضور انور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔ یہ محض پیکر نبوت کے صوری محاسن یا حضور ختمی مرتبت ﷺ سے رسمی عقیدت کے اظہار کا وسیلہ ہی نہیں ہوتی بلکہ بقول ممتاز دانشور ممتاز حسین:

"دنیا کے سب سے بڑے انسان کی شخصیت کا پرتو الفاظ کے
آئینے میں نعت میں دکھائی دیتا ہے"

ان حوالوں سے صاف مطلب یہ ہوا کہ نعت دراصل اوصاف باعث تخلیق کائنات کا بیان ہے۔ وہ چاہے نظم میں ہو، اشارے ہوں، کنائے میں ہو...... اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ کسی نظم میں کوئی شعر یا اشعار ایسے ہوں جہاں آپ کا ذکر ہو، آپ ﷺ کا سراپا ہو، آپ ﷺ کے اقوال ہوں، کردار کا حوالہ ہو، احکام ہوں، ہدایات ہوں، آپ ﷺ کے شمائل وفضائل ہوں، آپ ﷺ کی نشست وبرخاست کی تصویر ہو آپ ﷺ کی امامت وقیادت کا حوالہ ہو، آپ کی صداقت ودیانت کا اشارہ ہو، آپ کے علم وحلم کا استعارہ ہو، آپ ﷺ کے انوار واکرام کا نظارہ ہو تو وہ شعر نعت کا شعر ہے۔ دیگر اشعار جس میں مدینے کی گلیوں کا حسن وہاں کے صبحوں کے نور، وہاں کی شاموں کی مہک، وہاں کے فقیروں کی سرمستی وہاں کے گداؤں کی وارفتگی، وہاں کے کوچہ وبازار کی گہما گہمی وہاں کے رہ گزاروں کی سرشاری وہاں کے فیض وکرم کی بارش کا تذکرہ ہو تو ایسے اشعار دراصل محاکات کے اشعار کہلائیں گے انہیں وادارتِ قلبی کہا جاسکتا ہے، ان میں التجا وتمنا ہو تو مناجات کہہ سکتے ہیں، ان میں سرشاری وکیف ومستی ہو تو معاملات کے اشعار کہیے...... مگر نعت کا شعر تو وہی ہے جس میں بحر طور پر حضور اکرم کی سیرت وصورت کا کوئی سورج چمکتا دکھائی دے، جس میں آپ ﷺ کا وصف چاند بن کر جلوہ گر نظر آئے۔

اگر نعت کی تعریف یہ ہے اور واقعی یہی ہے تو پھر آیئے اب ذرا اعلیٰ حضرت کے مقبول خاص وعام سلام کا مطالعہ کریں جس کا ہر شعر مجرد نعت کا شعر ہے، جس کے ہر شعر میں حضور کی صورت وسیرت کا بے مثال حسن نظر آتا ہے جس کا ہر شعر آپ کے اوصاف کا حوالہ بنتا چلا جاتا ہے۔ یوں یہ سلام، سلام تو ہے۔ مگر مکمل نعت بھی ہے اور قصیدہ بھی اور وہ بھی اس التزام سے کہ اسے پڑھتے جایئے تو خود بخود حضور پرنور کی سراپا تصویر بنتی چلی جاتی ہے۔

یہ اس لئے ہو سکا کہ میرے خیال میں اعلیٰ حضرت نے سلام لکھنے سے پہلے حضور کے خدوخال کو سوچا بہت ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عالم تصور میں سید عالم جانِ جانِ عالم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو کر بہ کیف حضوری وحاضری یہ سلام لکھ رہے ہیں۔ اس سلام کے تین طبقے ہیں، پہلے طبقے میں اعلیٰ حضرت نے حضور اکرم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان اوصاف کو جس علامت، تلمیح اور تشبیب کے ساتھ نظم کیا ہے اس سے خود بخود اللہ رب

العزت کی جلالت، قدرت اور عنایت تینوں چیزیں ایک ساتھ نزول فرماتی نظر آتی ہیں جسے صوری اعتبار سے ذاتِ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام دیا گیا۔ اس طرح پہلے طبقے میں جہاں رسالت کے تمام پہلو بقدرِ مقدور بیان کیے گئے ہیں وہیں حمدِ باری تعالیٰ کی ان دیکھی کیفیت غیر محسوس طریقے سے دل پر صادر ہوتی چلی جاتی ہے۔

سلام کے دوسرے طبقے میں حضور ﷺ کا سراپا ہے اور تیسرے میں شاہ ﷺ کے توسط سے امت کی قابلِ رشک قسمت کا تذکرہ ہے مگر ان تینوں مرحلوں میں سے کسی ایک مرحلہ میں اور سلام کے تمام اشعار میں سے کسی ایک شعر میں بھی اعلیٰ حضرت نعت کی مستند تعریف سے سرمو اجتناب نہیں برتتے۔ اعلیٰ حضرت نے جو قافیہ منتخب کیا ہے، شاید اسی کے ذریعے سے ان تمام ناقابلِ احاطہ مضامین کا احاطہ ممکن ہوسکتا تھا۔

اس سلام کے پہلے طبقے میں شانِ رسالت کے تعلق سے جو تصویر بن رہی ہے اس کا بہت ہلکا سا اور سرسری سا جائزہ ہی لیجئے تو تراکیب کی تکمیل اور الفاظ کی ترتیب کے احساس سے وجد طاری ہو جاتا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت ﷺ پہ لاکھوں سلام

"جانِ رحمت" سے زیادہ بھرپور ترکیب اور "شمعِ بزمِ ہدایت" سے زیادہ مکمل تصویرِ شعری دنیا میں کہیں اور نظر آ ہی نہیں سکتی۔

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی اس شعر میں استعمال کی گئی تین علیحدہ علیحدہ علاوہ تراکیب میں سے ہر ایک پر سیرت کی مکمل کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر اعلیٰ حضرت نے ایجاز اور اعجاز دونوں بیانیہ اوصاف سے کام لے کر سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ اس کے بعد اس تقاضے میں شفاعت، نزہت، فضیلت، قدرت، سیادت

نعمت، رسالت، قربت، عزت، نہایت، جلوت، طاقت، قوت کثرت، ثروت، طلعت، رفعت استقامت

اور شفاعت کے قوافی سے سیرت مبارکہ کو نظم کیا ہے، جس میں حضور ﷺ کے تعلق سے مقدور بھر اکناف و اطراف کا احاطہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت حضور انور ﷺ کے قد و قامت کو سر سے لیکر تلوں تک سوچتے ہیں، سوچتے ہیں اور لگتا ہے بشارت کی منزل پر متمکن ہو کر اس اہم ترین کیفیت سے گزرتے ہیں کہ جہاں پہنچ کر آپ ﷺ کا سراپا، لحہ بہ لحہ، جلوہ گر ہوتا چلا جاتا ہے اور " بھی اس شعری خوبی کے ساتھ کہ قافیہ اور ردیف دونوں اس ظہور قدسی کی رکابیں بنتی چلی جاتی ہیں۔ ذرا اہتمام، التزام اور احترام کا عالم دیکھیے کہ کسی رامش، و رنگ کے بغیر صرف موئے قلم سے یہ مصورانہ کام لیا جا رہا ہے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

ذرا ملاحظہ فرمایئے نگاہ و نظر کا فرق کیسے بیان فرمایا ہے۔

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

نظر کا نیچا ہونا اور ناک کا اونچا ہونا، ایسے محاورے ہیں جسے ایک ہی شعر میں وہ بھی سراپا رقم کرتے ہوئے نظم کرنا دشوار نہیں ناممکن نظر آتا ہے مگر اعلیٰ حضرت اس منزل سے کیسے سبک خرام گزرے گئے ہیں۔

جس سے تاریک دل جگمگا نے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

رنگت کے بعد صباحت دیکھئے اور پھر غور کیجئے کہ کیسے سراپا بنتا جا رہا ہے۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگئیں صباحت پہ لاکھوں سلام

اور اب پسینے کی بات۔

شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

اسکے بعد خطِ ریش ۔

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش کے حوالے سے تکرارِ لفظی کا حسن ملاحظہ ہو، سراپا بھی ملحوظِ خاطر رہے ۔

ریشِ خوش معتدل ، مرہمِ ریشِ دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

اور اب ہونٹ ۔

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اور اب دہن اور اس کا تعلق وحی سے اور پیغامِ الٰہی سے اور پھر سراپا اپنی جگہ ۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دہن تو دہن، دہن کی طراوت کی بات بھی تو سراپے کا حصہ ہے نا ۔

جس کے پانی سے شاداب جانو جناں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حکم بن جائے اس کا اظہار اس شعر سے زیادہ پر اثر انداز میں شائد ممکن ہی نہیں پھر اس قدرتِ حکم سازی پر اس زبان کی فصاحت و بلاغت بھی تو حسین سچائی ہے ۔

اس کی پیاری پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

میرا اشارہ اس زبان سے نکلنے والی باتوں کی لذت کا ہے اور پھر حکم ربی سے عبارت خطبے کی ہیبت کا رنگ آہنگ ہے۔

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

خوف تطویل سے بچنے کے لیے اب میں بلاتبصرہ اشعار نقل کر رہا ہوں جن کی ترتیب سے خود بخود سراپا مکمل ہوتا محسوس ہوگا، اسی لئے ہزار بار کے سنے ہوئے ان اشعار کا مزا سراپے کے حوالے سے نیا مزا دے رہا ہے..... مشاہدہ کیجئے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

خوب صورت مرکب ترکیب کے ساتھ مہر نبوت کا بیان، اعلیٰ حضرت ہی کا کمال ہے۔

حجرِ اسود کعبہ جان و دل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام
روئے آئینہ علم پشتِ حضور
پشتی قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

اور اب ہاتھ کی بات ہے

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ اور بازو کے بعد ہے

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

ہتھیلی کے بعد انگلیوں کا بیان اور وہ بھی تلمیح کے ساتھ ہے

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اور ب ناخن اور ان کی تشبیہ ہلالِ عید سے، یہ کمال، اعلیٰ حضرت ہی کا جمال ہے

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

اور پھر سینے کا حوالہ ہے

رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

اور شکم کا بیان ملاحظہ فرمائیے ہے

کُل جہاں ملک، اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شکم کے بعد کمر اور وہ بھی عزم کے استعارے کے ساتھ ہے

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیاء تہ کریں زانو ان کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

اور اب قدم ؎

ساقِ اصلِ قدم ، شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

اور پھر تلوں کا تذکرہ ؎

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

گویا کہ سراپا اس شان سے مکمل ہوا کہ قصیدے، سلام اور نعت تینوں کے تقاضے ایک ساتھ پورے ہو گئے ہیں، اور آخر میں دو اشعار ایسے جو بظاہر تذکرہ نعت کی تعریف سے الگ نظر آتے ہیں مگر ایسا ہے نہیں، ایسا ہوتا تو اعلیٰ حضرتؒ کا کمال کیسے کہلاتا۔ سلام کے تیسرے اور آخری طبقے میں ان دو اشعار سے یہی بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں کائناتی حسن کا بیان فرماتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت اس کا رشتہ ذاتِ محسنِ کائنات سے اس طرح وابستہ و پیوستہ نظم کرتے ہیں کہ یہ اشعار بھی نعت کی صحیح لغوی تعریف کی روشنی میں مجرد نعت کے شعر بن جاتے ہیں۔ دونوں اشعار ملاحظہ ہوں ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

ان دونوں اشعار میں اوصاف جناب رسالت پناہ ﷺ موجود ہیں اسلئے یہ مجرد نعت کے اشعار ہیں۔ سلام، نعت، اور قصیدے کے مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بیانِ ذاتِ ختمی مرتبت ﷺ پہلے تو کائنات سے تو نام نبی ﷺ۔ سچ کہا کہ تمام سمندر سیاہی، سارے درخت قلم اور پوری کائنات صفحات میں بدل جائیں تب بھی سیرتِ طیبہ کا احاطہ ممکن نہیں لیکن عشق کی مضراب پر نعت کا نغمہ چھیڑ اجائے تو اعلیٰ حضرت کی متذکرہ تخلیق سراپا، نعت، قصیدہ اور سلام، چاروں رنگوں کے ساتھ پوری کائنات کو رنگین بنادیتی ہے گویا کہ

ہے نام محمد ہی نعتِ محمد
میں لکھ کر محمد ﷺ قلم رکھ رہا ہوں

....★....★....★....★....★....

(قسط اوّل)

سلامِ رضا کی تضمین نگاری

شہزاد احمد

(مدیر "حمد و نعت" کراچی)

سلام رضا کی تضمین نگاری پر مشتمل انتخاب کی قسط اول شائع کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ دوسری قسط میں دیگر نئے تضمین نگاروں کی متعدد تضمینیں اُن کے تعارف اور تبصرے کے ساتھ شامل ہیں۔ اُردو زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کے شعراء نے بھی اپنی اپنی زبانوں میں سلامِ رضا پر تضمینات کہی ہیں۔ (ادارہ)

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْماً (الاحزاب)

(ترجمہ) "بلا شبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام عرض کیا کرو۔

اس قرآنی حکم کے مطابق درود و سلام ہر زبان و ادب کی نعتیہ شاعری کا مہتم بالشان موضوع ہے۔ نعتیہ شاعری کا نقطۂ آغاز ہی درحقیقت درود و سلام کا حُسنِ آغاز ہے۔

درود و سلام کے عرش رسا نغمات ہر زبان اور ہر عہد میں گونجتے رہے۔ فنِ شاعری کا زیور نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور نعتِ رسول کا جھومر درود و سلام ہے۔

عربی فارسی اور دیگر زبانوں میں درود و سلام کی نادر و نایاب مثالیں موجود ہیں۔ اُردو زبان میں بھی درود و سلام کا وافر حصہ موجود ہے۔ بہت سے سلام مقبول عام ہیں۔ مگر جو شہرتِ دوام اور قبولیت عام سلامِ رضا "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کو حاصل ہے اُس کا اندازہ آپ کو اس مقالے سے بآسانی ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہورِ زمانہ و منفرد و یگانہ 'سلام' بلاغت نظام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" یعنی سلامِ رضا سیرت طیبہ کا گنجینۂ معارف ہے۔ اُردو زبان و ادب میں اس جیسی کوئی دوسری مثال ہمارے سامنے موجود نہیں۔ آپ سلام رضا کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقبول ترین سلام کہہ سکتے ہیں۔ یہ سلام زبان زدِ خلائق ہے۔ اس کے ہر شعر میں لاکھوں درود اور لاکھوں سلام پیش کئے گئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے درود و سلام کے انداز میں سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو منظوم کیا

ہے۔ سلام رضا کا ہر لفظ' ہر مصرعہ اور ہر شعر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت و محبت سے نہ صرف معمور ہے بلکہ درود و سلام کے حوالے سے بے نظیر اور بے مثال صلوٰۃ و سلام ہے۔

سلامِ رضا میں روز مرہ محاورات' سلاستِ زبان و زورِ بیان کی نادر و نایاب تشبیہیں' استعارے اور کنایے کی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ سلامِ رضا وہ مقبول بارگاہ سلام ہے کہ جس کی اہمیت و افادیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ سلامِ رضا کی تتبع میں برصغیر پاک و ہند کے جید اور قادر الکلام شعرائے کرام بصورتِ تضمین اپنی عقیدت و محبت کا اکثر اظہار فرماتے ہیں۔

سلامِ رضا کے سب سے پہلے تضمین نگار حضرت علامہ سیّد محمد مرغوب اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ نے جس سلسلۂ محبت کو سب سے پہلے تنہا شروع کیا تھا۔ یہی سلسلۂ عقیدت و محبت ہمارے سامنے ایک عظیم قافلے کی صورت میں موجود ہے۔ آج اس قافلۂ تضمین نگاری میں بے شمار شعرائے کرام کا روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اب سلامِ رضا پر تضمین نگاری ایک مستقل اور توجہ طلب موضوع بن چکا ہے۔

''سلامِ رضا'' سیرتِ طیبہ کا روشن ترین باب ہے۔ جس میں سرکار مدینہ' سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل سراپا از عہد طفولیت تا عہد نبوت موجود ہے۔

سلامِ رضا کے اشعار میں علی الترتیب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائل اور کمالات و معجزات نظم کئے گئے ہیں۔ آپ کے سراپائے مبارک کے ایک ایک عضو کی خصوصیت اور حسن و جمال کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ آپ کی ولادتِ مبارکہ یعنی بچپن میں ظہور پذیر ہونے والے اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے خلوت و ذکر و فکر' مقصدِ بعثت' شان و شوکت کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ آپ کی جرأت و بہادری اور غزوات میں شرکت' خاندان نبوی اور گلشنِ بتول کا ذکر ہے۔ آپ کی ازواجِ مطہرات یعنی امہات المومنین کے فضائل و کمالات کا ذکر ہے۔ صحابۂ کبار یعنی خلفائے راشدین اور عشرۂ مبشرہ کو درجہ بدرجہ سلام پیش کئے گئے ہیں۔ تابعین' تبع تابعین اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نذرانہ سلام پیش کیا گیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے لئے بھی سلام پیش کیا گیا ہے۔ سیدنا غوث الاعظم کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے مشائخ کرام کے سلسلہ کا ذکر کیا ہے۔ آخری حصہ میں اُمتِ مسلمہ خصوصیت سے اہلِ سنّت اور اپنے والدین' اعزہ اقربا اور اساتذہ کرام کے لئے دعائیں بصورت سلام کی گئی ہیں۔ روزِ محشر کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنے سلام کی اصل اور غرض و غایت کو بیان کیا ہے۔

یہ تمام موضوعات سلامِ رضا کا بنیادی مآخذ ہیں انشاء اللہ آپ ڈھونڈتے چلے جایئے آپ کو تاریخ ادب میں سلامِ رضا جیسی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آئے گی۔

تضمین نگار شعراء نعتیہ شاعری کے آئینے میں

شعروشاعری کے ضمن میں فن تضمین نگاری وہ صنفِ سخن ہے جس میں ایک شاعر کسی دوسرے شاعر کے مشہور اشعار پر اس کے قافیے اور ردیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے شعر کہے اور جن اشعار پر تضمین لکھی جارہی ہے اُن میں وہی تاثر، وہی خیالات وافکار اور موسیقیت برقرار رہے اور حسنِ معنویت بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ تضمین کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ہر شعر کے مصرعہ اولیٰ پر اس کے قافیہ وردیف کو نبھانے کے لئے تضمین نگار کو اپنی فنی مہارت و چابکدستی کا ثبوت فراہم کرنا ہوتا ہے۔

زیر نظر مقالہ بھی اسی صنفِ تضمین نگاری سے متعلق ہے۔ جس میں مختلف شعرائے کرام کی اُن منتخب تضمین ہائے گرانمایہ کو یکجا کیا گیا ہے جو اب تک اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منفرد و یگانہ اور مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے حوالے سے کہی گئی ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ لاکھوں سلام بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن متفرق و منتشر سلاموں کا معطر و معنبر گلدستہ ہے جس میں تمام شعرائے کرام نے شانِ رسالت بزبانِ اعلیٰ حضرت بیان کی ہے۔

اس مقالے میں اعلیٰ حضرت کے سلام پر لکھی گئی۔ ان تمام تضمین ہائے گرانمایہ کو جمع کر دیا گیا ہے جو اب تک مختلف حوالوں سے شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس مقالہ کو شائع کر کے شعبۂ نعت میں بالکل ایک نئے اور اچھوتے انداز کی تحقیقی جہت کو متعارف کرایا گیا ہے۔

شعرائے کرام و محققین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اس سعی بلیغ کے سلسلے میں تعاون و رہنمائی فرمانے کے علاوہ اپنی قیمتی و مفید آراء سے بھی ہمیں نوازیں۔ تاکہ اس سعادت وثواب کے سفر میں مثبت و مؤثر انداز سے پیش رفت ہوتی رہے۔

سب سے پہلے تضمین نگار۔ حضرت علامہ اختر الحامدی (مرحوم) حیدر آباد سندھ۔ پاکستان

حضرت علامہ مولانا سید محمد مرغوب المعروف اختر الحامدی رضوی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے نعت میں کسی بھی تعارف کے محتاج نہیں۔ مولانا موصوف نے ادب نعت کے ہر دو شعبہ جات نظم ونثر میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کا شمار رضا اسکول کے خاص شعرائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف 1- جمالِ رسول (نعتیہ کلام) 2- نعت محل (آپ کا نعتیہ کلام اور متعدد کلام اعلیٰ حضرت پر تضمین ہائے گرانمایہ) 3- بہارِ عقیدت (تضمین بر سلامِ فاضل بریلوی) 4- انوارِ عقیدت (تضمین بر نعتِ اعلیٰ حضرت قصیدۂ نور) 5- امام نعت گویاں (فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کی فنی خوبیوں پر مشتمل مقالہ) غیر مطبوعہ تصانیف 1- ہمارے اہل قلم 2- شرح حدائق بخشش 3- ذکرِ جمیل نعتیہ دیوان بنام نعت نگر وغیرہ۔

"نعت محل" کے معمار چابکدست اور مینا کار حضرت علامہ سید محمد مرغوب اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ کا تمام تر سرمایۂ شعری سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہائے کیف آفریں ہیں۔ حضرت اختر الحامدی کے قلم نے بھی تغزل کو منہ لگایا تھا مگر پھر! عام اصناف سخن کو اپنایا اور نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش رسا نغمات سے ان اصناف سخن کو ہی دلنشین اور وجد آفریں بنا دیا! حضرت اختر الحامدی کی نعتیہ شاعری کا ہر مصرعہ اور ہر مصرعہ کا ہر لفظ ایک نگینہ ہے اور ایسا نگینہ ہے جس پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جلوہ سامانی سے نگاہوں کو تابناک کر رہا ہے۔

نعت کی نگارش کمال علمی کے بغیر ممکن تو ہے لیکن ان پاکیزہ نگوں کی ریزہ کاری اور ان کی جلا کمالِ علمی پر منحصر ہے۔ اور حضرت اختر الحامدی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمایۂ محبت کی جو لازوال دولت عطا کی تھی اس کے ساتھ ساتھ علم وفضل کے سرمایہ سے بھی مالا مال کیا تھا۔ ان دونوں جہت ہائے کمال نے میرے مکرم استاد کے نعتیہ کلام کو وہ فروغ بخشا کہ حضرت اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ کے باکمال استاد حضرت حسان الہند مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر نازاں تھے۔ آپ کو اگر نعتیہ کلام میں دل باختگی، جاں سپاری کی ایسی کیفیات کی تلاش ہے کہ سرمستی اور شیفتگی، دینی اقدار اور مذہبی احتیاط کو اپنائے ہوئے ہوں تو آپ حضرت اختر الحامدی مرحوم ومغفور کے کلام کا مطالعہ فرمائیں۔

سلام رضا کے سب سے پہلے تضمین نگار میرے استادِ محترم حضرت علامہ سید محمد مرغوب اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کو سلام رضا پر سب سے پہلی اور مکمل تضمین کرنے کا شرف حاصل ہے۔ یہ تضمین برصغیر پاک وہند میں "بہارِ عقیدت" کے نام سے معروف ہے۔ یہ تضمین سب سے پہلے ماہنامہ "ماہِ طیبہ" کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے (عید میلاد نمبر) شمارہ نمبر 4-5 اکتوبر نومبر 1955ء میں شائع ہوئی۔ پھر ضلع بستی یوپی انڈیا سے کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ بعدازاں گوجرانوالہ پاکستان سے "مکتبہ رضائے مصطفیٰ" نے اسے شائع کیا۔ (مکتوب اختر الحامدی۔ بنام راقم الحروف۔ شہزاد 2 جنوری 1981ء) اختر الحامدی کے نعتیہ دیوان نعت محل 1974ء لاہور میں بھی یہ تضمین شامل ہے۔ اس اولین تضمین کو شہرتِ دوام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تضمین کو مختلف اداروں نے مکمل اور بعض نے منتخب اشعار کے ساتھ شائع کیا ہے۔

تضمین نگار: اختر الحامدی

(یہ تضمین مکمل (171) اشعار پر کہی گئی ہے)

اخترِ برجِ رفعت پہ لاکھوں سلام آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ضوفشاں رُخ کی طلعت پہ لاکھوں درود مشعلِ بزمِ وحدت پہ روشن درود
ماہتابِ حقیقت پہ روشن درود مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشۂ بزمِ پروردگارِ حرم شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

روحِ والشمس وطٰہٰ پہ دائم درود حُسنِ روئے مُجلّیٰ پہ دائم درود
تاجدارِ تدلّیٰ پہ دائم درود شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام

جن کے قدموں پہ سجدہ کریں جانور منہ سے بولیں شجر دیں گواہی حجر
وہ ہیں محبوبِ ربّ مالکِ بحر و بر صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

رفعتیں بہرِ سجدہ جہاں خم رہیں روز و شب کعبہ و لا مکاں خم رہیں
بہرِ آداب کرّ و بیاں خم رہیں جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے چہرے پہ جلوؤں کا پہرہ رہا من رآنی کی جھرمٹ میں چھرا رہا
حُسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

لا مکاں کی جبیں بہرِ سجدہ جھکی　　رفعتِ منزلِ عرش اعلیٰ جھکی
عظمتِ قبلۂ دین و دنیا جھکی　　جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا　　دیکھا جس سمت ابرِ کرم چھا گیا
رُخ جدھر ہو گیا، زندگی پا گیا　　جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے زمانے پہ چھانے لگے　　جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے　　جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

ڈوبا سورج کسی نے بھی پھیرا نہیں　　کوئی مثلِ یدُ اللہ بھی دیکھا نہیں
جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں　　جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

جب ہوا ضو فگن دین و دنیا کا چاند　　آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند　　جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ہے خدایا کرم بار تیری جناب　　از طفیل جنابِ رسالت مآب
وہ کہ یٰسین و طٰہٰ ہے جس کا خطاب　　بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

آفتابِ قیامت کے بدلے ہوں طور　　جبکہ ہو ہر طرف نفسی نفسی کا دور
جب کسی کو نہ ہو فرصت فکر و غور　　کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مُرشدی شاہ احمد رضا خاں رضاؔ　　فیضیابِ کمالاتِ حسّاں رضاؔ
ساتھ اخترؔ بھی ہو زمزمہ خواں رضاؔ　　جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سیّد اشرف علی ہلالؔ جعفری (مرحوم) اسلام آباد۔ پاکستان

محترم سید اشرف علی صاحب المعروف ہلالؔ جعفری شعبۂ نعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا قیام ملتان کراچی اور اسلام آباد میں رہا۔ آپ کی تخلیق کردہ تین عدد کتب میری نظر سے گزر سکی ہیں۔ اولاً ''جانِ رحمت'' تضمین برسلام اعلیٰ حضرت ثانیاً ''معراجِ مصطفیٰ'' تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت (قصیدۂ معراجیہ) اور ثالثاً ''ھلال حرم'' جو کہ شاعرِ محترم کا وجد آفریں و کیف آور نعتیہ کلام ہے۔ اس کے علاوہ کشکول ہلال کے نام سے بھی ایک کتاب شائع ہوچکی ہے جس میں مختلف شعراء کرام کے کلام پر تضمینات شامل ہیں۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا مثبت و مؤثر انداز میں استعمال کر کے چار عدد حسین تخلیقاتِ نعتیہ کا اضافہ کیا ہے جو یقیناً قابلِ صد ستائش و قابلِ مبارک باد پیش رفت ہے۔

سیّد اشرف علی صاحب ہلالؔ جعفری ایک مشہور نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کا مرکزی نقطہ اور ان کا مہبطِ خیال نہ صرف نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ مزاجِ نعت کے اداشناس بھی ہیں اور ناز بردار بھی! اگر ان کے یہاں یہ اداشناسی نہ ہوتی تو اس قدر کیف آفریں نغمہ ہائے نعت کی نگارش ممکن نہیں تھی! نعت کی نگارش بڑا سلیقہ چاہتی ہے۔ الفاظِ متناسب کا انتخاب' دروبست الفاظ سے کیف آفرینی' روایت کی درایت کا خیال اور جذبۂ محبت کی حسین و لطیف آمیزش' مزاجِ نعت ان اربعہ عناصر سے بنتا ہے۔

ہلال جعفری صاحب کے نعتیہ کلام میں یہ اربعہ عناصر اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کا نعتیہ کلام دلوں کو گرماتا ہے اور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

حضرت ہلال جعفری مرحوم نے سلامِ رضا کے کُل (151) اشعار پر تضمین کہنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ تضمین ''جانِ رحمت'' کے نام سے نومبر 1966ء میں مکتبۂ اہلِ قلم ملتان (پاکستان) سے شائع ہوچکی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے اِسے ہم سلام رضا پر ہونے والی دوسری تضمین کہہ سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہلال جعفری (مرحوم) نے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ معراجیہ پر بھی ''معراج مصطفیٰ'' کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں تضمین کہنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ 7

تضمین نگار: ہلال جعفری

(یہ تضمین کُل (151) اشعار پر کہی گئی ہے)

دو جہاں کی حقیقت پہ لاکھوں سلام　　مقصد عین قدرت پہ لاکھوں سلام
آیۂ حسن فطرت پہ لاکھوں سلام　　مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اک درخشندہ صورت پہ روشن درود　　ماہتاب صداقت پہ روشن درود
آفتاب شفاعت پہ روشن درود　　مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

ابتدائے کرم ' انتہائے کرم　　اے انیس اُمم ' اے شفیع اُمم
بزم کون و مکاں تیرے زیر قدم　　شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

وجہِ تخلیقِ کونین جن کا وجود　　جن کے دم سے ہوا رحمتوں کا ورود
ہر قدم پر ملک جن کے محوِ سجود　　شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

پڑھتے ہیں آسمانوں پہ قدسی درود　　بھیجتے ہیں محمد پہ فرشی درود
ساری سج دھج پہ کون و مکاں کی درود　　عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

بھیجتی ہے فرشتوں کی صف صف درود　　ہوں خدا کے نبی پر مشرف درود
اشرفِ دو جہاں پر ہوں اشرف درود　　نور عین لطافت پہ الطف درود
زیب و زین نظافت پہ لاکھوں سلام

معدن لطف و اکرامِ حق کی قسم　　بادشاہ و گدا جس کے زیرِ علم
بزمِ کونین میں عالی و محترم　　سروِ ناز قدم مغز راز حکم
یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

حاصلِ زندگی حاصلِ مدعا ذکر و فکر و شب و روز و صبح و مسا
جن کا ہر کام ہر فعل تیری رضا تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا
بندۂ ننگ خلقت پہ لاکھوں سلام

کس کا دامن یہاں آکے بھرتا نہیں ؟ کون ہے جس کو اس در سے ملتا نہیں؟
سرفرازِ کرم میں ہی تنہا نہیں ! ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

بندگی جن کی تھی طاعتِ مصطفےٰ حاصلِ زندگی اک عرب کی ادا
جو رہے پا بہ پا شاہ خیر الوریٰ خاص اس سابق سیر قرب خدا
اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام

پر تو نور سے نور افشاں ہلال ہو گیا کس کے جلوؤں سے تاباں ہلال
کہکشاں کے جلو میں درخشاں ہلال گرزمہ دست انجم میں رخشاں ہلال
بدر کی دفع ظلمت پہ لاکھوں سلام

برق تھرا گئی دیکھ کے ان کے طور جن سے روشن ہوا گوشۂ غارِ ثور
ان پہ صلِّ علےٰ کا رہے یونہی دور کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

جس نے بدلا زمانہ کا کہنہ چلن بت پرستوں کو جس نے کیا بت شکن
عہد طفلی میں تھی جس کو حق کی لگن اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اس کے کوچے کی باد صبا پر درود یعنی جنت بداماں ہوا پر درود
پتی پتی کی اک اک ادا پر درود اٹھتے بوٹوں کی نشوونما پر درود
کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

اعلےٰ حضرت کے شعروں کی تضمین کا مل گیا جب ہلالِ حزیں راستہ
کان میں پے بہ پے آئی ان کی صدا مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی (مرحوم) ضلع اٹک۔ پاکستان

نعت گو شاعر سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی وصال فرما چکے ہیں۔ ''ارمغانِ حق''، مشتمل بر واقعات تولد و معراج النبی آپ کی رشحاتِ فکر کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے پورے کلام میں کہیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقدسہ میں 'تو' 'تجھ' 'تیرا' 'تیری' 'تیرے' وغیرہ جیسے الفاظ استعمال نہیں کئے، جس سے مشہور قدیم نعت گو اساتذہ بھی دامن نہیں بچا سکے۔ آپ کے کلام، نعت و سلام میں مختلف صنائع و بدائع کا بحرِ ذخار پنہاں ہے۔ اور بالخصوص تضمین نگاری کے میدان میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

گرامی منزلت سید محفوظ علی صابر بریلوی مرحوم کو نسبتاً بھی حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نسبت حاصل ہے جو ان کے لئے طرۂ امتیاز ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک شیدائے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامِ محبت سے آپ نے جرعہ نوشی کی ہے 'امام الہند' عاشق و شیدائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت و عقیدت کا رشتہ استوار تھا۔ اس تعلق نے ان کے نعتیہ کلام میں بڑا کیف پیدا کر دیا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ایک والہانہ انداز و محبت میں ڈوب کر کہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ شیفتگی کا اظہار بہت ہی پر کیف انداز میں اُن کے بیان میں پایا جاتا ہے۔

محفوظ صاحب موضوعِ نعت کی بلندی کے ادا شناس ہیں۔ یہی سبب ہے کہ موزوں اور مناسب الفاظ کا استعمال سلیقے سے کرتے ہیں جس سے کلام بہت پر کیف ہو جاتا ہے۔ ان کی تضمین سے یہ سلیقہ عیاں ہے۔

شمسِ ادب، تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف و مترجم حضرتِ علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میرے بزرگ اور محسن تھے انہوں نے اپنی زندگی میں یہ تضمین واہ کینٹ سے انور عثمانی صاحب سے منگوا کر مجھے عطا کی۔

سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی مرحوم نے یہ تضمین مکمل سلامِ رضا کے (171) اشعار پر کہی ہے۔ اس تضمین کے چند منتخب بند میرے مرتب کردہ (انتخابِ سلام) ''لاکھوں سلام'' / 1976ء میں کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔ سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی کے نعتیہ مجموعہ کلام ''ارمغانِ حق'' / 1980ء واہ کینٹ پاکستان میں یہ تضمین مکمل موجود ہے۔

تضمین نگار: صابر القادری بریلوی

(یہ تضمین مکمل (171) اشعار پر کہی گئی ہے)

حق نما نور وحدت پہ لاکھوں سلام مرحبا شانِ رفعت پہ لاکھوں سلام
دل فزا نازِ فرحت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حامدہ، عابدہ، زاہدہ، ساجدہ، صابرہ، ذاکرہ، شاکرہ، عارفہ
عاطفہ، عادلہ، صادقہ، صالحہ، سیّدہ، زاہرہ، طیّبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مایۂ اتقیاء ازکیاء اولیاء نازشِ روحِ آب و گلِ اصفیاء
سبط و ہم شکلِ سالارِ کل انبیاء حسنِ مجتبیٰ سیّدِ الاسخیاء
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

رونقیں جلوہ زا نورِ تطہیر کی ہر رگ و ریشہ میں غیرتِ ہاشمی
موجزن جسمِ اقدس میں خونِ علی شہدِ خوارِ لعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

دشتِ غربت میں جو بھوکا پیاسا رہا کنبہ بھر جس نے قربان حق پر کیا
جس نے اُمت کی خاطر کٹایا گلا اُس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بیکس دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

درِ درجِ مسائل کی عظمیٰ لڑی گلشنِ صدق و رافت کی یکتا کلی
رُوح، رُوحِ لطافت کی دل بستگی بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اُس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

تاجدارانِ بدر و اُحد پر درود شہسوارانِ بدر و اُحد پر درود
غمگسارانِ بدر و اُحد پر درود جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں صاحبِ حلم و شرم و حیا وہ دسوں صاحب مہر و جود و سخا
وہ دسوں جن کو جنّت کا مژدہ ملا وہ دسوں صاحبِ زُہد و صدق و صفا

اُس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

بحرِ ہستی میں راہِ ہدایت کا پُل باغِ عالم میں تقدیسِ اقدس کا گل
یعنی اُس افضل الخلق بعد الرُّسل جس کا ہر جزو رُتبہ میں ہم شکلِ کل

ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

دین و دنیا میں وجہِ فلاح و ظفر وہ عمر جس کی اُلفت کے گلہائے تر
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر وہ عمر جس کے خلّاں کا جنت ہے گھر

اس خدادوست حضرت پہ لاکھوں سلام

حامی دینِ پاکِ شہِ دوسرا ماحی کفر و بہتان و مکر و دغا
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ بے کس و بے خطا، صید ظلم و جفا

حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

بو العلیٰ، بوتراب و علی بالیقیں قوت بازوئے شاہِ دنیا و دیں
مرتضیٰ، شیرِ حق، اشجع الاشجعیں ارشد الراشدیں، مسلک السالکیں

ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

جس کے دریوزہ گر اسخیاء اغنیاء جبہ سائی جہاں کرتے ہیں اتقیاء
جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء جس کے در پر جُھکاتے ہیں سر اصفیاء

اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

با مُراد و سرور و نشاط و ثواب باسر افرازی و نام و حُسنِ خطاب
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب بے غموم و ملال و سزائے خراب

تا ابد اہلِ سنّت پہ لاکھوں سلام

ہر زباں پر ہو صلِّ علیٰ مرحبا ہو نگاہوں میں نورِ حبیبِ خُدا
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا صابرِ قادری ہو شریکِ صدا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت علامہ شمس الحسن صدیقی شمسؔ بریلوی (مرحوم) کراچی۔ پاکستان

فاضلِ جلیل حضرتِ علامہ شمس الحسن صدیقی شمسؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر شعبۂ فارسی، دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ 1952ء میں کراچی میں آنے کے بعد محکمۂ تعلیم میں بھی درس وتدریس کے شعبۂ خاص سے منسلک ہوگئے۔ پچیس سال کا طویل عرصہ اور نمایاں تعلیمی وعلمی خدمات گزارنے کے بعد ریٹائرمنٹ لے لیا اور یکسوئی وتوجہ کے ساتھ تصنیف و تالیف کو اپنا مرکز ومحور بنالیا۔ حضرت شمسؔ بریلوی اپنے علمی افادات کے لحاظ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ نے تاریخِ اسلام اور علم وادب کے کئی نہایت اہم اور ضروری موضوعات پر قلم اٹھایا اور اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً چالیس ہے۔ آپ کی محققانہ وفاضلانہ تصانیف ''اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں'' اور تاریخ الخلفاء'' کے اردو ترجمہ پر دوبار آپ کو رائٹرز گلڈ کا ادبی ایوارڈ ملا۔ ''سرورِ کونین کی فصاحت'' بالکل نیا اور اچھوتا موضوع ہے۔ آج تک اس موضوع پر کوئی باقاعدہ علمی کاوش نہیں۔ یہ معرکۃ الآرا کتاب اپنے شعبہ کے اعتبار سے نقشِ اول ہے اور اس کتاب پر آپ کو صدارتی ایوارڈ 86ء میں ملا تھا۔

حضرت علامہ شمسؔ بریلوی ایک پختہ کار شاعر تھے۔ اگر چہ تصنیف وتالیف کی مصروفیت ان کو شاعری کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی لیکن جب وہ نعت کا ساز چھیڑتے ہیں تو اس کے نغمات عرش کی بلندیوں کو چھوتے ہیں۔ شمسؔ صاحبؒ پر مومن دہلوی کا طرز غالب ہے اس لئے وہ نعت میں متنوع مضامین اور رفعتِ خیال کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ بندشوں کی پُرکیف چستی اور موزوں الفاظ کا انتخاب آپ کی شاعری کا خاصہ ہے۔ آپ کی نعت میں جذبہ کی صداقت ہر جگہ نمایاں ہے۔ یہی وصف نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو وجد آفریں کیفیات کا حامل بناتا ہے۔

حضرتِ شمسؔ اردو اور فارسی میں بڑی پرکیف نعتیں کہتے اور بے تکان کہتے تھے آپ نے بعض نعتیں عربی زبان میں بھی کہی ہیں اور ان زبانوں میں آپ کا اندازِ بیاں ایک ہی طرز اور نہج کا ہے جو آپ کی پختہ کاری اور فن پر قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے اور نتیجہ ہے آپ کے کمالِ علمی کا۔

حضرت شمسؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلامِ رضا کے کُل (15) اشعار پر تضمین کہی ہے۔ یہ تضمین سب سے پہلے میرے مرتب کردہ (انتخاب سلام) ''لاکھوں سلام'' / 1976ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں یہ تضمین ''جہانِ شمسؔ'' کراچی میں بھی شائع ہوئی ہے۔ ''جہانِ شمسؔ'' حضرت شمسؔ بریلوی کی دینی وادبی خدمات کا مکمل خلاصہ ہے۔ یہ تضمین راقم الحروف کی تحریک پر کہی گئی تھی۔ اس کا اظہار حضرت شمسؔ بریلوی نے اپنے الفاظ میں کیا ہے۔

''گرامی قدر عزیزم شہزاد احمد صاحب سلمہٗ کی خاطر سے یہ چند اشعار بصورتِ تضمین (بند ہائے تضمین) پیش کردیئے ہیں کہ مجھے ان کی فرمائش پوری کرنا تھی۔ علامہ شمسؔ بریلوی''

تضمین نگار: شمس بریلوی

(یہ تضمین کُل (15) اشعار پر کہی گئی ہے)

وجہِ تکوین و خِلقت پہ لاکھوں سلام — نازشِ صنعِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مِراۃ حُسنِ وحدت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حاصلِ این و آں واقفِ کیف و کم — صبحِ حُسنِ سعادت، سحابِ کرم
مصطفیٰ، مجتبیٰ، فخرِ ہر محترم — شہریارِ اِرمؔ تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

مایۂ ہر عرض، جوہرِ ہر وجود — مہبطِ وحیِ حق، صدرِ بزمِ شہود
وہ بنائے قیام و رکوع و سجود — اصلِ ہر بود و بہبود تخمِ وجود
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

غنچے اوحیٰ کے جس دم چٹکنے لگے — اُن کی خوشبو سے عالم مہکنے لگے
صَیقلِ نُور سے دل چمکنے لگے — اندھے شیشے جھلا جھل دَمکنے لگے
جلوہ ریزیِ دعوت پہ لاکھوں سلام

''اُدن مِنّی'' کے حُلّے کو پہنے کوئی — اور حریمِ جلالت میں پہنچے کوئی
کوئی گِر جائے غش کھا کے دیکھے کوئی — کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

اُن کا ارشاد ہے اس قدر محترم — قبلۂ نُطق والا کی شانِ اَتم
اللہ ! اللہ ! ان کا کمالِ حَشم — کھائی قرآں نے خاکِ گُزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

وہ دَہن جس پہ قربان، نطق و بیاں — وہ زبانِ مُقدّس، وحیِ ترجماں
لب ہیں جو لطافت کی روحِ رُواں — جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

پاک ابرو پہ محرابِ کعبہ فدا
ایسے عارض کہ ہے حُسنِ حق کی عطا
ان کے دنداں سے دُرِّ عدن کی صفا
وہ کرم کی گھٹا، گیسوئے مشک سا
لکّہ اَبرِ رافت پہ لاکھوں سلام

ہے کہاں، کوئی اس جیسا شیریں بیاں
جس کا ہر قول ہو دین و ایماں کی جاں
نطق ایسا، تکلم کی روح و رُواں
جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

دستِ نازک بنے لالہ زارِ قبول
جُھک گئی خود بہ خود شاخسارِ قبول
نکلی سج کر عروسِ طرحدارِ قبول
وہ دعا جس کا جوبَن بہارِ قبول
اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

اللہ ! اللہ ! ان کی یہ شانِ کمال
مومنوں کے لئے رافتِ بے مثال
قہرِ حق کا تھا دشمن سے اُن کا جدال
چشمۂ مہر میں موجِ نُورِ جلال
اس رگِ ہاشمیّت پہ لاکھوں سلام

جب خطاؤں پہ غالب کرم آگیا
جب شفاعت کا وقتِ اَہم آگیا
لطف پر خود ہی فیضِ اَتم آگیا
جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آگیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

لائے تو دہر ایسا کوئی دوسرا
بخشوائے جو اُمّت کو روزِ جزا
وہ شفیع الاُمم، وہ شفیع الورا
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس کو دونوں جہانوں کا آقا کہیں
جس کی خدمت کو جبریل کے پَر بچھیں
شمس جن و ملک جس کے خادم بنیں
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

ہوں شفاعت سے فارغ شفیع الورا
آئے ہر سو سے جس دم نوید عطا
ہو طلب مری اس دم بزیرِ لِوا
مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مولانا سیّد حبیب احمد نقشبندی محسنی تلہری (مرحوم) حیدر آباد سندھ۔ پاکستان

مولانا سید حبیب احمد نقشبندی محسنی تلہری ممتاز عالمِ دین' صوفی باصفا اور اہل اللہ کے حلقۂ ارادت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ عرصۂ دراز سے حیدر آباد (سندھ) لطیف آباد نمبر 12 میں قیام پذیر ہیں۔ امامت وخطابت کے فرائض کے علاوہ بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دو عدد مجموعہائے نعت' اوّل' نذرِ حبیب، دوم' نعتِ رسول بھی پیش کر چکے ہیں۔

نعت گوئی کا میدان بہت وسیع ہے اور سنگلاخ بھی! اس راہ کا طے کرنا آسان نہیں! مولانا سیّد حبیب احمد صاحب نقشبندی تلہری ایسا قلب صافی رکھتے ہیں۔ جو حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہے۔ اسی لئے ان کے ہاں جذبہ کی صداقت بھی ہے اور محبت کی چاشنی بھی! اسی قوامِ محبت نے نعت گوئی سے ان کا ربط پیدا کیا اور انہوں نے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنے نذرانے پیش کئے جو نذرِ حبیب اور نعتِ رسول کے گلدستے بن کر غلامانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشامِ جاں کو معطر کر رہے ہیں۔ اور ان کی متاعِ محبت ایک گنجینۂ بے بہا کی طرح انمول ہے۔ اس گنجینۂ محبت میں غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج دُرِ شاہوار سے آراستہ ہے۔

حضرت مولانا سیّد حبیب احمد نقشبندی محسنی تلہری (مرحوم) نے سلامِ رضا کے کُل (24) اشعار پر تضمین کہی ہے۔ یہ تضمین مجھے حیدر آباد (سندھ) کے معروف ومقبول ثناخوانِ رسول برادرم حسن علی کے توسط سے حاصل ہوئی تھی۔

سیّد حبیب نقشبندی کا نعتیہ مجموعہ کلام رضوی کتب خانہ اُردو بازار لاہور سے ۱۳۹۸ھ/ 1978ء میں شائع ہوا۔ ''نعتِ رسول'' کے نام سے سیّد حبیب نقشبندی کا دوسرا مختصر نعتیہ مجموعہ کلام لطیف آباد حیدر آباد (سندھ) سے خود مصنف نے شائع کیا ہے۔ اس پر سالِ اشاعت درج نہیں۔ موخر الذکر کتاب میں یہ تضمین شامل ہے۔

سیّد حبیب نقشبندی کا مکمل تعارف و خدمات راقم کے مرتب کردہ تذکرہ ''حیدر آباد (سندھ) کے نعت گو'' میں موجود ہے۔

تضمین نگار: سید حبیب نقشبندی

(یہ تضمین کُل (24) اشعار پر کہی گئی ہے۔)

حق نما سرِّ وحدت پہ لاکھوں سلام
دلربا نور طلعت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ شان قدرت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

میرے آقا و مولا پہ لاکھوں درود
سب کے ملجا و ماویٰ پہ لاکھوں درود
نور عرش معلیٰ پہ لاکھوں درود
شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

مالک دو جہاں رازدار قدم
زینت لا مکاں جوئبار کرم
ساقیِ کوثر و قاسم کُلِ نعم
شہریار ارم تاجدار حرم
نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

ان کی ہر ایک پیاری ادا پر درود
جلوۂ عارضِ دل رُبا پر درود
در دنداں کی نوری ضیاء پر درود
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

گل سے رخسار پر صد ہزاراں درود
زلف عنبر فشاں پر فراواں درود
نور افشاں جبیں پر نمایاں درود
چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

ہے بلا شک جو سلطانِ دنیا و دیں
جس کے دربان ہیں جبرئیل امیں
سامنے جس کے کعبے کی خم ہے جبیں
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

شاہِ دنیا و دیں دادرس دادگر
فخر جُملہ رسل صدرِ جملہ بشر
ساقیِ کوثر و مالکِ بحر و بر
صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ ادا دلربایانہ وہ سادہ پن ۔ جس پہ صدقے ہوں لالہ رخان چمن
بھولی بھولی وہ باتیں وہ میٹھے بچن ۔ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

نور توحید کا جلوہ طیبہ کا چاند ۔ عرش کی آنکھ کا تارا طیبہ کا چاند
آمنہ بی کا مہ پارا طیبہ کا چاند ۔ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

کیوں نہ ہو ٹھیک عالم کا نظم و نسق ۔ راستی کا ملے کیوں نہ سب کو سبق
صبح چمکی ہوا شام کا سینہ شق ۔ لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

چشم مازاغ ان کی وہ صلِّ علیٰ ۔ جس سے مخفی نہیں کوئی بھی شے ذرا
کتنی دلکش ہے اس کی یہ پیاری ادا ۔ جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے عالم منور ہوا ۔ جس کی کونین میں ہے درخشاں ضیا
جس کو معراج کا تاجِ عزت ملا ۔ جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

طور پر جلوہ آرائی کس کی وہ تھی ۔ لن ترانی کی آواز تھی کس نے دی
ہوش و فہم و خرد گم یہاں ہیں سبھی ۔ کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

ہیں وہ قاسم اگرچہ ہے معطی خدا ۔ جس کو جو کچھ ملا وہ انہیں سے ملا
جوش پر ان کا ہر دم ہے جودو عطا ۔ ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

کاش برپا ہو جس وقت روز جزا ۔ اور دولہا بنیں وہ شفیع الورا
ہو کسی کی یہ پوری حبیب التجا ۔ مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

عزیز حاصل پوری (مرحوم) ملتان۔ پاکستان

عزیز حاصل پوری (مرحوم) کا شمار پاکستان کے معروف نعت گو شعرائے کرام میں ہوتا ہے۔ عزیز حاصل پوری نے اپنی حیاتِ جاوداں کا ایک مستقل حصہ طویل اور اہم حصہ نعت گوئی کے شعبے سے متعلق رہ کے گزارا تھا۔ غزلوں کے ذخیرے کے علاوہ نعتوں کے بھی متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ 1۔ جامِ نور، 2۔ کشت زارِ غزل، 3۔ صحیفہ نور، 4۔ جمالِ نور، 5۔ بہارِ تغزل اور 6۔ تضمینِ مبین۔

قلم میں اتنی قدرت اور فہم میں یہ تاب وتواں کہاں ہے کہ محبوب ربِ المشرقین و المغربین کی تعریف کر سکے۔ یہ جو ہم نغمہ ہائے نعت بلند کرتے ہیں وہ بس بطور تحدیثِ نعمت ہے۔ اور اس تحدیثِ نعمت کا بارگاہِ الٰہی سے فرمانِ ذیشان صادر ہو چکا ہے۔ حضورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ گرامی کے ذکر سے عظیم اور کون سی نعت ہو سکتی ہے! جناب عزیز حاصل پوری کی شہرت بحیثیت شاعر اور ان کے کلام کی یہ عظمت اسی تحدیثِ نعمت کا صدقہ ہے۔ ان کی نعت گوئی کا مزاج اسی نعمت کی بدولت شیرینی اور کیف آفرینی سے معمور ہے۔ جو ان کے کلام میں رچی بسی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وخصائص کے بیان میں یہ جوش وسرمستی اور کیف آفرینی اسی تحدیثِ نعمت کے طفیل میں ان کے کلام کا خاصہ بن گئے ہیں:

حضرت عزیز حاصل پوری (مرحوم) نے سلام رضا کے کُل (42) اشعار پر تضمین کہنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ سلامِ رضا پر کہی گئی یہ تضمین ''تضمین مبین'' /۱۴۰۲ھ کے نام سے ابومحمد نور احمد ریاض، مدرسۂ انوار العلوم (کچہری روڈ ملتان) سے 1982ء میں شائع ہو چکی ہے۔

تضمین مبین میں اعلیٰ حضرت کے سلام رضا پر تضمین کے علاوہ حکیم الامت شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے منتخب کلام پر بھی تضمین موجود ہے۔

تضمین نگار: عزیز حاصل پوری

(یہ تضمین کل (42) اشعار پر کہی گئی ہے)

صدر ایوانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — بدر فارانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
مظہر شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

موجزن ہو کے بحر کرم آگیا — دور میں ساغر کیف و کم آگیا
غم گیا جب مداوائے غم آگیا — جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

چھٹ گئی تیرگی چمکا طیبہ کا چاند — بجھ گئی چاندنی چمکا طیبہ کا چاند
دہر کو ضو ملی چمکا طیبہ کا چاند — جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کی آمد پہ در رحمتوں کا کھلا — جس کے دم سے ہوا عاصیوں کا بھلا
جس کے صدقے سکوں بے کسوں کو ملا — جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس کو حُسنِ ازل کی تجلی کہیں — جس سے انوارِ رحمت برسنے لگیں
جس کی ضو سے مرادوں کے گلشن کھلیں — جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس کا ہر اک سخن حرفِ قرآں ہوا — جس کا ہر جُملہ دستور عالم بنا
جس کا ہر لفظ معنی کا روشن دیا — وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

"ماہِ نو" نے سدا جس کی تعظیم کی — بزم قوسین کو جس سے عظمت ملی
ں پہ صدقے ہوا حسن تقدیس بھی — جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

کھائی ہوگی کسی نے نہ ایسی قسم
یہ انوکھی قسم ہے نرالی قسم
حرفِ قرآں یہی ایک ٹھہری قسم
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حُسنِ صنعت میں سب سے نرالے وہ کان
نور آنکھوں کے، دل کے اجالے وہ کان
اللہ اللہ ! سماعت کے آلے وہ کان
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کی شوکت کے ہر سمت ڈنکے بجے
جس کی عظمت کے دنیا میں ہیں تذکرے
جس کو بخشے خدا نے بڑے مرتبے
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

کر لیا جس نے دیدار خیرالبشر
آ گیا اس کی آنکھوں میں نور بصر
علم صدقے ہوا اُس کے عرفان پر
جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں
جس کے آگے اجارہ کسی کا نہیں
جس کا ثانی زمانے میں دیکھا نہیں
جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

روزِ میثاق سے حشر کے روز تک
رہا جس کا زمانہ بلا شبہ و شک
جس کے محور ہیں سارے سما و سمک
جس کے گھیرے میں ہیں انبیا و ملک
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

صدقۂ اہلِ بیت فضیلت مآب
صدقۂ پنجتن صدقۂ کُل صحاب
صدقۂ غوثِ اعظم گرامی جناب
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

محفلوں میں بجے سازِ صَلِّ عَلیٰ
نغمہ نغمہ لگے دو جہاں کی فضا
ہو عزیزِ سخن بھی ترا ہمنوا
جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت اسلم بستوی (بھارت)

حضرت اسلم بستوی صاحب ہندوستان کے مقبول و ممتاز نعت گو شاعر ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام پاک و ہند کے متعدد رسائل و جرائد میں اکثر شائع ہوتا رہتا ہے۔ موصوف نے اعلیٰ حضرت کے مشہورِ زمانہ سلام بدرگاہِ خیرالانام پر "انتخابِ کلامِ رضا" کے نام سے تضمین شائع کی ہے اور اس کے کُل بیس اشعار، شاعرِ محترم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے بتوسط حضرت علامہ مفتی شفیق احمد شریفی، پرنسپل دارالعلوم غریب نواز اٹالہ اِلٰہ آباد (ہندوستان) سے مجھے موصول ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کا ممنونِ کرم ہوں کہ اکثر حضرت والا حمد و نعت، منقبت و سلام کے حوالے سے کرم گستری فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت اسلم بستوی کی شہریت بحیثیت شاعر نعت نگار، عطیہ ہے نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خوش نصیب ہیں جناب اسلم بستوی کہ ان کے نعتیہ کلام نے اپنے جذبہ کی صداقت اور ان کے آہنگ نواکاری نے بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف قبول پایا اور ان کے کلام میں یہ خصوصیات رچ بس گئیں! حقیقت یہ ہے کہ بغیر صدق و اخلاص کے نعت کی نگارش محال ہے۔ اگر نواب مرزا داغ دہلوی کی طرح چند الفاظ کی تالیف کر دی یا ان کو موزوں کر دیا تو اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے!

تو جو اللہ کو محبوب ہوا، خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا، خوب ہوا

رسائل و جرائد میں ان کے کلام کی پذیرائی، اسی جذبہ کی صداقت اور آہنگ نواکاری کا ہی نتیجہ ہے، اثر آفریں الفاظ کا انتخاب اور ان کا حسین در و بست جب ہی ہو سکتا ہے کہ نعت نگار جذبۂ محبت سے سرشار ہو اور جناب اسلم بستوی کے یہاں اس جذبہ کی فراوانی ہے۔

حضرت اسلم بستوی صاحب نے سلامِ رضا کے کُل (20) اشعار پر تضمین کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ حضرت علامہ مفتی شفیق احمد شریفی پرنسپل دارالعلوم غریب نواز اٹالہ اِلٰہ آباد (بھارت) کے حوالے سے یہ تضمین مجھے حاصل ہوئی تھی۔ بعد میں مفتی صاحب سے خط و کتابت نہ ہونے کی وجہ سے اس تضمین کی موجودہ کیفیت اور حوالہ یا پتہ لکھنے سے قاصر ہوں البتہ میں نے حضرت ادیب رائے پوری (مرحوم) کی منعقد کردہ عالمی نعت کانفرنس کراچی پاکستان میں حضرت اسلم بستوی کو یہی تضمین پڑھتے سنا ہے۔ (مرتب)

تضمین نگار: اسلم بستوی

(یہ تضمین کُل (20) اشعار پر کہی گئی ہے)

صدر بزمِ نبوّت پہ لاکھوں سلام — تاجدارِ رسالت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ جاہ و حشمت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تیری کملی کے سائے میں ابرِ کرم — ابرووں کے اشارے میں لوح وقلم
سطوتِ دو جہاں ہے ترے در پہ خم — شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

جسمِ اطہر کی یہ آئینہ بندیاں — ہیں شفق رنگ عارض کی سب سُرخیاں
چاند کف چاندنی آپ کی انگلیاں — پتلی پتلی گُلِ قدس کی پتّیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

بے شکن ابروئے نور کی دلکشی — مدح کیا ہو بیاں حُسن قوسین کی
وہ نزاکت، نفاست وہ پاکیزگی — جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

ہر طرف ابرِ لطف و کرم چھا گیا — بارشِ رحمت و نُور برسا گیا
ریگزارِ عرب زندگی پا گیا — جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جسمِ نازِ حبیبِ خدا پر دُرود — رشکِ صد کہکشاں نقش پا پر دُرود
ہر نشیب و فرازِ ادا پر دُرود — نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر دُرود
اُونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

کتنے جلوے تبسّم میں ہیں نُور کے — لب ہلائیں تو دفتر کھلیں نُور کے
موتیوں جیسے دنداں لگیں نُور کے — جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نُور کے
اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جوش پر آئیں جب بھی تری رحمتیں　　تشنگانِ جہاں پھر نہ پیاسے رہیں
دھارے بہہ جائیں جب بھی اشارہ کریں　　نُور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

زُلف واللّیل ہے شب اثر کی قسم　　والضحیٰ رُوئے تابندہ تر کی قسم
سورۂ البلد تیرے گھر کی قسم　　کھائی قرآں نے خاکِ گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

رُوئے گیتی سے پردے سرکنے لگے　　سینۂ سنگ میں دل دھڑکنے لگے
چادرِ شب میں تارے چمکنے لگے　　اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے
جلوہ ریزیِ دعوت پہ لاکھوں سلام

عہدۂ تیرہ شبی جو مٹانے لگے　　چاند سورج زمیں سے اُگانے لگے
نُور بخش ایسے جلوے لُٹانے لگے　　جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

کوئی آیا نہ ایسا حسین و جمیل　　ممتنع جس کی ہے ہر نظیر و مثیل
پیکرِ نورِ وحدت ہے حُسنِ اصیل　　بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

جن کی پاکیزگی عزّ و شانِ نبی　　جو حرم میں بھی ہیں ترجمانِ نبی
ہم مزاجِ نبی ' ہم زبانِ نبی　　بنتِ صدّیق آرام جانِ نبی
اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

صابرہ شاکرہ بنتِ خیر الورا　　صوفیہ زاہدہ حضرتِ فاطمہ
باعثِ رشک مریم ہے جن کی رِدا　　سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مدح خواں صرف اسلم نہیں ہے ترا　　فرش تا عرش ہے شور صلِّ علیٰ
دیکھو کہتا ہے کیا عاشقِ مصطفیٰ　　مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مولانا عبدالسلام شفیق (بھارت)

یہ تضمین کل دس اشعار پر کہی گئی ہے۔ اس تضمین کے شاعر مولانا عبدالسلام شفیق صاحب ہیں اور یہ تضمین آستانہ دہلی' اپریل 1960ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ یہ تضمین میرے ایک بہت ہی پیارے دوست محترم شیر محمد رضوی صاحب' جو ''صبح و مسا'' نعت کے حوالے سے تعاون فرماتے رہتے ہیں، انہوں نے ملتان کی ایک لائبریری سے حاصل کی تھی۔

الفاظ اور جملوں کی کیف بخشی اور اثر آفرینی میں کسے کلام ہوسکتا ہے۔ لیکن دلوں کے دروازے پر وہی الفاظ دستک دے سکتے ہیں اور مومنین کے قلوب کو گرما سکتے ہیں جو ایسے دل سے نکلے ہوں اور ایسی زبان سے ادا ہوئے ہوں جو نعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایا اور اس کی غلامی کے اقرار میں ہر وقت مصروف ہو! اس صورت میں ایسے سرشار محبت کا خامہ رنگین نوا بن جاتا ہے اور اس کی صریر فردوس گوش کا سامان مہیا کرتی ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور خوش نصیب ہیں جناب شفیق صاحب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خامہ رنگین نوا کو یہ توفیق بخشی کہ ان کا خامۂ نگارش نعت میں مصروف اور قرطاس پر رواں دواں ہے۔ ان کی نعت میں والہانہ انداز اسی غلامی کا انعام ہے۔

مولانا عبدالسلام شفیق کا تعارف اور حالات زندگی پردۂ خفا میں ہیں ''آستانہ' دہلی (بھارت) اپریل 1960ء کا شمارہ خود بھی نہیں دیکھ سکا۔ سلام رضا کے کل (10) اشعار پر کہی گئی یہ تضمین مولانا عبدالسلام شفیق کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

''آستانہ' دہلی کے چند قارئین کرام ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اگر وہ توجہ فرمائیں تو مولانا عبدالسلام شفیق کا تعارف ہمیں حاصل ہوسکتا ہے۔ دیگر ارباب علم و دانش سے بھی گزارش ہے کہ وہ اگر مولانا عبدالسلام شفیق کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ ہم ہمیشہ آپ کے مشکور رہیں گے۔

تضمین نگار: عبدالسلام شفیق

(یہ تضمین کُل (10) اشعار پر کہی گئی ہے)

ماہِ بُرجِ شفاعت پہ لاکھوں سلام　　مہرِ اَوجِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ذاتِ غمخوارِ اُمت پہ لاکھوں سلام　　مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کے ختمِ نبوّت کا سہرا بندھا　　انبیاء کی امامت کا سہرا بندھا
جس کے سر عفو و رحمت کا سہرا بندھا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جُھک گئے جن کے آگے رسول و نبی　　گردنِ عرش جن کے لئے خم ہوئی
شانِ حق ٹپکی، وہ شانِ حق سے مِلی　　جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

خشک کھیتی پہ ابرِ کرم چھا گیا　　آبِ حیواں اشارہ میں برسا گیا
روحِ تازہ سی ہر مُردہ دل پا گیا　　جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آگیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

وہ جبیں جس کو حق کی تجلّی کہیں　　ذات وہ جس کو احسانِ باری کہیں
جس کی مرضی کو سب ربّ کی مرضی کہیں　　وہ زباں جس کو سب کُن کی کُنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اُس کی داد و دہش کا ہو کیا تذکرہ　　مُونسِ مُفلِساں، مرجعِ اغنیاء
جو مجسّم عطا ہے مجسّم سخا　　ہاتھ جس سمت اٹھا، غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

ہے شفیقِ حزیں کی دلی التجا　　حاضری ہو درِ پاک پر جب خُدا
شوق سے میں پڑھوں نعتِ خیر الورا　　مجھ سے دربان وقُدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

محمد عثمان عارف نقشبندی (سابقہ گورنر اتر پردیش۔ بھارت)

زیرِ نظر تضمین بر سلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، عالی جناب محمد عثمان عارف نقشبندی (گورنر اتر پردیش) بھارت نے ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ (مدیر اعلیٰ حضرت علامہ ظہیر الدین قادری) کے خصوصی و انمول، قیمتی و کمیاب "محمد عربی نمبر" کے لئے خصوصی فرمائش پر لکھی تھی۔

احقر جب بغرضِ ملاقات پاکستان نعت اکیڈمی کے صدر اور مؤلف مدارج النعت (نعتیہ تحقیقی مقالہ) حضرتِ ادیب رائے پوری کے گھر گیا تو آپ نے سیرتِ طیبہ پر یہ نایاب شاہکار مجھے دکھایا۔ ورق گردانی کے بعد یہ تضمینِ لطیف بھی میری نظر سے گزری۔ میں نے ادیب رائے پوری صاحب سے اس تضمین کے لئے درخواست کی اور یوں میری یہ بھی درخواست قبول ہوگئی۔

میں نے اپنے گرامی قدر استاد حضرت اختر الحامدی کے بارے میں عرض کیا ہے کہ نعت گوئی، علم دین کے بغیر انصرام نہیں پاسکتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی جامع دین و ایمان ہے۔ اس منبعِ حیات، سرچشمہ دین و ایمان کے اوصافِ گرامی تحریر کرنے کے لئے علوم دینی کا دامن تھامنا ہوگا۔ اگر وسعتِ فکر و فہم کی وہاں تک رسائی نہیں تو نعت پاک کا اہتمام و انجام کماحقہ نہیں ہوسکے گا۔ ہر موضوع کا ایک اسلوب بیاں ہوتا ہے۔ تاریخ کو اسلوب قصص روایات میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور فلسفہ کے لئے قصص کا اسلوب اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک مخصوص اسلوب بیاں اور ایک خاص طرزِ ادا ہے۔ الفاظ کے انتخاب میں دیدہ وری اور فہم و دانش میں احتیاط نہیں فرمائی ورنہ ان کے کلام کا کیف اور دو چند ہو جاتا۔ ان کے کلام میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ شیفتگی تو موجود ہے۔ لیکن وہ اس کے اظہار کے لئے صحیح اور راست جہت اختیار نہیں کر سکے۔ بایں ہمہ ان کے جذبہ کی صداقت میں شبہ نہیں۔

محمد عثمان عارف نقشبندی (سابقہ گورنر اتر پردیش) بھارت نے سلام رضا کے کُل (9) اشعار پر تضمین کہی ہے۔ یہ تضمین ماہنامہ "استقامت ڈائجسٹ کانپور (بھارت) کے محمد عربی نمبر" میں شائع ہوئی۔ مجھے یہ تضمین حضرت ادیب رائے پوری کے توسط سے حاصل ہوئی۔

محمد عثمان عارف نقشبندی کی یہ تضمین ان کے نعتیہ مجموعہ کلام "عقیدت کے پھول" میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ میرے مرتب کردہ "لاکھوں سلام" پر ماہنامہ "استقامت ڈائجسٹ" اکتوبر 1987ء کے شمارے میں طیش صدیقی کا طیش بھرا مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

تضمین نگار: عثمان عارف نقشبندی

(یہ تضمین کُل (9) اشعار پر کہی گئی ہے)

راز دارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام رہنمائے طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ شریعت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

فخرِ انساں کی عظمت پہ لاکھوں سلام ان کے ایثار و خدمت پہ لاکھوں سلام
اُن کی ہر اِک مصیبت پر لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اُف! قیامت کا منظر، پناہِ خدا ہوش بکھرے ہوئے سب کے محشر بپا
شانِ رحمت کا کہنا ہی کیا مرحبا جس طرف اُٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

مالکِ فرش و عرشِ علاء پر دُرود ان کے کردار کی ہر ادا پر دُرود
پاکبازیٔ نُورِ خُدا پہ دُرود نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر دُرود
اُونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

کیا جمالِ محمد ہے ثانی کہاں چہرۂ پاک قرآں کا ترجماں
خندۂ مصطفیٰ کھل پڑا گلستاں پتلی پتلی گلِ قُدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس کی خاطر دعا کی، سخی کر دیا دین و دنیا کے غم سے، بری کر دیا
چشمِ الطاف ڈالی، ولی کر دیا ہاتھ جس سمت اٹھا، غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

بزمِ میلاد کی دھوم صَلِّ علیٰ ہے زمیں تا فلک نُور کا سلسلہ
بیٹھو عارف ادب سے سنو یہ صدا مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صوفی مسعود احمد رہبر محبوبی چشتی کشمیری ضیائی کراچی۔پاکستان

صوفی مسعود احمد رہبر محبوبی چشتی کشمیری ضیائی' لسان الحسّان حضرت علاّمہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔شاعر موصوف کو اللہ تعالیٰ نے خوش گلوئی و خوش سخنی جیسی ہر دو نعمتوں سے سرفراز کیا ہے۔صوفی رہبر صاحب کا نعتیہ کلام پر مشتمل ایک مجموعہ ''مجموعۂ نعت'' 1955ء کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔افسوس کہ اس مجموعہ کا ایک بھی نسخہ میسّر نہ آسکا۔صرف ایک عدد نسخہ شاعر موصوف کے پاس موجود ہے آپ کی مستقل رہائش شاہ فیصل کالونی نمبر۲ کراچی میں ہے۔

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگارش واقعی تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔اس راہ کی معمولی سی لغزش موجبِ عصیان و خذلان بن جاتی ہے۔شریعت نے جو حدود متعین کر دیئے ہیں ان حدود سے قدم باہر نہیں رکھا جا سکتا نعت نگاری ان ہی قیود کے باعث ایک دشوار گزار مرحلہ ہے۔علوم دین' بتوفیقِ الٰہی اس راہ میں رہنمائی کرتے ہیں اور مجھے یہ کہتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ صوفی مسعود احمد رہبر صاحب محبوبی چشتی کشمیری نے اسی رہنمائی سے اس راستے کو طے کیا ہے۔ان کا کلام جذبہ کی صداقت سے مالا مال ہے اور کیوں نہ ہو کہ بغیر اس متاع بے بہا کے نعت نگاری سرانجام نہیں پا سکتی۔

صوفی رہبر چشتی نے سلام رضا کے کُل (7) اشعار پر تضمین کہی ہے۔سب سے پہلے یہ تضمین برسوں فوٹو اسٹیٹ صفحہ پر تقسیم کی جاتی رہی۔بعد ازاں یہ تضمین ''گلدستہ محبوب'' مرتب عبدالستار رہبری میں شائع ہوئی۔اس پر سال اشاعت موجود نہیں۔گلدستہ محبوب انجمن رہبر اسلام (برانچ) خان پور پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔

صوفی رہبر چشتی کا تیسرا نعتیہ مجموعہ کلام ''رہبرِ رہبراں'' / 1993ء میں کراچی سے شائع ہوا۔جس کی اشاعت کا اہتمام صوفی رہبر چشتی کی قائم کردہ تنظیم مرکزی انجمن رہبرِ اسلام پاکستان کراچی نے کیا تھا۔

صوفی رہبر چشتی کا تفصیلی تعارف و خدمات درکار ہوں تو احقر کا مرتب کردہ اوّلین تذکرہ ''کراچی کے نعت گو'' / 1994ء کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

تضمین نگار: صوفی رہبر چشتی ضیائی

(یہ تضمین کُل (7) اشعار پر کہی گئی ہے)

مصطفیٰ حُسنِ فطرت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ نُورِ وحدت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

وہ جو آیا تو ہر سُو اُجالا ہوا رب نے کونین کو جس کا صدقہ دیا
کیا کہوں اس شہنشاہ کا ماجرا کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

وہ شہنشاہِ کونین ہے بالیقیں اس کے جیسا کہاں، ہم نے پایا حسیں
وہ محمد ہے محمودؐ صادق امیں ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

ابرِ رحمت کا کونین پر چھا گیا برکتیں دونوں عالم میں برسا گیا
پانے والا مرادیں ہر اِک پا گیا جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کے قدموں تلے چاند بھی بے گماں جو ہو نُورِ خُدا اس کا ثانی کہاں
تذکرہ ہے جس کا گلستاں گلستاں پتلی پتلی گُلِ قُدس کی پتّیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس نے اُمت کی خاطر ہر اِک غم سہا جس کے دستِ کرم سے ہے دریا بہا
جس کو حُوروں نے جنّت کا دولہا کہا جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت ہیں احمد رضا خاں رضا ہاں رضا اہلِ سنّت کی جاں ہے رضا
دیکھو رہبر ہوئے زمزمہ خُواں رضا مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

طاہر حسین طاہر سلطانی۔ کراچی۔ پاکستان

1989ء میں طاہر سلطانی نے ''مدینے کی مہک'' (پہلا نعتیہ مجموعہ کلام) سے اپنے سفرِ نعت کا آغاز کیا۔ 1996ء میں انہیں ''خزینۂ حمد'' (حمدیہ انتخاب۔ 404 شعراء کی حمدیں) عطا ہوا۔

1997ء میں طاہر سلطانی نے ''نعت میری زندگی'' (دوسرا نعتیہ مجموعہ کلام) کا اعلان کر دیا۔

1997ء میں ہی شعبۂ حمد میں ''اذانِ دیر'' (غیر مسلم شعراء کا انتخاب حمد) بھی سنائی دینے لگی۔ 1998ء سے ''جہانِ حمد'' (حمدیہ کتابی سلسلہ) صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے لگا۔ 2000ء میں ''حریمِ ناز میں صدائے اللہ اکبر'' (شاعرات کا اوّلین انتخاب حمد) مشامِ جاں کو معطر کرنے لگی۔ طاہر سلطانی کو 1996ء میں خزینۂ حمد کیا عطا ہوا کہ انہوں نے 2000ء میں ''حمد میری بندگی'' (حمدیہ مجموعہ کلام) کو زندگی بنا لیا۔ حمدیہ کیفیات میں فراوانی ''انتخابِ مناجات'' (قدیم و جدید پُر اثر انتخاب مناجات) کی صورت میں 2003ء میں ظاہر ہوئی۔

خزینۂ حمد، اذانِ دیر، جہانِ حمد، صدائے اللہ اکبر، حمد میری بندگی اور انتخابِ مناجات کے نقش جب رُوح پر ثبت ہو گئے تو مارچ 2004ء سے ''ارمغانِ حمد'' (اوّلین ماہنامہ حمد) کا ظہور ہونے لگا۔ طاہر سلطانی کے روز و شب ''جہانِ حمد'' اور ''ارمغانِ حمد سے معمور و منور رہیں۔

''اردو حمد کا ارتقاء'' 2004ء (صاحبِ کتاب حمد گویانِ اُردو کا تذکرہ مع انٹرویوز) درحقیقت طاہر سلطانی کی حمدیہ ادب سے سچی اور مسلسل رفاقت کا واضح ثبوت ہے۔

طاہر سلطانی شعبہ حمد و نعت میں گرانقدر خدمات کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ طاہر سلطانی کی نعتوں میں سادگی کا عنصر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیں عام طور پر شہرت سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ سادگی کے جوہر سے آشنا ہیں اسی لئے بیان میں دلکشی پائی جاتی ہے۔ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں حمدیہ ادب میں بھی نمایاں ترین کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ روز و شب کا ہر لحہ و ہر ساعت حمد و نعت سے عبارت ہے۔

طاہر سلطانی نے سلامِ رضا کے کُل (6) اشعار پر تضمین کہی ہے۔ یہ تضمین راقم الحروف کی تحریک پر 12، مارچ 2002ء میں کہی گئی تھی۔

تضمین نگار: طاہر سلطانی

(یہ تضمین کُل (6) اشعار پر کہی گئی ہے)

آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام ایسے میرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام
اے خوشا اُن سے نسبت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حمد کرنے خدا کی یہ کون آگیا رنگ جس کا ہر اک رنگ پہ چھا گیا
زندگی کا ہر اک راز سمجھا گیا جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

بول وحدت کے کانوں میں آنے لگے خلق و ایثار دل میں سمانے لگے
جن کی آمد سے سب غم ٹھکانے لگے جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

سرور انبیاء رحمتِ دوجہاں جن کو اللہ نے دی ہے اپنی زباں
وہ کلامِ خدا اور وہ شیریں بیاں پتلی پتلی گُلِ قدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ایسا صادق امیں ہم نے دیکھا نہیں جو بِلا حکمِ رب بات کرتا نہیں
بے خبر جو غریبوں سے رہتا نہیں ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

خوشبوؤں سے معطر گلستاں رضاؔ ان پہ قربان میرے دل و جاں رضاؔ
خاص سرکار کا ہے یہ احساں رضا مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۔

امامِ نعت گویانِ اُردو

مولانا احمد رضا خاں کی شاعری میں حمد و مناجات

طاہر سلطانی

امام اہلسنّت مجدّد دین و ملّت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو اردو نعتیہ ادب میں وہ مقام حاصل ہے جو مقامِ عربی میں حضرت حسّان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، امام بوصیریؒ فارسی میں شیخ سعدیؒ، مولانا جامیؒ وغیرہ کو حاصل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے بارے میں نامور اہلِ قلم کے مضامین و مقالات رسائل و جرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ مولانا کا مجموعۂ نعت ''حدائقِ بخشش'' کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا کلام ہر خاص و عام میں یکساں مقبول ہے۔ حدائق بخشش کے مطالعے کے دوران یہ سوال دامن گیر رہا کہ مولانا کے مجموعۂ کلام میں اردو حمد نہیں ہے۔ البتہ اُن کے مجموعے میں ایک مناجات شامل ہے جو بہت مقبول ہے اور آج گھر گھر اس مناجات کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی نعتیہ شاعری میں ذکر خدا کثرت سے ملتا ہے۔ ہم نے آپ کے لئے حضرت احمد رضا کی نعتیہ شاعری سے ایسے اشعار کا انتخاب کیا ہے کہ جن میں حمد کی خوشبو اور حمد کا رنگ نمایاں ہے۔ لیکن پہلے امام اہلسنّت کی ایک مناجات جو زبان زدِ عام ہے۔ ایسی منفرد و یکتا مناجات اردو تاریخ میں شاید ہی ملے۔

حضرت رضاؔ، مصرعۂ اولیٰ میں اللہ رب العزت سے دعا فرما رہے ہیں تو مصرعۂ ثانی میں سرورِ انبیاء ﷺ کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں مذکورہ مناجات میں پندرہ اشعار ہیں ہر شعر ایک مکمل جامع دُعا کی

حیثیت رکھتا ہے۔

مطلع دیکھیے ۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

سبحان اللہ کتنی خوبصورت دعا ہے ایسی دعا کہ گویا کہ یہ بھی میرے دل میں ہے۔

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو

یہ بڑی اہم دعا ہے کیوں کہ نزع کا وقت بڑا کٹھن ہوتا ہے اسی لیے بزرگانِ دین یہ دعا فرماتے ہیں کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر ہو۔

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

امام نعت گویانِ اردو کی یہ دعا بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

روزِ محشر نفسی نفسی ہوگی وہاں کوئی کسی کو نہ پہچانے گا ہر فرد کو اپنی فکر ہوگی۔ اعمال کا حساب تو بہر حال دینا ہی ہوگا۔ مگر رحمت عالم کو اپنی امت کی بخشش کی فکر ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے نبی آنحضرت ﷺ کے صدقے اور طفیل امت محمدیہ کو بخش دے گا۔ (انشاء اللہ)

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہ جود و سخا کا ساتھ ہو

جب سورج سوا نیزے پر ہوگا...... تو پھر غور کریں کہ انسان کا کیا حال ہوگا ایسے کڑے وقت

میں ساقی کوثر ﷺ جامِ کوثر سے لوگوں کی پیاس بجھائیں گے۔ اللہ ربّ العزت ساقی کوثر کے دستِ مبارک سے ہم سب کو جامِ کوثر عطا فرمائے۔ (آمین)

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سیّدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب ﷺ کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو حضور انور ﷺ کی امت کی فکر ہے اُن کی یہ دعا ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ مولانا کو معلوم ہے امت محمدیہ عمل میں کمزور ہے تب ہی انہوں نے یہ دعا کی۔

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستّارِ خطا کا ساتھ ہو

اور جب انسان اپنے عصیاں پر نادم ہوگا اور جب اس کی پلکوں پر اشکوں سے چراغاں ہوگا ایسے ہی وقت کے لیے حضرت احمد رضا کی ایک اور خوبصورت دعا۔

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
اُن تبسّم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

اور جب ہم سے حساب لیا جائے گا، جب ہماری جابیجا غلطیاں ہمیں رلائیں گی۔ اس وقت کے لیے امام نعت گویان اُردو نے ایک عمدہ دعا فرمائی جو ان کا ہی حصّہ ہے۔

یا الٰہی جب حساب خندۂ بیجا رُلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتضیٰ کا ساتھ ہو

اعلیٰ حضرت کو معلوم تھا کہ امت محمدیہ عمل صالح انجام دینے میں کمزور ہے۔ ہماری بے باکیاں ہماری ہوسِ زر، ہماری منافقت ہماری اپنوں سے نفرتیں، غیروں سے دوستی جیسے معاملات ضرور رنگ دکھائیں گے۔ اسی تناظر میں آپ فرماتے ہیں۔

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

پُل صراط سے گزرنا بہت مشکل مرحلہ ہو گا خاص طور سے ہم جیسے گنہگاروں کے لیے۔
ٰی حضرت نے اس حوالے سے ایک خاص دعا فرمائی۔

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

ِ حشر کی مشکل ترین راہوں پر چلنا سرِ شمشیر پر چلنے کے مترادف ہے امامِ اہلسنّت فرماتے ہیں۔

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
ربِّ سلِّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

مقطع دعاؤں کی قبولیت کے حوالے سے پُر اثر شعر دیکھیں۔

یا الٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

طع میں اپنے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے ﷺ کا ساتھ ہو

اللہ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ ربِّ کائنات اپنے آخری نبی آنحضرت ﷺ کے طفیل
لانا احمد رضا خاں کی ساری دعائیں قبول و مقبول ہوں گی۔

امام نعت گویان اُردو کی معرکۃ الآرا مناجات کے بعد اب ہم آپ کی خدمت میں اُن کے دہ
تعار پیش کر رہے ہیں جن میں حمد و مناجات کا رنگ نمایاں ہے۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے اور ہر قسم کی بڑائی اسی کے لیے ہے۔

کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولھا نور کا

سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

واقعۂ معراج کی جانب اشارہ ہے کہ یہ سب اہتمام اللہ ربّ العزت کا خاص کرم ہے۔

خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز

کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مالکِ ارض وسما کو سرورِ انبیا ﷺ بے حد عزیز ہیں۔

شانِ خدا نہ ساتھ دے اُن کے خرام کا وہ باز

سدرہ سے تا زمیں جسے نرم سی اک اڑان ہے

خدا کی شان دیکھیے کہ آپنے محبوب ﷺ کو ایک پل میں فرش سے عرش پر بلالیا۔

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے

نبی ﷺ اُمّت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے

جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

اس ایک نعمت پر ہم سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ رب نے ہمیں ایک عظیم غمخوار نبی ﷺ عطا کیا۔

جس کا حُسن اللہ کو بھی بھا گیا

ایسے پیارے سے محبت کیجیے

آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہہ

ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں
آپ ﷺ پر واریں وہ صورت کیجئے

آنحضرت ﷺ کا بارگاہِ خداوندی میں اعلیٰ مقام کا ذکر اور پھر اللہ جل شانہٗ سے ہمت کی طلب اور اس خواہش کا اظہار کہ آپ ﷺ پر جانِ حزیں کو واریں۔ کہ یہی ایمانِ کامل کی نشانی ہے۔

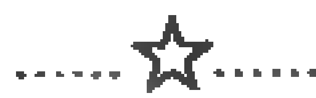
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
سونپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے

ایک پاکیزہ خواہش کے ساتھ ساتھ ربِّ ذوالجلال کی وحدانیت وعظمت کا اقرار کیا گیا ہے۔

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
عشاقِ روضہ سجدے میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثارِ جانِ فلاح و ظفر کی ہے

بے شک اللہ عزّ وجل انسان کی نیت کو اچھی طرح جانتا ہے اور ہمیں ہر گھڑی رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لعیمِ بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے
یارب رضا نہ احمد پارینہ ہو کے جائے
یہ بارگاہ تیرے حبیبِ اَبَر کی ہے



رب کریم کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری سے رب کے کرم کا صدقہ مانگ رہے ہیں کہ رضا سے حساب وکتاب نہ کرنا، رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ہے ملکِ خدا پہ جس کا قبضہ
میرا ہے وہ کامگار آقا ﷺ

رب کائنات کی حمد کا ایک منفرد انداز کہ اللہ جسے چاہے جیسے نوازے۔

مومن اُن کا کیا ہوا اللہ اس کا ہوگیا
کافر اُن ﷺ سے کیا پھرا اللہ سے وہ پھر گیا

قرآن وحدیث کے مفہوم کو دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ اللہ یہ علوِ خاص عبدیت رضاؔ
بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا

یہ مفہوم آگے گزر چکا ہے..... حمد ونعت کا امتزاج نمایاں ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حمد باری بیان کرنے کے بعد نعت مصطفیٰ بیان کی گئی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت فرما رہا ہے کہ۔

رسول ﷺ جو دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

محمد ﷺ برائے جنابِ الٰہی
جنابِ الٰہی برائے محمد ﷺ

بے شک جب کوئی اللہ کریم کا ہو جاتا ہے تو پھر ربّ کائنات اس کا ہو جاتا ہے۔

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ آنِ خدا وہ خدائے محمد ﷺ

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ بقائے محمد ﷺ

حمد و نعت کا پہلو نمایاں ہے یہ مفہوم بھی آگے گزر چکا ہے۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم
وہ خدا نے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

مالکِ ارض و سما کی عظمت و بزرگی بیان کرنے کے بعد نبی آخر ﷺ کی نعت کا ورد کیا گیا ہے۔

واضح رہے جناب احمد رضا اپنی شاعری میں قرآن مبین اور احادیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
جان ہے عشقِ مصطفیٰ ﷺ روزِ فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

حمد و نعت کا رنگ صاف ظاہر ہے۔ گر توفیق خداوندی حاصل ہو جائے تو پھر ان ﷺ کی گلی میں
ڈیرا ڈال دے وگرنہ ٹھوکریں کھانے کا امکان ہے۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

ہمارا ایمان کامل ہے کہ اللہ کریم حضور پر نور ﷺ کے صدقے میں امت محمد یہ کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ربّ ذوالجلال کی بارگاہ تک رسائی کے لیے صرف ایک ہی دربار ہے اور وہ ہے دربار رسالت مآب ﷺ

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

حمد و نعت کا پہلو نمایاں ہے آپ ﷺ جس گلی سے گزر جاتے وہ گلی مہک جاتی کیوں کہ قدرت کی یہی منشا تھی۔

ایسا گماں دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

نبی کریم ﷺ سے محبت دراصل خدا سے محبت ہے اور ایسی محبت کہ اپنی خبر ہی نہ رہے سبحان اللہ کتنے پاکیزہ خیالات ہیں۔

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی ﷺ
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی ﷺ

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
ان کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی ﷺ

اللہ جل جلالہٗ رب العالمین ہے تو آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین ہے۔

دل کو اُن ﷺ سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

سرور انبیا ﷺ کی محبت میں بارگاہ ربّ العزت میں دعائیہ انداز

اللہ اللہ کے نبی ﷺ سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

نفس کی برائیوں سے بچنے کے لیے کیا گیا استغاثہ ومناجات۔

آج عیدِ عاشقاں ہے گر خدا چاہے کہ وہ
ابروئے پیوستہ کا عالم دکھاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب ﷺ کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

(حمد ونعت) خالق کائنات نے دامنِ محبوب ﷺ میں دونوں جہانوں کی نعمتوں اور رحمتوں کو سمو دیا ہے۔خوش بخت ہیں وہ لوگ جو دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہیں۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کو ٹھہرانے والے
تو زندہ ہے .واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

حمد ونعت کا پہلو نمایاں ہے۔ ہماری آنکھوں سے چھپ جانے والے سرور انبیا ﷺ زندہ و جاوید ہیں اور اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار ﷺ سے تمغا ہے ہمارا

جب حکمِ ربی سے ہمیں سپردِ خاک کیا جائے گا تب ہمیں آنحضرت ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا (انشاءاللہ) اور یہی ہم غلاموں کے لیے تمغۂ اعزاز ہوگا:

توصیف خدائے ذوالجلال اور مدح رسول اکرم ﷺ کا منفرد انداز۔

حمد میں قدرت کاملہ بیان کی جارہی ہے اور وسیلۂ حضور پر نور ﷺ کے ذریعے شفاعت کی درخواست کی جارہی ہے۔

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف اُن صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے صرف اُن صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے

پاک پروردگار کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار اس یقین کامل کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ روز محشر صرف سرور انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔

اللہ رے تیرے جسمِ منوّر کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہوں تجھے

فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے اپنے نور سے میرے نور کو خلق کیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے کلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا۔ یہ وہ کلام ہے کہ جس کے بارے میں حاکم الحاکمین کا ارشاد ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے تو ہیں مگر ہم جیسے نہیں وہ ہم سب کے لیے رحمت و نجات کا ذریعہ ہیں وہ سرور انبیاء ہیں وہ صاحبِ معراج ہیں وہ صاحب شق القمر ہیں۔ وہ محسن انسانیت ہیں خدا کے بعد وہی یکتا و اعلیٰ ہیں ہم گفتگو کا اختتام مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان پر کررہے ہیں کہ۔

لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہوں تجھے

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا فارسی نعتیہ کلام

ڈاکٹر انعام الحق کوثر (کوئٹہ)

فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول ﷺ دونوں معانی میں آیا ہے۔

غیاث اللغات میں "تعریف و وصف کردہ از منتخب" کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ "اگرچہ لفظ لغت بمعنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال این لفظ بمعنی مطلق ستائش وثنائے رسول ﷺ آمدہ است" فرہنگِ آنندراج کے مصنف نے بھی غیاث اللغات ہی کے مفہوم کو پیش کیا ہے۔

نعت میں گویا وہ ذاتِ گرامی مقصود ہے جو وجہِ تخلیقِ کائنات ٹھہری جس کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ "اے حبیب! اگر ہم تمہیں پیدا نہ کرتے تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کرتے"۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ورفعنا لک ذکرک (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو رفعت بخشی) پارہ ۳۰، الانشراح :۴)۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین (مائدہ:۱۵) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب۔ یہاں حضور سید عالم کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راہِ حق کی نشاندہی ہوئی۔

وانک لعلی خلق عظیم (اور بے شک تم بڑے خلق پر فائز ہو۔ (القلم :۴)

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراoوداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرہ۔ (اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا نگرانی والا گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور

ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔ الاحزاب: ۴۵۔۴۶)

قیامت کے دن جب تمام مخلوقات کو ختم کر دیا جائے گا تو کوئی کسی کا ذکر کرنے والا نہ ہوگا مگر اللہ کے حبیب کا ذکر اس وقت بھی ہو رہا ہوگا کیونکہ آپ ﷺ کا ذکر کرنے والا خود خدا ہے جو حی و قیوم ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا وعدہ ہے۔

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی ۔ (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور بھیجتے رہیں گے۔ (سورہ احزاب پارہ ۲۲ آیت ۵۶)

مختصراً یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم نے نعت رسول ﷺ کہہ کر ہمیں نعت کہنے کا سلیقہ اور قرینہ بتایا ہے۔ اور اسی لیے ہمارے شعراء نے قرآن مجید سے اکتساب نعت کو تسلیم کیا ہے جیسے امام رضا بریلوی کہتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

ایک دوسرے مقام پر نعت گوئی کے متعلق فرماتے ہیں۔

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

نعت ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ جس میں سرورِ کائنات وفخرِ موجودات حضرت خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات اور اُس کے ثمرات صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہوتے ہیں۔ اس ہدف اور آدرش کے حصول کی خاطر سخنور کے لیے امام الانبیاء حضور پاک سرورِ کائنات ﷺ کی تعلیمات سے کماحقہ

بہرہ ور ہونا اور اشعار میں سمونے پر پوری دسترس رکھنا ضروری ہے۔ نعت گو کے لیے یہ بھی اہم ہے کہ وہ تعلیمات مقدس اور مقصودِ نبوّت کو اس اسلوب سے ضبط تحریر میں لائے کہ ایک طرف لطافتِ شعر برقرار رہے اور دوسری جانب حقیقت احوال روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فارسی نعتیہ کلام ان اہداف پر پورا اترتا ہے۔ وہ الوہیت اور نبوت کے فرق کو گڈمڈ ہونے نہیں دیتے۔ قرآن کریم، حدیث شریف اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ نے ان کے قلب ونظر میں گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ حکمت و دانش کی راہوں کو بھی کشادہ کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو دنیا میں سراپا رحمت بنا کر بھیجا نہ صرف انسانوں کی خاطر بلکہ حیوانوں، چرند پرند اور نباتات و جمادات کے لیے بھی اور آپ کو ''رحمۃ للعلمین'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین (اور ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا) انبیاء۔۱۰۷

حضورِ پاک سرورِ کونین ﷺ ابرِ رحمت بن کر فاران کی جھلسی ہوئی چوٹیوں پر نمودار ہوئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ابرِ کرم شرق وغرب کی تشنہ لب انسانیت کے سروں پر پھیل گیا۔ زمان ومکان کے فاصلے مٹ گئے نہ کوئی عربی رہا نہ کوئی عجمی کالے اور گورے، قوی اور ناتوان، اپنے اور پرائے کی تمیز ختم کر دی گئی۔ حسب نسب پر فخر منسوخ کر دیا گیا۔ اخوت اور مساوات کی تلقین کی گئی۔ مولانا احمد رضا خان کہتے ہیں ؎

یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجی امداد کن

سورۃ والضحیٰ، مکمل طور پر نعت رسول ﷺ ہے جس میں اس اعتراض کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو چھوڑ دیا ہے، کی تردید کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنے احسانات بھی بیان کیے ہیں اور آپ ﷺ کو جن اعزازات سے سرفراز کیا ہے۔ ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ احمد رضا خان

صاحب کہتے ہیں ۔

سوف یعطیک ربک فترضیٰ

حق نمودت چہ پاسدار یہا

مسلمانانِ عالم کی نجات فقط علم وفنون کی پیشرفت میں مضمر نہیں ۔ بلکہ سیّد البشر ، امام الانبیاء ، شفیع المذنبین ، خاتم النبیین علیہ السلام کے عشق میں فنا ہونے میں پوشیدہ ہے ۔ بصورت دیگر وہ دین کی راہ سے ہٹ جائیں گے ۔ نابغۂ روزگار ، مفسر ، محدث ، محقق اور فقیہہ امام احمد رضا بریلوی ستر سے زیادہ علوم وفنون پر حاوی تھے مگر عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام اُن پر حاوی تھا ۔ خود کہتے ہیں ۔

اے جانِ من جانان من ہم درد ہم درمان من

دین من و ایمان من امن و امان امتن

☆

غریق بحر عشق احمدیم از فرحتِ مولد

کجا دانند حال ماسبکساران ساحلہا

ھجر نبی علیہ السلام اور شوق حضوری نے کلام احمد رضا خان کو کس قدر پر تاثیر بنا دیا ملاحظہ فرمائیں ۔

در فراق تو یا رسول اللہ

سینہ دارد چہ بی قرار یہا

☆

در ہجر تو سوزاں دلم پارہ جگر از رنج وغم

صد داغ سینہ از الم در چشم دل دریا رواں

(حافظ شیرازی)

آپ علیہ السلام کی یاد میں آہ وزاری کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

دارم ای گل بیادِ زلف و رخت
سحر و شام آہ و زار یہا

ایک سچا نعت گو جو عشقِ رسول ﷺ میں سرشارِ محبت کے زمزمے سناتا ہے۔ وہ آپ کی پیاری باتوں اوصافِ کریمانہ اور اسوۂ حسنہ کے بیان سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ اگر وہ قرآن، حدیث اور سیرت کے مطالعے سے بہرہ ور ہو تو اس کی نعت میں محسنِ انسانیت ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ کی نقش گری حقیقی بھی ہوگی اور موثر بھی۔ امام احمد رضا بریلوی کی نعتوں میں سیرت نبوی کا یہ پہلو خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آنحضور ﷺ کا سراپا ہو جس میں ادب و احترام لازم و ملزوم ہے یا آپ ﷺ کے اوصاف کریمانہ، حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی نعت میں اُن کا تذکرہ اجمالاً ہی نہیں تفصیلاً و تکمیلاً ہوا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی کی طرح اس میں سادگی، سچائی اور خلوص بھی ہے اور فن کی بلندی بھی۔ احمد رضا صاحب کی نعتیں اس موضوع کے بہترین عناصر سے آراستہ ہیں۔ شعروں کا انتخاب مشکل ہے۔ تاہم امتثال حقیقت کے طور پر چند شعر پیشِ خدمت ہیں۔

اے شافع تردامناں وے چارۂ درد نہاں
جان دل و روح رواں یعنی شہہ عرش آستاں
اے مسندت عرش بریں وے خادمت روح امیں
مہر فلک ماہِ زمیں شاہِ جہاں زیبِ جناں
اے مقتدا شمع ھدیٰ نورِ خدا ظلمت روا
مہرت فدا ماہت گدا نورت جدا ازاین و آں

......☆......

در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
درد فضیلتہا و در قربِ خدا

آفتابِ خاتمیت شد بلند
مہر آمد شمعہا خامش شدند

☆

دستِ احمد عینِ دستِ ذوالجلال
آمد اندر بیعت و اندر قتال

ابتلا وآزمائش کے موقع پر حضور رسالت مآب ﷺ کا دامنِ رحمت ہی غم والم کی تاریک فضاؤں میں یقین وایمان کی شمع روشن کرتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے نام لیوا اور آپ ﷺ کی وارفتگی و شیفتگی میں سرشار آپ ﷺ ہی کے دامانِ رحمت کو تھام کر اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نگاہیں بھی ایسے حالات میں سوئے رسول اللہ ﷺ اُٹھتی ہیں اور رحمت و خیر و برکت کی دعائیں مانگتی ہیں۔

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ
شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریض دردِ عصیانم اغثنی یا رسول اللہ
گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
مدد اے آبِ حیوانم اغثنی یا رسول اللہ
اگر میرانیم از در بمن بنما درے دیگر
کجاناکم کرا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

اُن کے دور میں شعرا نے نعت میں اپنی گذارشات کو اس انداز سے پیش کیا کہ اُن کا تاثر انفرادی اور مقامی نہیں بلکہ آفاقی حیثیت اختیار کر گیا۔ پہلے لہجہ زیادہ مدھم دھیما تھا۔ پھر اُسی میں گونج بھی اُبھری۔ یوں ذاتی دکھ اور قومی دکھ کو ایک ساتھ پیش کیا جانے لگا۔

مولانا احمد رضا خان کی ایک مشہور زمانہ منفرد اور شاہکار نعت کا مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا

اس میں غیر معمولی قادر الکلامی کا ثبوت ملتا ہے اور ہر شعر میں عربی، فارسی، اردو اور پوربی یوپی ھندی کی فنکارانہ پیوند کاری سے ادب کے قارئین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس میں مولانا احمد رضا خان کے والہانہ یقین کا اظہار ہوا ہے کہ حضور پاک سرور کائناتﷺ کی ذاتِ گرامی کائنات میں بے مثال ہے۔ نہ ماضی میں اس کی مثال نظر آتی ہے نہ حال میں اور نہ مستقبل میں اس کی مثال کا امکان ہے۔ یہ شعر دیدنی ہے۔

البحر وعلا والموج طغی من بے کس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

اور مقطع ہے۔

بس خامۂ خامِ نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا نا چار اس راہ پڑا جانا

اس نعت میں چاروں زبانوں کے التزام کے باوجود ہر زبان کا ٹکڑا انتہائی سلیس، پر کیف اور وجد آور ہے۔ کسی اور نعت گو کی صلاحیتیں اس وصف کو پیش کرنے سے عاجز رہی ہیں۔ اس سے خاص و عام جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی کی روح آنحضورﷺ کی بے پایاں عقیدت سے لبریز تھی۔ وہ فنا فی العشق الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

فرماتے ہیں۔

می گریم و می نالم و می سوزم ازیں غم
یارب برسانم بسرای شہ بطحا

داغ و تپش و سوز و گداز و الم و درد
دارد دل من جملہ برائے شہ بطحا
محبوب خدا رہرواسرا شہ کونین
رتبہ کہ آورد سوائے شہ بطحا
بیرون فگن از سر چو رضا این ہمہ سودا
میخولو بہر کار رضائے شہ بطحا

ان کا فارسی نعتیہ کلام ایسی حرارت، تپش، شکوہ الفاظ وتراکیب اور صوتی ہم آہنگی کے علاوہ سوچوں کی گہرائی جذبوں کی سچائی اور خوبیوں کی فراوانی کا حامل ہے جو شاعر کے حواس پر پوری طرح حاوی ہے۔ اور اسے ایسا سوز و گداز اور جذب واثر نصیب ہوا ہے جو ہر غم و محن زندگی سے پردہ اٹھاتا ہے اور درد دروں کو اس خلوص اور محبت سے پیش کرتا ہے کہ پڑھنے والے کا دل پسیج کر رہ جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان کے کلام میں شگفتگی، شیرینی، زور بیان، پختگی، روانی، بے ساختگی، قادرالکلامی، تبحر علمی، تخلیق استداد، موقع و محل کے مطابق الفاظ و کلام کا چناؤ، نادر استعارات و تشبیہات، درد و غم کے ساتھ اس طرح آمیختہ ہیں کہ قاری کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے کر اُسے صاحب دل صاحبان کی مجلس میں پہنچا دیتی ہیں۔ جہاں حضور اکرم ﷺ اور اُن کے متعلقات (روضۂ مبارکہ، مدینہ منورہ، تعلیمات، اسوۂ حسنہ وغیرہ) کا ذکر آتے ہی اس کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ فاضل بریلوی نے اپنے فارسی نعتیہ کلام کے ناتے سے اپنے ہم وطن اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی ٹھانی اور سعی بلیغ فرمائی کہ دنیائے اسلام متحد ہو کر تمدن و معاشرت انسانیت کو بالا سے بالاتر لے جائے۔

وہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ساری اسلامی دنیا بمعہ مسلمانانِ برصغیر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑی ہو اور اپنے مخالفین کا اجتماعی مقابلہ کرے وہ اپنے حسب نسب اور حکومتی سطح کے

اختلافات کو پس پشت ڈال کر توحید و نبوت کے جھنڈے تلے یکجا ہو کے اسی میں امت مسلمہ کی بہتری، بھلائی اور سرخروئی پنہاں ہے۔

ما کہ بودیم و دعائے ما چہ بود
فضل تو دل داد اے ربِّ ودود
کیست مولائی بہ از ربِّ جلیل
حسبنا اللہ ربنا نعم الوکیل
برگوش نبی کان کرم باد سلامی
برطرۂ آں گیسوئے خمار درودی
خاکِ دراو باش رضا تاز کرامت
خود بشنوی از ہر در و دیوار درودی

☆☆☆☆☆

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود

تنویر پھول

امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی یگانہ روزگار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے برصغیر پاک و ہند کا سوادِ اعظم خصوصاً اور تمام عالمِ اسلام عموماً ان کے نام اور اذکار سے واقف ہے۔ ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مسلمانوں کا کوئی محلہ اور کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں اُن کا مشہور سلام ''مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' سنائی نہ دیتا ہو۔ یہ سلام ان کے مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' میں شامل ہے۔ اس سلام سے پہلے اسی مجموعۂ کلام میں ان کا ایک اور سلام بھی ہے جو نسبتاً کم معروف ہے مگر اپنی اثر پذیری میں کم نہیں اس سلام کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

سرزمین کعبہ سے اعلانِ نبوت ہوا اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مستحکم بنیادوں پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ بدرالدجیٰ (چودھویں کا چاند) اور شمس الضحیٰ (دن چڑھے کا سورج) کے الفاظ کے ذریعے اس لطیف حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جسے اہلِ دل ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مطلع کے بعد اس سلام میں حسن مطلع اور زیب مطلع کا بھی اہتمام کیا گیا ہے یعنی اس میں تین مطلع ہیں۔ ایک خاص بات اس سلام میں یہ ہے کہ اسے ''دیوان'' کی طرز پر تحریر کیا گیا ہے یعنی

پہلے وہ الفاظ ہیں جن کا مصرعۂ اُولیٰ "الف" پر ختم ہوتا ہے پھر، ب، ت، ث وغیرہ اور آخر میں "ے"۔ ہر حرف کے لیے کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ سات اشعار ہیں۔ پورا سلام ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ الف کی ردیف کے یہ اشعار دیکھیے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

دونوں اشعار عام فہم اور جذبۂ حُبِ نبی ﷺ سے لبریز ہیں۔ اب اگلی یعنی 'ب' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے۔

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

'ت' کی ردیف کا شعر۔

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

'ث' کی ردیف کا شعر۔

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

'ج' کی ردیف کا شعر۔

وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود

'ح' کی ردیف کا شعر۔

جان و جہانِ مسیح داد کہ دل سے جریح
نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

اسی طرح ہر حرف کی ردیف کے اشعار ہیں۔ کچھ مزید خوبصورت اشعار ملاحظہ کیجیے۔

تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا شعر میں آیۂ رحمۃ للعالمین اور حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کچھ اور اشعار دیکھئے۔

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس
بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود غرض
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود

آہ وہ راہِ صراط بندوں کی کتنی بساط
المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود

سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ
طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروڑوں درود

'ق' کی ردیف کا یہ شعر دیکھئے۔

تم نے برنگِ فلق جیبِ جہاں کرکے شق
نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود

'ل' کی ردیف کا شعر۔

خِلق تمہاری جمیل خُلق تمہارا جلیل
خَلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا شعر میں زبر زیر اور پیش کے فرق سے تین یکساں الفاظ کا استعمال مہارت سے کیا گیا ہے۔ 'م' کی ردیف کے اشعار نسبتاً زیادہ ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

طیبہ کے ماہِ تمام جُملہ رسل کے امام
نوشہ ملکِ خدا تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروروں سلام
تم پہ کروروں ثنا تم پہ کروروں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروروں درود
خَلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروروں درود
نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم
تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروروں درود

اس شعر میں 'بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر' کی ترجمانی نہایت احسن طریقے سے کی گئی ہے۔ کہیں کہیں فنی تسامح بھی موجود ہے کیونکہ ظاہر ہے یہ بشر کا کلام ہے اللہ کا کلام تو ہے نہیں۔

'م' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے۔

جائیں نہ جب تک غلام خلد ہے سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروروں درود

مصرعہ ثانی میں آپ اور تم دونوں کا استعمال 'شتر گربہ' ہے۔ یہی سقم آخری دو اشعار میں بھی ہے۔

آنکھ عطا کیجئے اس میں ضیا دیجئے
جلوہ قریب آگیا تم پہ کروروں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

اب حاصلِ کلام شعر دیکھئے۔

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا ﷺ تم پہ کروروں درود

آخر میں ایک دردمندانہ گزارش ہے کہ امام احمد رضاؒ اور اُن جیسی دوسری قابلِ احترام شخصیات کے نام پر فرقے نہ بنائیں۔ یہ المیہ ہے کہ مسلمان قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور انہوں نے حضور ﷺ کے بعد دوسری شخصیات کو بھی ایمانیات میں شامل کرلیا ہے اور فرقہ بندی میں مبتلا ہو گئے ہیں اس طرح وہ شرک فی النبوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے قادیانیت کا بھی دروازہ کھلا حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی بھی شخصیت خواہ وہ کتنی بھی محترم ہو ایمانیات میں شامل نہیں ہے۔

محمد ﷺ شخصیت ہیں آخری ایمانِ کامل کی
نہیں ہے بعد اُن ﷺ کے کوئی بھی ایمان میں شامل
بتاؤ تم نہ فرقے کہہ رہا ہے آج بھی قرآں
نہ کاٹو گردنیں ہو جاؤ گے دوزخ میں تم داخل

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
ایک نظریہ ساز نعت گو

شبیر احمد قادری (فیصل آباد)

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے شاعری میں اظہار کے ایسے قرینے اور جمالیاتی نقوش مرتب کیے ہیں جو انہیں ابدالآباد تک زندہ اور پائندہ رکھنے کے لیے بہت کافی ہے۔ان کے لکھے ہوئے کا نوٹس اس لیے لیا گیا کہ ان کے ہاں عشق کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ جب کسی کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے دل کے تار ملنے لگیں اور اس سے فکر و خیال کی نئی راہیں نکلتی ہوئی محسوس ہوں تو سمجھ لیجیے کہ وہ بامقصد شاعری ہے۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اپنی شاعری میں ایک مقصد اور ایک نظریہ پیش کیا اور صنف نعت کو فکر و خیال کے نئے زاویوں اور ذائقوں سے آشنا کیا۔شعر گوئی ایک ایسا فن ہے کہ اس میں کمزور شاعر کے لیے جگہ بنانا بہت مشکل ہے۔''حدائق بخشش'' کا بار بار چھپنا بہت سی مخالفتوں کے باوجود قبول عام کی حیثیت اختیار کر جانا یہ شاعر کی فنی عظمت ، دینی حمیت اور بے پناہ حُبِ رسول کا نتیجہ ہے۔آپ نے لائقِ صد رشک خلوص کے ساتھ اردو نعت لکھنے والوں کو رہنما اصول دیے اور یہ اصول بھی انہوں نے قرآن و حدیث سے اخذ کیے اور اس حقیقت کا خود اعلیٰ حضرت کو بھی احساس تھا کہ وہ جو کچھ کرنے جا رہے ہیں وہ گویا آنے والی نسلوں کے نعت نگاروں اور نعت خوانوں پر احسانِ عظیم ہے۔

امام احمد رضا خاں نے کمال ہنرمندی سے شعر اور شرع کو اک دوجے کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔ان کے درمیان بیان کی جانے والی دوئی اور بُعد کو ختم کر دیا ہے۔اور قرآن حکیم اور احادیث

نبوی کو اپنی نعتوں کا مرکز و محور بنا کر آنے والوں کو یہ رہنما اصول دیا کہ نعت گوئی دراصل تعلیمات قرآن اور ارشادات رسول اکرم ﷺ کا منظوم اظہار ہے۔ آپ نے شعر اور شرع کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے جو فکر پیش کی اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اُسے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

شوخیٔ طبع رضا نئے نئے موضوعات زیب قرطاس کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ بیشتر شعراء حضور علیہ ﷺ کے چہرہ انوار کی تعریف کرتے ہیں اور ہمارے اعلیٰ حضرت کو حضور کی ایڑیاں بھی عارضِ شمس و قمر سے بہتر اور دل آویز دکھائی دیتی ہیں۔

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
جا بجا پر تو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

(ص ۴۴)

آپ کا اسلوب شعر ظاہر کرتا ہے کہ نعت لکھنے کے لیے اس ہستی کے مقام و مرتبہ کو مدِ نظر رکھنا لازم ہے جس کے لیے لکھا جا رہا ہے۔ وہی لکھنا چاہیے جسے لکھنے کا آپ نے حکم دیا ہے اور وہی بیان کیا جائے جو آپ کو پسند ہے۔ یعنی عمدہ خیالات اور موضوعات ہی جز و نعتِ سرکار بن سکتے ہیں۔
نعتیہ شاعری، شاعر کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور سننے والوں کو بھی روحانی ترفع اور بالیدگی عطا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ سورہ المائدہ میں آپ ﷺ کے ہاں جس نور کے آنے کی بشارت دی گئی اہلِ فکر و دانش اسی کی کرنوں سے فیض یاب ہونے کے لیے شکوں تمنا ئے پھرتے ہیں۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قول و عمل دونوں کے ذریعے تخلیقِ نعت اور آدابِ نعت کے تقاضوں کی حد بندی کرنے کی ایسی نتیجہ خیز کاوش کی ہے جو آنے والے ہر محبِ رسول کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ لفظ

''محمد'' کی مکتوبی شکل میں سونا، آپ کی اس حب لایزل کا ایک رخ زریں ہے۔ نعت شریف لکھنے کے لیے ایسی روشنائی استعمال کرتے جس میں زعفران ملا ہو۔ علامہ کوکب نورانی لکھتے ہیں۔

''یہ باتیں جبھی راہ پاتی ہیں کہ جسم انسانی کے بادشاہ قلب (دل) کا قبلہ (مرکز توجہ) ذات پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو پھر حرکات وسکنات ہی نہیں خیالات واحساسات بھی حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار محبت کی خاصیت اور شرط ہی اطاعت واتباع ہے۔''

(نعت اور آدابِ نعت ص۲۰۰)

نعتیں تو اور بھی بہت سے لوگوں نے لکھی ہیں مگر اعلیٰ حضرت کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے نعت نگاری کو ایک ضابطہ اخلاق دیا۔ ایسے رہنما اصول بہم پہنچائے جنہیں مدنظر رکھ کر ہی کوئی شاعر اس پل صراطِ فن سے گزر سکتا ہے۔ مولانا نے مشکل سے مشکل تر اور آسان سے آسان تر مضامین کو نظم بند کر کے ایک طرف یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ ہر رنگ پر غالب ہیں تو دوسری جانب ان نو بنو مضامین کے بیان کے ذریعہ پڑھنے والوں کے سامنے یہ نکتہ بھی رکھا کہ نعت میں تمام تر احتیاط کے باوجود ایسے مضامین بیان کیے جا سکتے ہیں۔ آپ نے کسی بھی ہیئت اور کسی بھی صنف ہیں طبع آزمائی کی اس میں قصیدہ کا زاویہ نمایاں ہے۔ مولانا کو درجنوں مروجہ علوم وفنون پر قدرت تامہ حاصل تھی آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تمام تر انسانی اور ایمانی توجہات کا مرکز اور حاصلِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلِ کائنات سمجھتے ہیں۔

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی

(ص۶۲)

وہی آنکھ ان کا جو منھ تکے وہی لب کو محو ہوں نعت کے
وہی سر جو ان کے لیے جھکے، وہی دل جو ان پہ نثار ہو

(ص۶۹)

فاضل بریلوی نعت درنعت لکھنے کی خواہش اور تمنا کا اظہار کرتے ہیں مقصد صرف ذاتِ محمدی سے وابستگی ہے اور اس عمل کو بلندی درجات اور علوِ فکر کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

طوبےٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ
اپنے ان باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخلِ دل میں ہو پیدا پیارے تیری ولا کی شاخ

آپ ان نعت خوانوں اور نعت گو شعرا کو خبردار کرتے ہیں جو نعت کے مسلمہ تقاضوں سے انحراف کرتے اور جوش وجذبے کے عالم میں ایسے شعر کہہ جاتے ہیں جو آدابِ رسول کے منافی ہیں۔ اطہر ہاپوڑی نے اپنی ایک نعت اعلیٰ حضرت کو سنائی اس نعت کا ایک شعر تھا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

یہ مطلع سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مصرعِ ثانی حضور کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اور اس مصرعے کو یوں بدل دینے کا مشورہ دیا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

یعنی اعلیٰ حضرت نے زمین پر پڑے اس شعر کو معمولی تبدیلی کے بعد آسمان تک پہنچا دیا۔ اس مشورے سے یہ بنیادی اصول سامنے آتا ہے کہ نعت میں لفظوں علاقوں تشبیہات وتلمیحات کا استعمال حضور کے شایانِ شان ہونا ضروری ہے۔ حضوری کا کیف ہو یا مجبوری کا عالم، بارگاہِ نبوی میں با ادب اور محتاط رہنے کا سلیقہ اعلیٰ حضرت نے ہی سکھایا ہے۔ جب وہ نعت نگاری کے عمل کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیتے ہیں تو وہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ حمد اور نعت میں کیا فرق ہے۔ فرماتے ہیں ۔

''ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

اعلیٰ حضرت نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے جو نقوش مرتب کیے اور جن تعلیمات و نظریات کو جزوِ نعت بنایا ہے آج کے سنجیدہ فکر اور راست رَو نعت کے اس حصارِ فکر سے باہر نہیں آپائے۔ ''حدائقِ بخشش'' ایک ایسا حسین و جمیل مرقع ہے جس سے نکلنے والی روشنی کی لکیریں دور دور تک پھیل چکی ہیں۔ آپ کی نعتیں خارجی اور باطنی کیفیات کی نقیب ہیں آپ نے جو کچھ لکھا قرطاسِ وقت پر حرفِ صدق بن کر روشن ہوگیا۔ خارجی سطح پر آپ شانِ رسالت کے حوالے سے افراط و تفریط سے کام لینے والوں کے خلاف علم جہاد بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں اس حوالے سے آپ نے دشمنِ احمد پر شدّت کو جزوِ ایماں ٹھہرایا۔ ملکِ سخن کا یہ شاہ اور فکر و خیال کے سکّے بٹھانے والا شاعر نیک نہاد، حضور کے حضور عجز و نیاز کا پیکر بن جاتا ہے۔

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداحِ حضور ﷺ
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

☆☆☆☆☆

مردِ خدا کا عمل اور عشقِ کامل

محمد فیروز شاہ
(میانوالی)

عشق کی اپنی ایک انفرادیت ہے۔ دلوں، جذبوں، سوچوں اور عملوں کو تقویت دیتی یہی کیفیت اس کی اہمیت متعین کرتی ہے۔ روح اور وجود کے مابین ابدیت کا رشتہ قائم کرتی اس لازوال طاقت نے ہمیشہ کام کو کارنامہ بنایا ہے۔ عشق ہی سے زندگی تابندگی بنتی ہے اور پائندگی پاتی ہے۔ ازل اور ابد کی بے کراں حیرتوں اور وسعتوں میں سربلند رفعتوں کی تحریریں عشق کے سوا کبھی کسی نے نہیں لکھیں۔ ہاں مگر عشق کی تفہیم میں عصری تقویم اور جذبہ و احساس کی منزہ تقدیم جس روشن منظر نامے کو اجاگر کرتی ہے اس کی جبیں پر صرف اور صرف جوازِ تخلیق کائنات سے والہانہ وابستگی کی جاوداں روشنی فروزاں ہے۔ عشق رسول ﷺ ہی سرافرازی حیات کا اثبات کرتی ہر تنویر کو تاثیر عطا کرتا ہے اور کائنات بھر میں کامرانی فقط اسی ہستی سے والہانہ وابستگی کی شادماں جاودانی سے ہی ملا کرتی ہے کہ جس کی عظمتوں کے تذکرے خالق کائنات خود فرماتا ہے۔ عشق رسول ﷺ زیست بھر میں کامیابی کی کلید ہے۔ اسی نوید سے ہر لمحہ ساعتِ سعید بنتا ہے اور اسی نسبت سے رفعت کے راستے کھلتے ہیں۔ یہی وہ سرمدی راز ہے جس سے آغاز کر کے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے ہر لحظۂ حیات اعزاز کی طرح بسر کیا۔ لافانی جذبۂ عشق کو زندگی کا عنوان اور عمل کا ارمغان بنا کر انہوں نے زمانہ بھر کو یہ پیغام دیا کہ عشق سچا ہو تو موت بھی شکست کھا جاتی ہے۔ عشق رسول ﷺ کے سرور میں مسرور ہو کر فانی زندگی کو لافانی تابندگی عطا کر دینے کا

سلیقہ انہوں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ باکمال سے سیکھا تھا جس نے عشق میں لہو کو خوشبو اور حیات بھر کو محبوب ﷺ کی جستجو بنا کر آرزو کی مہک کو بہ کو پھیلا دی تھی۔ محبوب ﷺ خداوکائنات کی ذات والا صفات سے منسوب ہو کر لفظ اور لمحے جہاں بھر کے محبوب ہو جایا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی کی تحسین وتوصیف بھی تو غلامی رسول ﷺ کا صدقہ ہے۔ کہ ذات گرامی کی تحسین و توصیف بھی تو غلامی رسول ﷺ کا صدقہ ہے۔ کہ

ان کے جو غلام ہو گئے

وقت کے امام ہو گئے

یوں تو کس مسلم شاعر نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی شان میں نعتیں اور سلام نہیں لکھے اس محسنِ انسانیت ﷺ کو تو غیروں نے بھی خراجِ عقیدت پیش کیا اور کرتے رہیں گے مگر جو سلام اعلیٰ حضرت نے لکھا وہ دوام پا گیا۔ یہ سند ہے محبوب کی بارگاہ سے اذن باریابی کی۔

قصیدہ بردہ شریف حضرت امام بوصیری نے لکھا اور محبوب ﷺ کے دربار گہربار سے ردائے قبولیت عطا ہوئی۔ یہ عشق صادق کی عظمتیں ہیں۔ لجپال محبوب ﷺ محبتوں کی صداقتوں سے معطر شہادتوں کو ابدی بشارتوں سے وصل عطا فرماتا ہے تو ایک زمانہ بلکہ ہر زمانہ ان کی زندہ جاوید عقیدتوں کا آستانہ بن جاتا ہے اب کون سا گوشہ جہاں بلکہ زمان ومکاں کا کون سا کونہ ایسا ہے کہ جہاں آقائے ﷺ دو جہاں کے حضور محب صادق کا سلام پیش نہ کیا جا رہا ہو۔ عشق کی سچائیوں نے تخلیقی دانائیوں کو زندہ وتابندہ توانائیوں میں یوں بدل دیا ہے کہ آنے والے کامران زمانوں میں بھی زمینوں اور آسمانوں میں عشقِ رسول ﷺ کا کیف وسرور عام کرتا ہدیہ سلام سدا گونجتا رہے گا اور یہ گونج وقت کی لافانی گواہی کی پیشانی پر ہمیشہ عشق کی دوام رفعتیں رقم کرتی رہے گی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

آفتابِ نعت ..... مولانا احمد رضا قادری

پروفیسر رانا ناہر (لاہور)

برصغیر پاک و ہند میں ایسی بے شمار شخصیتوں نے جنم لیا جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمتِ اسلام کے لیے وقف کر دی ان بزرگوں کی شاندار دینی خدمات کے اعتراف میں آج بھی ان کا نام عزت و احترام اور محبت و عقیدت سے لیا جاتا ہے۔ ایسی ہی بزرگ ہستیوں میں ایک نام مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

مولانا صاحب کو ذاتِ خداوندی نے بہت سے علوم سے نوازا تھا جن میں قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، فلسفہ، منطق، علم الکلام، ہیئت اور علمِ نجوم جیسے علوم شامل تھے۔ یوں مولانا کی ذات علوم کا ایک وسیع سمندر تھی۔ انہی علوم کی بنیاد پر ان کی شخصیت کی بہت سی جہتیں تھیں۔ وہ نامور عالمِ دین، مقرر، مبلغ، مفسرِ قرآن، محدث، صاحبِ طرز انشا پرواز، شاعر اور عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ اُردو، عربی، فارسی اور ہندی زبانوں پر ان کو کامل عبور تھا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر ایک ہزار کے قریب تصنیفات یادگار چھوڑیں جو اُن کے علم و فضل اور ان کی ادیبانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کی علمی حیثیت کو بڑے بڑے دانشوروں اور اہلِ علم نے تسلیم کیا ہے اور آج بھی ان کی شخصی و علمی عظمت کے اعتراف کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا بریلوی کو اللہ رب العزت نے مختلف زبانوں کے علم کے ساتھ ساتھ قوتِ سخن سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے علم و فضل، لسانی شعور اور قوتِ سخن کے بل پر ایک باکمال نعت گو شاعر کے طور پر آسمانِ سخن پر جلوہ گر ہوئے۔ ان کی نعتیہ شاعری ان کے دیوان ''حدائقِ بخشش'' کے تین

حصوں کے ذریعے سامنے آتی ہے۔ اس دیوان میں مولانا کی نعتیہ مثنویاں، قصیدے، خمسے، مسدس، قطعات، رباعیات اور سلام شامل ہیں۔ انہوں نے بہت سی نعتیں غزل کی ہیئت میں بھی کہیں۔ نعت کے علاوہ ان کے ہاں خلفائے راشدینؓ اور مختلف بزرگانِ دین کے مناقب بھی نظر آتے ہیں۔

مولانا صاحب کی نعت کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی نعت فکری وفنی اور لسانی حوالوں سے بہت معتبر ہے۔ ان کے ہاں ہمیں نعت کے قدیم و جدید بھی موضوعات کی عکاسی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی نعت میں نہ صرف قدیم موضوعات کو برتا بلکہ ان کے اندر جدّت آمیز اضافے بھی کیے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بہت سے جدید اور اچھوتے موضوعات کو بھی نعت کا حصہ بنایا۔ یوں ان کی نعتیہ شاعری فکری اور موضوعاتی حوالے سے بہت متنوع ہے اور اس میں نعتیہ شاعری کے تمام بنیادی رنگ موجود ہیں۔ مولانا کی نعت فکری و موضوعاتی عظمت کے ساتھ ساتھ تمام لسانی اور فنی خوبیوں سے بھی مالا مال ہے ان کے ہاں روزمرہ محاورہ کا حسن بھی ہے اور خوبصورت تلمیحات بھی نادر استعارے بھی ہیں اور دلپذیر تشبیہات بھی۔ ان کے ہاں ہیئتی و اسلوبیاتی تنوع کی بھی بہت مثالیں موجود ہیں۔ ان کی زبان نرم وشیریں اور پر اثر ہے۔ ان کی زیادہ تر بحریں مترنم اور رواں دواں ہیں۔ انہوں نے بہت سی نعتیں سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں بھی کہیں لیکن اپنی قوتِ سخن اور لسانی شعور کے بل پر ان کے اندر بھی حلاوت اور روانی شامل کردی۔ یوں فنی حوالے سے بھی مولانا کی شاعری بہت مضبوط بنیادوں پر استوار ہے اور فن کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

عشقِ رسول ﷺ کی دولت مولانا کو وراثت میں ملی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود بھی عشقِ رسول کی دولت سے مالا مال تھے۔ ذاتِ نبی ﷺ سے ان کی یہ محبت ہمیں ان کی نعت میں بھی ہر ہر مصرعے اور ہر ہر شعر میں اپنا رنگ دکھاتی اور اپنے وجود کا احساس دلاتی نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں اس جذبے کا اظہار مختلف حوالوں سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ کبھی تو وہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے

بادشاہ، اے خضر ہدایت، اے آل عبا (پنجتن پاکؑ) کی باقی نشانی (جس سے پنجتنؑ پاک کی نسل باقی رہی) میری مدد فرمائیے۔

اے بقید ظلم و صد قیدی زبند غم کشا
اے تہ بیداد و کان دادہا امداد کن

اے (امام) آپ خود تو ظلم کی قید میں رہے اور سینکڑوں قیدیوں کو قید غم سے رہائی دلوائی۔ آپ خود تو حالت مظلومیت میں رہے (دوسروں کیلئے) فریادرسی کا مرکز و منبع رہے، میری مدد فرمائیے۔

باقرا یا عالم سادات یا بحر العلوم
از علوم خود بدفع جہل ما امداد کن

اے امام باقر (محمد بن علی بن حسین) علیہ السلام، اے خاندان سادات کے عالم، اے تمام علوم کے سمندر، اپنے علوم سے ہماری جہالت کو دفع کر کے، ہماری مدد فرمائیے۔

جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توئی
بہر حق ما را طریق حق نما امداد کن

اے امام جعفر صادق! حق کی حمایت میں بولنے والے اور حق پر یقین کامل رکھنے والے آپ ہی تو ہیں۔ خدا کیلئے ہمیں راہ حق دکھلائیے (اور) ہماری مدد فرمائیے۔

شانِ علما کانِ علما جانِ علما السلام
موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن

السلام (اے امام موسیٰ کاظمؒ) عالموں کی شان، عالموں کی کان (آپ کے در سے علماء درس لیکر نکلتے ہیں) آپ عالموں کی جان ہیں اے امام موسیٰ (علیہ السلام) اے جہاں کے ناظم، میری مدد فرمائیے۔

اے ترا زیں از عبادت و ز توزیں عابداں
بہر ان بے زینت از زین و صفا امداد کن

اے امام! عبادت آپ کی زینت ہے اور آپ کی ذات عابدوں کی زینت ہے۔ آپ اپنی زینت اور صفائے باطن سے اس بے زینت (شاعر) کی مدد فرمائیے۔

ضامن ثامن رضا برمن نگاہے از رضا
ختم را شایانم و گویم رضا امداد کن

اے امام ضامن رضا (علیہ السلام) مجھ پر اپنی رضا سے نگاہِ (کرم) کیجئے۔ بیشک میں عتاب (ہی پانے) کے لائق ہوں (لیکن) رضا یہ عرض کرتا ہے کہ میری مدد فرمایئے۔

نوٹ : اس کے بعد سلسلہ قادریہ کے شجرہ طریقت کے لحاظ سے باقی بزرگانِ دین سے استمداد

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اُردو کلام میں منتخب مناقب اہل بیت اطہار

تشنہ لب تر دامنو! مژدہ کہ ہیں
ساقیِ نہر لبن مولا علیؓ
باغبانِ اللہ، گلبن مصطفیٰ
عندلیب نغمہ زن مولا علیؓ
علی امام، علی ملتجا، علی مولا
سقر میں جائے جو چھوڑے شہا! ترا دامن

☆☆☆

علی مرتضیٰ تو نہ ہے، وصی مصطفیٰ تو ہے
مرا حاجت روا تو ہے مرا مشکل کشا تو ہے

☆☆☆

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

☆☆☆

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد، شہید کربلا کے واسطے

☆☆☆

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدر کرار ہے، مولا ہے ہمارا
درِ نجف ہوں گوہر پاک خوش آب ہوں
یعنی تراب رہگذر بوترابؓ ہوں

مولا علیؑ نے واری تری نیند پہ نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

☆☆☆

وہ کیا جانے گا فضل مرتضیٰ کو
جو تیرے فضل کا جاہل ہے یا غوث

☆☆☆

بہر تسلیم علیؑ میداں میں
سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے

مناقب حسنین کریمین و
بقیہ آل پاک علیہم السلام

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحابؓ حضورؐ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

☆☆☆

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
ایک سینے تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

☆☆

ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجئے رضا کو حشر میں خنداں مثال گل

☆☆☆

اتنا عجب بلندیٔ جنت پہ کس لئے
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسنؑ بنے ہیں آدھے سے حسینؑ
☆☆☆
کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہراؓ ہے کلی جس میں حسینؑ اور حسنؑ پھول
☆☆☆
دستگیر ہر دو عالم کر دیا حسنینؑ کو
اے میں قرباں، جانِ جاں! انگشت کیا لی ہاتھ میں
☆☆☆
جب اہلبیتؑ دے آلِ محمدؐ کیلیے
کر شہید عشق حمزہؓ پیشوا کے واسطے

مناقب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ

ابن زہرا کو مبارک ہو عروسِ قدرت
قادری پائیں تصدق، مرے دولہا! تیرا
☆☆☆
نبوی مینہ، علوی فصل، بتولی گلشن
حسنی پھول، حسینی ہے مہکنا تیرا
نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل
حسنی چاند، حسینی ہے اُجالا تیرا
نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن
حسنی لعل، حسینی ہے تجلا تیرا

یہ تیری چمپئی رنگت حسینیؑ
حسنؑ کے چاند صبح دل ہے یا غوث

اہل بیت اطہار کی بارگاہ میں ہدیہ سلام
(سلام رضا سے انتخاب)

بارگاہِ مرتضوی میں

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا وجہ وصل خدا
باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام
اوّلیں دافع اہل رفض و خروج
چاری رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج
حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

بارگاہِ خاتونِ جنتؓ میں

اُس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ
حجلۂ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

بارگاہِ حسنیؓ میں

وہ حسن مجتبیٰ سیّدالاسخیا
راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

اوجِ مہرِ ہدیٰ موجِ بحرِ ندیٰ
روحِ روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

بارگاہِ حسینیؓ میں

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبیؐ
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

اس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ دُرجِ نجف مہرِ برجِ شرف
رنگ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

تمام آل پاک کی بارگاہ میں

پارہ ہائے صحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
اُن سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

محبت اہل بیت علیہم السلام سے معطر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار کو ایک طرف تو صاحب دل اور خوش عقیدہ علمائے کرام اور اہل قلم کی جانب سے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے اور انکی برکت سے ہندوستان اور دیگر بلادِ عرب و عجم میں مولانا موصوف ایک سچے عاشق رسول کی حیثیت سے پہچانے گئے اور ان کے معتقدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ لیکن دوسری جانب بعض علمائے سوء کی جانب سے ان پر دیگر الزامات کے ساتھ یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس نے اہل سنت کو نقصان پہنچانے کے لیے بطور تقیہ سنی ہونا ظاہر کیا تھا (مجموعہ رسائل)۔ اور اس دعویٰ پر دلیل یہ دی گئی کہ ان کے اجداد علیہم الرحمۃ کے نام شیعوں جیسے تھے مثلاً

احمد رضا خان ابن نقی علی خان ابن رضا علی خان ابن کاظم علی خان۔

حالانکہ اس زمانے میں اہل سنت والجماعت اور غیر شیعہ خاندانوں میں بھی ایسے نام رکھے جاتے تھے مثلاً اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے والد کا نام نواب حسن خان، دادا کا نام نواب علی حسنین خان، بیٹے کا نام میر علی خان اور نور الحسن خان تھا۔ اسی طرح دیو بندی مکتبہ فکر کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب اور ان کے والد مولوی ذوالفقار علی سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب جیسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

اس میلان خارجیت کو کیا کہا جائے کہ جسے محبِ آل اطہر دیکھا اسے رافضی یا شیعہ مشہور کر دیا۔ گویا سنی عالم کی پہچان یہ سمجھی جانے لگی کہ اس کے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی، عثمانی یا پھر کوئی عجمی لاحقہ ضروری ہو۔ اس کے برعکس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو بھی محض سید ہونے کی بناء پر رافضیت کا الزام دینے سے دریغ نہیں کیا گیا۔ جبکہ اہل سنت وجماعت کا تو امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان دونوں سے سچی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نئے دور کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ خارجیت کے پروپیگنڈے سے متاثر

بعض اہل سنت حضرات اور اہل قلم آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کو شیعہ کے بارہ امام کہنے اور لکھنے لگے ہیں جو ایک بے بنیاد بات ہے کیونکہ یہ آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام اہل سنت کے حقیقی عقائد کے مطابق بھی مسلم روحانی پیشوا ہیں اور اہل سنت کے زیادہ تر سلسلے ان ہی مقدس ہستیوں پر ختم ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر سرمہ چشم بصیرت ہے:

''نیز پچھلے امام مثل حضرت سجادؒ و باقرؒ و صادقؒ و کاظمؒ اور امام رضاؒ تمام اہلسنت کے مقتدا اور پیشوا ہوئے ہیں کہ اہلسنت کے علمائے کبار مثلاً زہریؒ، ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اس وقت کے آئمہ تصوف مثلاً معروف کرخیؒ وغیرہ نے ان حضرات سے کسب فیض کیا ہے اور مشائخ طریقت نے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا ہے اور اہل سنت کے محدثین نے ان بزرگوں سے اکثر فنون خصوصاً تفسیر و سلوک میں احادیث کے دفتروں کے دفتر روایت کیے ہیں۔'' (تحفہ اثناء عشریہ)

اسی طرح اہل حدیث کے معروف عالم اور کتب احادیث کے مترجم نواب وحید الزماںؒ لکھتے ہیں:

''اہل حدیث شیعہ علی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و موالات رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں:

(۱) کتاب اللہ

(۲) میری عترت اور اہل بیت

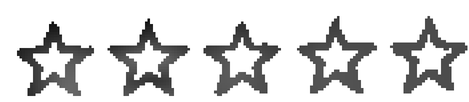
اور اہل حدیث قیاسی مسائل میں اہل بیت کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ اہل بیت یہ ہیں حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، اور قیامت تک ہونے والی ان کی اولاد۔'' (ہدیۃ المہدی)

ہندوستان کے عظیم فقیہہ اور استاذِ نعت گویان مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش اہل سنت کے حقیقی عقائد اور عشق صادق کا ترجمان ہے۔ یہ دیوان ۱۳۲۵ ہجری میں طبع ہو کر منظر عام پر آیا۔ اس کے پورے سو سال بعد قدوی رشید وارثی کا مجموعہ حمد و نعت اور مناقب ''خوشبوئے التفات'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔ اس حسن اتفاق کو برادر عزیز القدر رئیس وارثی سلمہ کے ارسال کردہ خوشبوئے التفات کے قطعہ سال طباعت میں بیان کیا گیا ہے جسے پیش کرتے ہوئے یہ مقالہ مکمل کیا جاتا ہے۔

قطعہ سال طباعت۔ خوشبوئے التفات

بحر خوشبوئے التفات میں ہیں
مثل گوہر حقائق بخشش
ناگہاں دی صدا یہ ہاتف نے
یہ ہے حسب حدائق بخشش

۱۴۲۵ھ (رئیس وارثی)



"حدائق بخشش"

نام کتاب.....حدائق بخشش (مجموعۂ نعت و منقبت) ...... شاعر ... امام احمد رضا خاں بریلوی
صفحات.....۱۰۴۔ناشر.....مدینہ پبلشنگ کمپنی، میکلوڈ روڈ (موجودہ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی)
ہدیہ.....۹ روپے -- تبصرہ نگار.....تنویر پھول

''حدائق بخشش' مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا مجموعۂ نعت و منقبت ہے جو سب سے پہلے ۱۳۲۵ ہجری میں طبع ہوا۔اس وقت میرے سامنے اس کا جو نسخہ ہے اسے مدینہ پبلشنگ کمپنی میکلوڈ روڈ (موجودہ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی) نے شائع کیا ہے۔یہ مجموعہ مشہور آفسیٹ پریس کراچی میں چھپا ہے جبکہ سنِ اشاعت درج نہیں۔۱۰۴ صفحات کے اس مجموعے کا ہدیہ صرف نو ۹ روپے ہے جس سے اس کی قدامت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔پہلے ہی صفحہ پر سب سے اوپر حدیث نبوی ﷺ درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شک شعر میں حکمت ہے اور بے شک بیان میں سحر ہے'' مجموعے کی ابتدا اس مشہور نعت سے ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ نعت ۱۲۵ اشعار پر مشتمل ہے اسی سے متصل اسی زمین میں حضرت غوث الاعظم کی منقبت ہے اور اس میں بھی اشعار کی تعداد ۲۵ ہے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اس منقبت کے بعد دو مناقب اور ہیں جن میں سے ہر ایک ۱۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔

یہ دونوں مناقب بھی غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی کی مدحت میں ہیں اس طرح نعت اور تینوں مناقب ملا کر فاضل بریلوی نے ایک ہی زمین میں مسلسل سو۵۰۰ اشعار کہے ہیں جو ان کی قادرالکلامی کا ثبوت ہے تاہم کہیں کہیں شدت جذبات میں ایسے اشعار کہے ہیں جن میں مخالفین کو زجر و توبیخ کا عنصر نہایت نمایاں ہے مثال کے طور پر غوث الاعظم کو نہ ماننے والوں کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا
حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

بعض اشعار میں فنی تسامحات بھی مل جاتے ہیں کیونکہ یہ بشر کا کلام ہے اللہ کا کلام تو ہے نہیں مثال کے طور پر یہ اشعار۔

اس گل کے سوا ہر پھول باگوش گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقت فغاں آیا
طیبہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو جب عہد خزاں آیا
کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

تقطیع کرتے وقت۔ پہلے دوسرے اور تیسرے شعر میں بالترتیب پھول، باغ اور عقل کے

آخری حروف بحر سے خارج ہو جائیں گے۔اسی طرح یہ شعر دیکھئے۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

لفظ ''وہابی'' میں ہائے ہوز مشدد ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''وہاب'' سے مشتق ہے جبکہ یہاں بغیر تشدید باندھا گیا ہے۔یہ اشعار بھی دیکھئے۔

سرِ سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان ﷺ کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا

مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن فرقہ بندی کے سخت خلاف ہے امت مسلمہ کو ایک اللہ ایک آخری رسول ایک آخری کتاب یعنی قرآن اور ایک قبلے کی بنیاد پر متحد ہو جانا چاہئے اسی تناظر میں راقم الحروف کے یہ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

مسلماں بھائی بھائی ہیں خدا نے ہے یہ فرمایا
مگر یہ مولوی صاحب نہ جانے کیوں لڑاتے ہیں
ہمیں فرقہ پرستی سے بڑی نفرت ہے اے یارو
نہ ہم ہیں دیو کے بندے نہ ہم حلوہ اڑاتے ہیں

فاضل بریلوی کے اس مجموعے میں خاک کے موضوع پر آٹھ اشعار مسلسل ہیں جن میں سے دو ملاحظہ فرمائیں۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدمؑ جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

بحر ہزج مثمن سالم میں فاضل بریلوی کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

گنہ مغفور دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا
یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا
دلِ زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا
سرہانے ان ﷺ کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے
شہ کوثر ﷺ ترحّم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

مندرجہ بالا اشعار میں طیبہ پروردہ اور تشنہ تینوں الفاظ میں ہائے ہوز تقطیع میں شامل نہیں ہے جو حُسنِ کلام سمجھا جاتا ہے مگر ناواقف حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں جو ان کی کم فہمی ہے۔ علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار میں "دیدہ" اور "سجدہ" کی بھی یہی کیفیت ہے جو کلام کا حسن ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

فاضل بریلوی کے اس شعر میں کتنا سوز پنہاں ہے اسے اہلِ دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

سویا کئے نابکار بندے
رویا کئے زار زار آقا ﷺ

خلفائے راشدین کی منقبت میں یہ خوبصورت شعر دیکھئے۔

صدق و عدل و کرم و ہمت میں
چار سو شہرے ہیں ان چاروں کے

اس مجموعے کے صفحہ نمبر ۴۸ پر یہ اشعار دیکھئے۔

مفلسو اُن ﷺ کی گلی میں جا پڑو
باغ خلد اکرام ہو ہی جائے گا
بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو
شیخ درد آشام ہو ہی جائے گا

خلد اکرام اور ''درد آشام'' میں الف کا وصل ہے یعنی تقطیع کرتے وقت الف شمار نہیں ہوگا الف پر مد کی صورت میں صرف ایک الف لیا جائے گا جو لوگ یہ بات نہیں جانتے وہ خواہ مخواہ ایسے اشعار پر اعتراض کرتے ہیں جو ان کی کم علمی ہے۔ غالب اور اقبال کے اشعار دیکھئے۔

کل کے لئے مکر آج نہ خست شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقی کوثر ﷺ کے باب میں
دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

غالب کے پہلے مصرے میں ''آج'' کا ایک الف جبکہ اقبال کے دونوں مصرعوں میں ''ایسا'' کا الف تقطیع میں شمار نہیں ہوگا۔ اقبال کے اس شعر کے مصرعۂ ثانی میں الف کا وصل دو مرتبہ ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فاضل بریلوی کا یہ شعر کافی مشہور ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ ﷺ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اب ذرا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کعبہ دلھن ہے تربتِ اطہر نئی دلھن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرتِ قمر کی ہے

اسی زمین میں حضور ﷺ کا باعثِ تخلیقِ کائنات ہونا ایک نئے انداز سے ان اشعار میں ملاحظہ فرمایئے

ان ﷺ کی نبوت اُن ﷺ کی ابوت ہے سب کو عام
اُمّ البشر عروس انہیں ﷺ کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اُس گل ﷺ کی یاد میں یہ صدا بو البشر کی ہے

اب ایک شعر دیکھئے جو ذومعنی ہے اور اس میں کس قدر مزاح کا عنصر بھی ہے۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

مرزا غالب کی زمین میں یہ اشعار دیکھئے۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفٰے کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

غالب نے "پاؤں" کی ردیف میں غزل کہی "ایڑیاں" کی ردیف میں یہ خوبصورت نعتیہ شعر دیکھئے۔

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

یہ دل نشیں اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سرتا بقدم ہے تنِ سلطان زمن ﷺ پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

☆

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
خدائے محمد ﷺ برائے محمد ﷺ

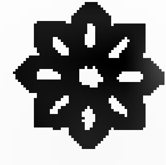
آخر میں فاضل بریلوی کی دوخوبصورت رباعیات ملاحظہ فرمائیں ان کا عنوان ''رباعیات نعتیہ'' ہے لیکن ان میں مضمون مناجات کا ہے۔

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ
عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر ﷺ کے حضور
ایمان پر اُس وقت اٹھانا مولیٰ

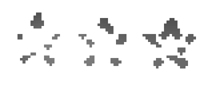
☆

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا
غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کردے معاف
جس میں ترا کچھ خرچ نہیں دے مولیٰ

☆☆☆☆☆



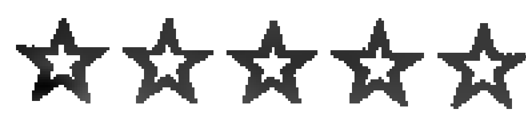
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام



سرتا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

باب سوم

امامِ نعت گویانِ اُردو امام احمد رضا خاں قادری برکاتی
کی ایمان افروز روح پرور نعتیہ شاعری سے انتخاب



قارئین محترم! باب سوم میں آپ کی روحانی غذا کے لیے ہم نے امام اہلسنت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی کے مجموعۂ نعت "حدائق بخشش" سے ایمان افروز نعتوں کا انتخاب کیا ہے ان نعتوں کے منتخب اشعار آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ سلامیہ قصیدہ (مکمل) آپ کے ذوق نعت کی نذر کر رہے ہیں۔

"کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود" بھی شامل اشاعت ہے۔ مکمل درود سلام کا یہ تحفۂ عقیدت امام اہلسنت کو بہت پسند تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے وصایا شریف میں فرمایا کہ میرے جنازے کے ہمراہ نعت خواں اس کا ورد کرتے ہوئے چلیں۔ آخر میں آپ کا منظوم فتویٰ بھی شامل ہے۔ (مرتبہ)

فہرست

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمّا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

دور کیا جانیئے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

تیرے صدقے مجھے اِک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

محمدؐ مظہرِ کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

صفِ ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو! چلو مولیٰ نے دَر کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

بڑھیں اِس دَرجہ موجیں کثرتِ افضال والا کی
کنارہ مِل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِّ ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

جنہیں مَرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کر لو اُن میں صدقہ اپنی رحمت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن اُن کی رحمت کا

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دے دو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

شاد ہے فردوس یعنی ایک دن
قسمتِ خدام ہو ہی جائے گا

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں
نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے آہ کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

سائلو! دامن سخی کا تھام لو
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بیکس و طوفاں ہوش
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّاؔ پار لگا جا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چو بطیبہ رسی عرضے بکن
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَمْ اے گیسوئے پاک اے ابر کر
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَّالْھَمُّ شُجُوْں دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا یک شعلہ دگر برزن عشق
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جا

بس خامۂ خامِ نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مر
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اِس راہ پڑا جا

خراب حال کیا دِل کو پُرملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
سِتم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگِ درِ پاک سر و بال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اُجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

تِرا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دُور ان سے وہ جمال کیا

حضور اُن کے خیال وطن مٹانا تھا
ہم آپ مِٹ گئے اچھا فراغ بال کیا

نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

جو دل نے مر کے جلایا تھا منتوں کا چراغ
ستم کہ عرض رہِ صرصرِ زوال کیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگانِ کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ مِرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُرارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عرب
غازۂ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب

اللہ اللہ بہارِ چمنستانِ عرب
پاک ہیں لوثِ خزاں سے گل و ریحانِ عرب

جوشش ابر سے خونِ گلِ فردوس کرے
چھیڑ دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب

تشنۂ نہرِ جناں ہر عربی و عجمی!
لبِ ہر نہرِ جناں تشنۂ نیسانِ عرب

مہرِ میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے اِک بوند شبِ دے میں جو بارانِ عرب

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

بلبل و نیلپر و کبک بنو پروانو!
مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغانِ عرب

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسّانِ عرب

بندہ ملنے کو قریبِ حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا' سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

مومن اُن کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
کافر اُن سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

وہ کہ اُس در کا ہوا خلق خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اس دَر سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

مومن وہ ہے جو اُن کی عزّت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی
پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اُس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بہکا ہے کہاں مجنوں لے ڈالی بنوں کی خاک
دم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

اے ابرِ کرم فریاد فریاد جلا ڈالا
اس سوزشِ غم کو ہے ضد میرے ہرے دل سے

کیا جانیں یم غم میں دل ڈوب گیا کیسا
کس تہ کو گئے ارماں اب تک نہ ترے دل سے

کرتا تو ہے یاد اُن کی غفلت کو ذرا روکے
للہ رضاؔ دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

مولیٰ گلبن رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدّیق و فاروق و عثماں' حیدر ہر اِک اُس کی شاخ

شاخِ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب ہیں
سنبلُ نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اپنے اِن باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخلِ دل میں ہو پیدا پیارے تیری ولا کی شاخ

یادِ رخ میں آہیں کرکے بن میں میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں نیساں برسا کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

ظاہر و باطن اول و آخر زیب فروع و زین اصول
باغِ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

آلِ احمد خذ بیدی یا سیّد حمزہ کن مددی
وقتِ خزانِ عمرِ رضا ہو برگِ ہدیٰ سے نہ عاری شاخ

جوبنوں پر ہے بہارِ چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست

تھک کے بیٹھے تو درِ دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اُجالا نہیں زیبائی دوست

ان کو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشا کریں تنہائی دوست

شوق روکے نہ رُکے پاؤں اٹھائے نہ اُٹھے
کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائی دوست

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست

اَنْتَ فِیْہِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

رنج اعدا کا رضا چارہ ہی کیا ہے جب انہیں
آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست

اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر
لِلّٰہ لے خبر مری لِلّٰہ لے خبر

دریا کا جوش، ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا، تُو کہاں ہے مِرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
ان کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

منزل نئی عزیز جُدا لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہِ غم میں پرِکاہ لے خبر

اہلِ عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سِوا آہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کثرہ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

زہے عزّت و اعتلائے محمدؐ
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمدؐ

مکاں عرش اُن کا فلک فرش اُن کا
ملک خادمانِ سرائے محمدؐ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

عجب کیا اگر رحم فرما لے ہم پر
خدائے محمدؐ برائے محمدؐ

محمدؐ برائے جنابِ الٰہی!
جنابِ الٰہی برائے محمدؐ

بسی عطرِ محبوبیِ کبریا سے
عبائے محمدؐ قبائے محمدؐ

بہم عہد باندھے ہیں وصلِ ابد کا
رضائے خدا اور رضائے محمدؐ

دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر
محمدؐ محمدؐ خدائے محمدؐ

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمدؐ

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ آنِ خدا وہ خدائے محمدؐ

محمدؐ کا دم خاص بہرِ خدا ہے
سوائے محمدؐ برائے محمدؐ

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمدؐ

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت
بڑھی کس تزک سے دُعائے محمدؐ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمدؐ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دُعائے محمدؐ

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمدؐ

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

رُخِ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہِ نقشِ کفِ پا ہو کر

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس
رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہو کر

صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال
رشکِ گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

گوشِ شہ کہتے ہیں فریاد رسی کو ہم ہیں
وعدۂ چشم ہے بخشائیں گے گویا ہو کر

پائے شہ پر گرے یارب تپشِ مہر سے جب
دلِ بے تاب اڑے حشر میں پارا ہو کر

ہے یہ امید رضاؔ کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیِ دوزخ ترا بندہ ہو کر

تمہارے ذرّے کے پرتو ستارہائے فلک
تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک

اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑگئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

سرِ فلک نہ کبھی تا بہ آستاں پہنچا
کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک

یہ اُن کے جلوہ نے کیں گرمیاں شبِ اسرا
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مہ لے کے شب گدائے فلک

تجملِ شبِ اسرا ابھی سمٹ نہ چکا
کہ جب سے ویسی ہی کوتل ہیں سبزہائے فلک

یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے
رواں ہے بے مددِ دست آسیائے فلک

رضاؔ یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دِن کر دے نہارِ عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض

جیسے قرآن ہے وِرد اس گُلِ محبُوبی کا
یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقارِ عارض

گرچہ قرآں ہے نہ قرآں کی برابر لیکن
کچھ تو ہے جس پہ ہے وہ مدح نگارِ عارض

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
آپ عارض ہو مگر آئینہ دارِ عارِض

طرفہ عالم ہے وہ قرآن اِدھر دیکھیں اُدھر
مصحفِ پاک ہو حیران بہارِ عارض

ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینۂ ذات
کیوں نہ مصحف سے زیادہ ہو وقارِ عارض

آہ بے مایگیِ دل کہ رضائے محتاج
لے کر اِک جان چلا بہر نثارِ عارض

کیا ٹھیک ہو رُخِ نبوی پر مثالِ گل
پامال جلوۂ کفِ پا ہے جمالِ گل

بلبل یہ کیا کہا میں کہاں فصلِ گل کہاں
امید رکھ کہ عام ہے جود و نوالِ گل

یارب ہرا بھرا رہے داغِ جگر کا باغ
ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گل

نعتِ حضور میں مترنّم ہے عندلیب
شاخوں کے جھومنے سے عیاں وجد و حالِ گل

بلبل گلِ مدینہ ہمیشہ بہار ہے
دو دن کی ہے بہار فنا ہے مآلِ گل

شیخین اِدھر نثار غنی و علی اُدھر
غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمالِ گل

دیکھا تھا خوابِ خارِ حرم عندلیب نے
کھٹکا کیا ہے آنکھ میں شب بھر خیالِ گل

اُن دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجے رضاؔ کو حشر میں خنداں مثالِ گل

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دُعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عزّ و علا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گوا وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضؔا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضؔا کی قسم

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

تاج رُوح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفان محشر کے طلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو ہیں کشتیِ امت کو لنگر ایڑیاں

رشکِ قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرّہ ترا جو اے شہِ گردوں جناب ہوں

خونیں جگر ہوں طائر بے آشیاں شہا
رنگِ پریدۂ رُخِ گل کا جواب ہوں

عبرت فزا ہے شرم گنہ سے مرا سکوت
گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

کیا کیا ہیں تجھ سے ناز ترے قصر کو کہ میں
کعبہ کی جان عرش بریں کا جواب ہوں

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پُر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب "ہوں"

حسرت میں خاک بوسیِ طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

عشق مولیٰ میں ہو خوں بار کنارِ دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

بہہ چلی آنکھ بھی اشکوں کی طرح دامن پر
کہ نہیں تار نظر جز دو سہ تارِ دامن

اشک برساؤں چلے کوچۂ جاناں سے نسیم
یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

دل شدوں کا یہ ہوا دامنِ اطہر پہ ہجوم
بیدل آباد ہوا نام دیارِ دامن

تجھ سے اے گل میں ستم دیدۂ دشتِ حرماں
خلش دل کی کہوں یا غمِ خارِ دامن

عکس افگن ہے ہلالِ لب شہ جیب نہیں
مہر عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر
اے ادب گردِ نظر ہو نہ غبارِ دامن

اے رضا آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوۂ جیب گل آئے نہ بہارِ دامن

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ کیوں

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
رُوح قدس سے پوچھیے تم نے بھی کچھ سُنا کہ یوں

میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نور مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں

ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

دل کو دے نور و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شقِ ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں

دل کو ہے فکر کس طرح مُردے جلاتے ہیں حضور
اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

باغ میں شکرِ وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اسے پیشِ جلوہ زمزمۂ رضا کہ یوں

اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امتِ نبوی فرش پر کریں

اِن فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

جالوں پہ جال پڑ گئے لِلّٰہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائیں کیوں

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضؔا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

ان کے ایما سے دونوں باگوں پر
خیلِ لیل و نہار پھرتے ہیں

ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

وردیاں بولتے ہیں ہر کارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

رکھیے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

جاگ سنسان بن ہے رات آئی
گرگ بہرِ شکار پھرتے ہیں

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

بے نواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریرِ دست
رہ گئیں جو پا کے جودِ لایزالی ہاتھ میں

جود شاہ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے امّت کا والی ہاتھ میں

دستگیر ہر دو عالم کر دیا سبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگِ درجبیں رَوضہ کی جالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پاکے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

اُن کی مہک نے دِل کے غنچے کِھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اِک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیئے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے دَر پر بستر جما دیئے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفٰی نے دریا بہا دیئے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سِکّے بٹھا دیئے ہیں

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰ ہے مسندِ ارشاد پر کچھ غم نہیں

ہوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو!
ماہیت پانی کی آخر یم سے نم میں کم نہیں

غنچے مَا اَوحیٰ کے جو چٹکے دَنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بُو سے بھی محرم نہیں

اُس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ایسا امی کس لئے منت کشِ استاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ نہیں

ہے انہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

سایۂ دیوار و خاکِ در ہو یارب اور رضا
خواہشِ دیہیم قیصر شوقِ تختِ جم نہیں

وصفِ رخ اُن کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے ہیں
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

رفعت ذکر ہے تیرا حِصّہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا! تیری ہی مدح و ثنا کرتے ہیں

جب صبا آتی ہے طیبہ سے اِدھر کِھلکِھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نِکل کر باہر رُخِ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

لب پر آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لب پہ کس منہ سے غمِ اِلفت لائیں کیا بلا دِل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کفِ پا پر مٹ جائیں اُن کے دَر پر جو مٹا کرتے ہیں

اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انہیں کو سَب کام
لو لگی ہے کہ اب اس دَر کے غلام چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

یہ نہیں کہ خُلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نورِ حق وہی ظلِّ ربّ ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

زائرو پاسِ ادب رکھو ہوس جانے دو
آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ان کو ترس جانے دو

سوکھی جاتی ہے امیدِ غربا کی کھیتی
بوندیاں لکۂ رحمت کی برس جانے دو

پلٹی آتی ہے ابھی وجد میں جانِ شیریں
نغمۂ قُم کا ذرا کانوں میں رس جانے دو

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو! ٹھہرو
گٹھریاں توشۂ امید کی کس جانے دو

دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر
ہم صفیرو ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

آتشِ دِل بھی تو بھڑکاؤ ادب داں نالو
کون کہتا ہے کہ تم ضبطِ نفس جانے دو

یوں تنِ زار کے درپے ہوئے دل کے شعلو
شیوۂ خانہ بر اندازیِ خس جانے دو

اے رضاؔ آہ کہ یوں سہل کٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبداللہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گل اُن کو کہا قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کوئی ہے نازاں زہد پر یا حسنِ توبہ ہے سپر
یاں ہے فقط تیری عطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بلبلِ رنگیں رضاؔ یا طوطیِ نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہدِ گل کو
الٰہی طاقتِ پرواز دے پرہائے بلبل کو

بہاریں آئیں جوبن پر گھرا ہے ابر رحمت کا
لبِ مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیا مل کو

ملے لب سے وہ مشکیں مُہر والی دم میں دم آئے
ٹپک سن کر قم عیسیٰ کہوں مستی میں قلقل کو

مچل جاؤں سوالِ مدعا پر تھام کر دامن
بہکنے کا بہانہ پاؤں قصدِ بے تأمل کو

دو شنبہ مصطفیٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمل کو

وفور شانِ رحمت کے سبب جرأت ہے اے پیارے
نہ رکھ بہر خُدا شرمندہ عرضِ بے تأمل کو

پریشانی میں نام ان کا دلِ صد چاک سے نکلا
اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسّل کو

رضاؔ نُہ سبزۂ گردوں ہیں کوتل جس کے موکب کے
کوئی کیا لکھ سکے اس کی سواری کے تجمل کو

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

کی جو بالوں سے ترے روضہ کی جاروب کشی
شب کو شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

احد پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شبِ عید نے ہارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا رَوضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہؔ کا کعبہؔ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دلِ آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بیتابوں کی
اُن کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
اپنی اُس شمع کو پَروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اوّلیں خانۂ حق کی تو ضیائیں دیکھیں
آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلّا دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو

ایمنِ طور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ
شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

جمعۂ مکہ تھا عید اہلِ عبادت کے لئے
مجرمو! آؤ یہاں عید دو شنبہ دیکھو

خوب مسعیٰ میں، بامیدِ صفا دوڑ لیے
رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خونابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتش پنہاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

سیر گلشن سے اسیرانِ قفس کو کیا کام
نہ دے تکلیفِ چمن بلبلِ بستاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

گر لب پاک سے اقرار شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوشش عصیاں ہم کو

اے رضا وصفِ رُخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مُرغ غزل خواں ہم کو

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

ایسا گُما دے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آ دِل حرم کو روکنے والوں سے چھپ کے آج
یوں اٹھ چلیں کہ پہلو و بر کو خبر نہ ہو

طیرِ حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں
یوں دیکھیے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضاؔ کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

نیم جلوے کی نہ تاب آئے قمرساں تو سہی
مہر اور ان تلووں کی آئینہ داری واہ واہ

مجرموں کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالعِ برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ

کیا مدینہ سے صبا آئی پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بُو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ

اِس طرف رَوضہ کا نور اُس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

پارۂ دل بھی نہ نِکلا دل سے تحفے میں رضا
اُن سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا
نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی

جس کو شایاں ہے عرشِ خُدا پر جلوس
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

خلق سے اولیا اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جس کی دو بُوند ہیں کوثر و سلسبیل !
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کِھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

ملک کونین میں انبیا تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

لامکاں تک اُجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی

انبیا سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

جس نے مردہ دلوں کو دی عمرِ ابد
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی

رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

ماہِ من یہ نیّرِ محشر کی گرمی تابکے
آتشِ عصیاں میں خود جلتی ہے جانِ سوختہ

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

مہرِ عالم تاب جھکتا ہے پئے تسلیم روز
پیشِ ذرّاتِ مزارِ بیدلانِ سوختہ

آتشِ تر دامنی نے دل کیے کیا کیا کباب
خضر کی جاں ہو جلا دو ماہیانِ سوختہ

آتشِ گلہائے طیبہ پر جلانے کے لئے
جان کے طالب ہیں پیارے بلبلانِ سوختہ

لطفِ برقِ جلوۂ معراج لایا وجد میں
شعلۂ جوالہ ساں ہے آسمانِ سوختہ

اے رضاؔ مضمون سوزِ دل کی رفعت نے کیا
اس زمینِ سوختہ کو آسمانِ سوختہ

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں رَوضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذر امید عفو گر نہ سنیں
روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اِک ذوقِ مے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

ہاں چلو حسرت زدو سنتے ہیں وہ دن آج ہے
تھی خبر جس کی کہ وہ جلوہ دکھاتے جائیں گے

کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ
نعمتِ خلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائیں گے

خاک افتادو بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائیں گے

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پر اب بجلی گراتے جائیں گے

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقش غم کو اب مٹاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

مدینہ کے خطّے خُدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

اب آئی شفاعت کی سَاعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضاؔ نفس دشمن ہے دَم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امّید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنّا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منوّر کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں
بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

اِس مُردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

مژدہ باد اے عاصیو! شافعِ شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذاتِ خدا غفّار ہے

عرش سا فرش زمیں ہے فرشِ پا عرش بریں
کیا نرالی طرز کی نامِ خُدا رفتار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بَارَکَ اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیئے
صَدقہ اُن ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

گورے گورے پاؤں چمکادو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

رحمۃٌ للعالمین تیری دہائی دب گیا
اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضاؔ سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مُراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

اِک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اُسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجا شق ہُوا
یوں تو یہ ماہِ سبزہ رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تُو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

گنہ گاروں کو ہاتف سے نویدِ خوش مآلی ہے
مُبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

ترا قدِّ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بِنا رحمت کی ڈالی ہے

تمہاری شرم سے شانِ جلالِ حق ٹپکتی ہے
خمِ گردنِ ہلالِ آسمانِ ذوالجلالی ہے

میں اک محتاج بے وقعت گدا تیرے سگِ در کا
تری سرکار والا ہے ترا دربار عالی ہے

تری بخشش پسندی عذر جوئی توبہ خواہی سے
عمومِ بے گناہی جرم شانِ لااُبالی ہے

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر جس کے بلبُل ہیں
ترا سروِ سہی اس گلبنِ خوبی کی ڈالی ہے

رضاؔ قسمت ہی کھل جائے جو گیلاں سے خطاب آئے
کہ تو ادنیٰ سگِ درگاہِ خدامِ معالی ہے

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بے کس کا اِس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے۔ صَدا گورِ غریباں سے
نبی امّت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لااُبالی ہے

اندھیرا گھر اکیلی جان دَم گھٹتا دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

زمیں تپتی کٹیلی راہ بھَاری بوجھ گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

رضاؔ منزل تو جیسی ہے وہ اِک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے
کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب انہیں کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص اُن کی کمائی ہے

زائر گئے بھی کب کے دِن ڈھلنے پہ ہے پیارے
اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے

بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکارِ کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احبابؔ کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہو گا پردے میں بھلائی ہے

اب آپ ہی سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں
ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

حرص و ہوسِ بد سے دل تو بھی ستم کر لے
تو ہی نہیں بے گانہ دنیا ہی پرائی ہے

ہم دل جلے ہیں کس کے ہٹ فتنوں کے پرکالے
کیوں پھونک دوں اِک اُف سے کیا آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکّہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضؔا واللہ
صرف اُن کی رسائی ہے صرف اُن کی رسائی ہے

سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمین میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کرم کے اِک تِل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منھ پر آنچل تجلّیِ ذاتِ بحت سے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں!
صبا سے سبزہ میں لہریں آتیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اتار کر اُن کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولہا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رُویہ قدسی پَرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سَر ہوئی مغفرت کی شلّک
صَدا شفاعت نے دی مُبارک گناہ مستانہ جھُومتے تھے

عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اُڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجومِ اُمید ہے گھٹاؤ مُرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں غلغلے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منوّر وہ نُور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

ستم کیا کیسی مُت کٹی تھی قمر وہ خاک اُن کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

بُراق کے نقش سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب الٹے وہ مہرِ انور جلال رُخسار گرمیوں پر!
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحر وحدت کہ دُھل گیا نام ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِّ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سرو چماں خراماں نہ رُک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اِک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے رُوح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اِک بھبوکا پھُوٹا
خرد کے جنگل میں پھُول چمکا دہَر دہَر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پَر اڑے تو اڑنے کو اور دَم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سُنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منھ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمدؐ قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجّد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِیْ کہیں تقاضے وصال کے تھے

خِرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سُراغ این و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتہً فعل تھا اُدھر کا
تنزّلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّےٰ کے سلسلے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا
دَنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچۂ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

ہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
سی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعامِ خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پرنور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہ برج بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

سرُور مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیئے
یہ جوش ضدّین تھا کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

نبیِ رحمت شفیعِ امّت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمّ
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواروی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو
سرورِ ہر دوسرا ہو

اپنے اچھوں کا تصدق
ہم بدوں کو بھی نبا ہو

کس کے پھر ہو کر رہیں ہم
گر تمہیں ہم کو نہ چاہو

بد ہنسیں تم ان کی خاطر
رات بھر روو کراہو

بد کریں ہر دم برائی
تم کہو ان کا بھلا ہو

ہم وہی بے شرم و بد ہیں
تم وہی کانِ حیا ہو

ہم وہی ننگِ جفا ہیں
تم وہی جانِ وفا ہو

ہم وہی قابل سزا کے
تم وہی رحمِ خدا ہو

وقتِ پیدائش نہ بھولے
کیفَ ینسیٰ کیوں قضا ہو

یہ بھی مولیٰ عرض کروں
بھول اگر جاؤ تو کیا ہو

تم کو ہو واللہ تم کو
جان و دل تم پر فدا ہو

تم کو غم سے حق بچائے
غم عدو کو جاں گزا ہو

تم سے غم کو کیا تعلق
بیکسوں کے غم زدا ہو

حق درودیں تم پہ بھیجے
تم مدام اس کو سرا ہو

وہ عطا دے تم عطا لو
وہ وہی چاہے جو چاہو

کیوں رضاؔ مشکل سے ڈریئے
جب نبی مشکل کشا ہو

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خِدَم رسول حِشَم تمامِ امم غُلامِ کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لئے

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکّہ نشاں تمہارے لئے

ظہورِ نہاں قیامِ جہاں رکوعِ مہاں تجردِ شہاں
نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس لئے ہاں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

یہ فیض دیئے وہ جود کیے کہ نام لیے زمانہ جیئے
جہاں نے لیے تمہارے دیئے یہ اکرمیاں تمہارے لئے

نہ جن و بشر کہ آٹھوں پہر ملائکہ در پہ بستہ کمر
نہ جبہ و سر کہ قلب و جگر ہیں سجدہ کناں تمہارے لئے

نہ روحِ امیں نہ عرشِ بریں نہ لوحِ مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

جناں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن و اماں تمہارے لئے

یہ طور کجا سپہر تو کیا کہ عرشِ علا بھی دور رہا
جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعتِ شاں تمہارے لئے

خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیّاروں کے

ہم سے چوروں پہ جو فرمائیں کرم
خلعتِ زر بنیں پشتاروں کے

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

مجرمو! چشمِ تبسّم رکھو
پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے

تیرے ابرو کے تصدق پیارے
بند کرتے ہیں گرفتاروں کے

جان و دل تیرے قدم پر وارے
کیا نصیبے ہیں ترے یاروں کے

صدق و عدل و کرم و ہمّت میں
چار سو شہرے ہیں ان چاروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ
بول بالے مری سرکاروں کے

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طَمعِ عفو کے سودائی کی
اے میں قرباں مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے اُمّی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم وَالنّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضاؔ جس کے لئے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیْہِ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقتِ بخشش آیا کرو قسمتِ عطایا

وَ اِلَی الْاِلٰہ فَارْغَبْ کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو اِن پر اپنا سایا بنو شافعِ خطایا

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بہ مشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا یہ نہ پوچھ کیسا پایا

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات
مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

رُوح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسمِ پُرنور بھی رُوحانی ہے

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف
اُن کے اَجسام کی کب ثانی ہے

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی
روح ہے پاک ہے نورانی ہے

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حَیِّ ابدی ان کو رضاؔ
صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ہزارانِ عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابانِ عرب

میٹھی باتیں تری دینِ عجم ایمانِ عرب
نمکیں حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

فصلِ گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار
پھولتے پھلتے ہیں بے فصل گلستانِ عرب

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ خندانِ عرب

چرچے ہوتے ہیں یہ کمھلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابانِ عرب

ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضاؔ
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صَدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سُہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اِک ستارہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

ناریوں کا دَور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجا نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنّورین جوڑا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

کٓ گیسو ہٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ اُن کا ہے چہرہ نور کا

اے رضاؔ یہ احمدِ نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہِ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

چھوڑ کے اُس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیمِ خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

حسرتِ نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضا مرگِ جواں سنائی کیوں

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی کچھ سنبھلا پھر اوندھے منھ
مینھ نے پھسلن کردی ہے اور دُھر تک کھائی نالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولیٰ والی ہے

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اِک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضاؔ سے چور پہ تیری ڈِگری تو اقبالی ہے

حرزِ جاں ذکرِ شفاعت کیجیے
نار سے بچنے کی صورت کیجیے

اُن کے نقشِ پا پہ غیرت کیجیے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجیے

ڈوب کر یادِ لبِ شاداب میں
آبِ کوثر کی سباحت کیجیے

یادِ قامت کرتے اٹھیے قبر سے
جانِ محشر پر قیامت کیجیے

اُن کے در پر بیٹھیے بن کر فقیر
بے نواؤ فکرِ ثروت کیجیے

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا
ایسے پیارے سے محبت کیجیے

حیّ باقی جس کی کرتا ہے ثنا
مرتے دم تک اس کی مدحت کیجیے

عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں
صدقے اس بازو پہ قوت کیجیے

نعرہ کیجے یا رسول اللہ کا
مفلسو! سامانِ دولت کیجیے

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں
صَدقہ شہزادوں کا رحمت کیجیے

مَنۡ رَاٰنِی قَدۡ رَاَی الحَق جو کہے
کیا بیاں اس کی حقیقت کیجیے

عالمِ علم دو عالم ہیں حضور
آپ سے کیا عرض حاجت کیجیے

آپ سلطانِ جہاں ہم بے نوا
یاد ہم کو وقتِ نعمت کیجیے

دے خدا ہمت کہ یہ جان حزیں
آپ پر واریں وہ صورت کیجیے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں
ہم کریں جرم آپ رحمت کیجیے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضاؔ
یاد اس کی اپنی عادت کیجیے

دنیا میں سب سے زیادہ مقبول سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" جسے غلامانِ رسول اکرم ﷺ انتہائی عقیدت ومحبت، ذوق وشوق سے پڑھتے اور سنتے ہیں عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی کا تحریر کردہ ایمان افروز اور معرکتہ الآرا سلام جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارک کو انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ۱۶۹ اشعار پر مبنی کلام بے مثال پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب نزہت پہ لاکھوں سلام

نورِ عینِ لطافت پہ لطف درود
زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

سروِ نازِ قدم مغزِ رازِ حکم
یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اُس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں | اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
اصلِ ہر بود و بہبود تخمِ وجود | قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود | ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شرقِ انوارِ قدرت پہ نوری درود | فتقِ ازہارِ قربت پہ لاکھوں سلام
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل | جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام
سرِّ غیب ہدایت پہ غیبی درود | عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام
ماہِ لاہوتِ خلوت پہ لاکھوں درود | شاہِ ناسوتِ جلوت پہ لاکھوں سلام
کنزِ ہر بیکس و بے نوا پر درود | حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام
پرتوِ اسمِ ذاتِ احد پر درود | مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام
خلق کے دادرس سب کے فریادرس | کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود | مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ دنیٰ ہو میں گم کن انا | شرحِ متنِ ہویّت پہ لاکھوں سلام
انتہائے دوئی ابتدائے یکی | جمعِ تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام
کثرتِ بعدِ قلت پہ اکثر درود | عزتِ بعدِ ذلت پہ لاکھوں سلام
ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود | حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود | ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فرحتِ جانِ مومن پہ بے حد درود | غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام
سببِ ہر سبب منتہائے طلب | علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام
مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود | مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام
جسکے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں | اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام
قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت | ظلِّ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں | اس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینہ حق نما | اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں | اس سرتاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا | لکۂ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام
لَیْلَۃُ الْقَدر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق | مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
لختِ لختِ دلِ ہر جگر چاک سے | شانہ کرنیکی حالت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان | کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال | اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا | اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی | ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ | ظلۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباری مژگاں پہ برسے درود — سلکِ درِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام
معنیِ قدرائیٰ مقصد ما طغیٰ — نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود — اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے — ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
ان کے خد کی سہولت پہ بیحد درود — ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود — نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق — اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام
خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن — سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل — ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان و جناں — اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جان بنے — اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود — اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود — اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول — اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے — ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جنکی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں — اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دوش بردوش ہو جن سے شانِ شرف — ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجر اسود کعبۂ جان و دل — یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشت حضور — پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا — موجِ بحرِ ساحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دوعالم کی پروا نہیں — ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین وایماں کے دونوں ستون — ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موج نورِ کرم — اس کفِ بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں — انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عید مشکلکشائی کے چمکے ہلال — ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود — شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزم شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیا تہ کریں زانو ان کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساق اصل قدم شاخ نخل کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روز ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

زرع شاداب و ہرضرع پر شیر سے
برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

مہد والا کی سمت پہ صدہا درود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اٹھتے بوٹوں کے نشو و نما پر درود
کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

فضلِ پیدائشی پر ہمیشہ درود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود	اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

سیدھی سیدھی روش پہ کروروں درود	سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

روز گرم و شب تیرہ و تار میں	کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک	اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے	جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام

لطف بیداری شب پہ بے حد درود	عالمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

خندۂ صبح عشرت پہ نوری درود	گریۂ ابرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نرمی خوئے لینت پہ دائم درود	گرمی شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں	اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے کوئی	آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

گردِ مہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال	بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام

شور تکبیر سے تھر تھرائی زمین	جنبشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام

نعرہ ہائے دلیراں سے بن گونجتے	غرشِ کوسِ جرأت پہ لاکھوں سلام

وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا	مصطفیٰ ﷺ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں	شیرِ غرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود	ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود — ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود — ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صحف غنچہائے قدس — اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے — اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر — ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ ﷺ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا — راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
اوج مہر ہدیٰ موج بحر ندیٰ — روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خوار لعاب زبان نبی — چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا — بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام
درِّ درجِ نجف مہرِ برجِ شرف — رنگِ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام
اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق — بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام
جلو گیاں بیت الشرف پر درود — پرد گیان عفت پہ لاکھوں سلام
سیما پہلی ماں کہف امن و اماں — حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی — اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
منزل من قصب لا نصب لا صخب — ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام
بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا آرام جانِ نبی ﷺ — اُس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ — ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں — اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمع تابانِ کاشانہ اجتہاد — مفتی چار ملت پہ لاکھوں سلام
جاں نثاران بدر وہ احد پر درود — حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا — اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام
خاص اس سابق سیر قرب خدا — اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایۂ مصطفیٰ ﷺ مایۂ اصطفا — عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین — چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر — اس خدادوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارق حق و باطل امامِ الہدیٰ — تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ہمزبانِ نبی — جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
زاہد مسجد احمدی پر درود — دولت جیش عسرت پہ لاکھوں سلام

در منثور قرآں کی سلک بہی — زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ — حلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین — ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصل نسل صفا وجہ وصل خدا — بابِ فضل ولایت پہ لاکھوں سلام

اولیں دافع اہل رفض و خروج — چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن — پرتوِ دست قدرت پہ لاکھوں سلام

ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج — حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

مومنیں پیش فتح و پس فتح سب — اہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر — اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی — ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

باقی ساقیانِ شراب طہور — زین اہل عبادت پہ لاکھوں سلام

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے — ان ب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود — ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

شافعی مالک احمد امام حنیف — چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

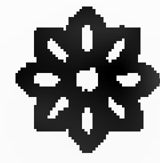
کاملانِ طریقت پہ کامل درود — حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

قطب و ابدال و ارشاد و رشد الرشاد — محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام
مرد خیل طریقت پہ بے حد درود — فرد اہل حقیقت پہ لاکھوں سلام
جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیا — اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
شاہ برکات و برکات پیشیاں — نوبہار طریقت پہ لاکھوں سلام
سید آل محمد ﷺ امام الرشد — گل روض ریاضت پہ لاکھوں سلام
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شیر خدا رضی اللہ عنہ و رسول ﷺ — زینت قادریت پہ لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال — سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام
نور جاں عطر مجموعہ آل رسول — میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام
زیب سجادہ سجاد نوری نہاد — احمد نور طینت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا — بندۂ ننگ خلقت پہ لاکھوں سلام
میرے استاد ماں باپ بھائی بہن — اہل ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆



کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود   طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروروں درود   دافعِ جملہ بلا تم پہ کروروں درود

جان و دلِ اصفیا تم پہ کروروں درود   آب و گلِ انبیا تم پہ کروروں درود

لائیں تو یہ دوسرا دوسرا جس کو ملا   کوشکِ عرش و دنیٰ تم پہ کروروں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

طور پہ جو شمع تھا چاند تھا ساعیر کا   نیّرِ فاراں ہوا تم پہ کروروں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا   سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب   نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود

غایت و علت سبب بہرِ جہاں تم ہو سب   تم سے بنا تم بنا تم پہ کروروں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات   اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

مغز ہو تم اور پوست اور ہیں باہر کے دوست   تم ہو درونِ سرا تم پہ کروروں درود

کیا ہیں جو بیحد ہیں لوث تم تو ہو غیث اور غوث   چھینٹے میں ہوگا بھلا تم پہ کروروں درود

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث   تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروروں درود

شبِ معراج راج صفِ محشر کا تاج   کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود

لُـخـتَ فَلَع الفَلاح رُخـتَ فَراحَ الْمَراح
غُدَ لِيَغُـود الهَنَا تم پہ کروروں درود

جان و جہان مسیح داد کہ دل ہے جریح
نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروروں درود

اف سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ
اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ
آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروروں درود

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروروں درود

مہرِ خدا نور نور دل ہے سیہ دن ہے دور
شب میں کرو چاندنا تم پہ کروروں درود

تم ہو شہید و بصیر اور میں گنہ پر دلیر
کھول دو چشمِ حیا تم پہ کروروں درود

چھینٹ تمہاری سحر چھوٹ تمہاری قمر
دل میں رچا دو ضیا تم پہ کروروں درود

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لِم ہے یہ وہ اِنْ ہوا تم پہ کروروں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز
ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس
بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود

طارم اعلیٰ کا عرش جس کفِ پا کا ہے فرش
آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص
بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود

تم ہو شفائے مرض خلق خدا خود غرض
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود

آہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط
المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود

لوتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع — آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود
سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ — طیبہ سے آ کر صبا تم پہ کروروں درود
گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف — لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود
تم نے برنگ فلق جیب جہاں کر کے شق — نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود
نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک — تم ہو جہاں بادشاہ تم پہ کروروں درود
خلق تمہاری جمیل خلق تمہارا جلیل — خلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رسل کے امام — نوشہ ملک خدا تم پہ کروروں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروروں سلام — تم پہ کروروں ثنا تم پہ کروروں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف رحیم — بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروروں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم — تم سے ملا جو ملا تم پہ کروروں درود
نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم — تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروروں درود
شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم — درد کو کر دو دوا تم پہ کروروں درود
جائیں نہ جب تک غلام خلد ہو سب پر حرام — ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروروں درود
مظہر حق ہو تمہیں مظہر حق ہو تمہیں — تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروروں درود
زور دہ نارساں تکیہ گہ بیکساں — بادشہِ ماورا تم پہ کروروں درود
برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن — ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروروں درود

ایک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

کیوں کہوں بیکس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پر فدا تم پہ کروروں درود

گندے نکمے کمین مہنگے ہوں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا تم پہ کروروں درود

باٹ نہ در کے کہیں گھاٹ نہ گھر کے کہیں
ایسے تمہیں پالنا تم پہ کروروں درود

ایسوں کو نعمت کھلاؤ دودھ کے شربت پلاؤ
ایسوں کو ایسی غذا تم پہ کروروں درود

گرنے کو ہوں روک لو غوطہ لگے ہاتھ دو
ایسے پر ایسی عطا تم پہ کروروں درود

اپنے خطاواروں کو اپنے ہی دامن میں لو
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروروں درود

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود

کردو عدو کو تباہ حاسدوں کو روبراہ
اہل ولا کا بھلا تم پہ کروروں درود

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود

کام غضب کے کئے اس پہ ہو سرکار سے
بندوں کو چشم رضا تم پہ کروروں درود

آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیا دیجیے
جلوہ قریب آگیا تم پہ کروروں درود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا کا منظوم فتویٰ

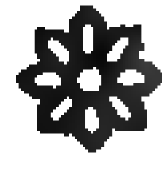
مسئولہ نواب صاحب محلّہ بہاری پور بریلی

عالمان شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کرلیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے زر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہوگیا
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجیے بتا

☆☆☆☆☆☆☆

الجواب

جتنی اجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شے
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شے میں کردے مثل تعمیر مکاں
کھونٹیا کھگل کو آں چو نہ مرمت این و آں
یا بدل دے جنس اجرت جیسی واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے ہیں گو بدلے میں لے ان کے روپے
یا کوئی کام اپنے ذمہ کرلے اس ایجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں
جیسے جاروب و دکاں اصلاح اسباب وکاں
اور جو خدمت کہ ہو شایان اجرت بے گماں
اور اگر یہ کم پہ دے ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے
یو ہی خالی ڈال رکھتا جب بھی تو لیتا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام



کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم ﷺ کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

باب چہارم

حافظ، قاری، مفتی، محدث
امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی بصیرت
دینی، سیاسی اور ادبی خدمات کا اجمالی جائزہ



امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ظفر عمر زبیری

امام احمد رضا خاں کا تعلق یوپی کے شہر بریلی کے اس پٹھان قبیلہ سے تھا جس نے عہد مغلیہ میں اہم عہدوں پر فائز رہنے کے بعد روہیلکھنڈ کے علاقہ بریلی میں مستقل سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کے والد مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی ایک عالم دین تھے۔ جن سے آپ نے نہ صرف قرآن و حدیث کے علوم حاصل کیے بلکہ فتاویٰ نویسی کی بھی تربیت حاصل کی ان کے علاوہ رام پور اور مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ یو۔پی) کے علماء کرامؒ سے بھی فیوض ظاہری و باطنی حاصل کیے اور سترہ سال کی عمر میں جب آپ نے شاہ آل رسول مارہروی سے مارہرہ جا کر بیعت کی تو اسی وقت بیعت و اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ بعض مریدوں نے اس پر چہ گوئی کی تو کی تو شاہ آل رسول نے فرمایا کہ "اوروں کو تیار کرنا پڑتا ہے اور یہ تیار ہو کر آئے ہیں"۔

امام احمد رضا خاں کی قدرت کی جانب سے وہ حافظہ عطا ہوا تھا جس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے آپ نے اپنی ذاتی کاوش سے ۵۵ علوم پر دسترس حاصل کی تھی جن میں علوم قرآن و حدیث کے علاوہ تصوف علم الکلام نحو تاریخ منطق فلسفہ ریاضی ہیئت اور جبر و مقابلہ شامل تھے۔ ان مختلف علوم کے حصول اور روحانی مدارج سے گزرنے کے بعد آپ نے بریلی میں "مدرسہ منظر الاسلام" قائم کیا اس مدرسہ کے قیام سے اس تحریک کا آغاز ہوا۔ جو برصغیر میں "بریلوی تحریک" کے نام سے مشہور ہوئی۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے مدرسہ اور اپنی تصانیف کے ذریعہ مسلمانان برصغیر میں ایک نئے مکتبہ فکر کی بنیادیں رکھیں جو دیوبندی اور علی گڑھ تحریکوں سے مختلف ہے دیوبندی تحریک تو ولی اللہی تحریک کی ہی ایک شاخ ہے جس میں علوم دینیہ سے رغبت اور مغربی اقدار سے احتراض بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ علماء دیوبند نے برصغیر کی آزادی میں بھی عملی حصہ لیا تھا جس کے لئے ہندو مسلم اتحاد کے قائل تھے اس لئے دیوبندی علماء کا ایک بڑا طبقہ انڈین نیشنل کانگریس کے قریب آ گیا تھا۔ علی گڑھ تحریک ابتداء میں انگریزوں سے تعاون کی اور انڈین نیشنل کانگریس سے دور رہنے کی تحریک تھی۔ بریلوی تحریک کے بھی دو پہلو خاص طور پر نمایاں ہوئے ایک تو علوم دینیہ کے حصول کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے بے انتہا عقیدت و محبت اور دوسرے سیاسی اعتبار سے انگریز اور ہندو دونوں سے عدم تعاون لہٰذا پہلے مذہبی تصورات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد سیاسی نظریات کو بھی اجمالاً بیان کیا جائے گا۔

مذہبی عقائد و تصورات: مسلک کے اعتبار سے بریلوی تحریک سے متاثر افراد حنفی عقیدہ رکھتے ہیں اور بنیادی طور پر وہابی اور دیوبندی مسلک کے ردعمل کے طور پر اس تحریک کا آغاز ہوا میں رسول اکرم ﷺ کو مظہر نور خدا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ متعلق یہ عقیدہ ہے کہ انہیں بالواسطہ انبیائے کرام سے کچھ علوم غیب حاصل ہوتے ہیں وہ درجے میں نبوت سے کم ہوتے ہیں لیکن ان سے بھی معجزات اور کرامات کا ظہور ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ عقیدہ بھی ہے کہ صوفیاء اور اولیاء راست کے ستون ہوتے ہیں چالیس ابدال ہروقت دنیا میں موجود رہتے ہیں جن کے ذریعہ خلق کی حیات روزی اور تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔

بریلوی حضرات کے نزدیک بلند آواز سے درود شریف پڑھنا اولیاء اللہ کے مزاروں پر حاضری دینا، نیاز و تیجہ اور چالیسواں وغیرہ کرنا جائز ہے۔

اگرچہ یہ عقائد پہلے سے مسلمانوں کے بعض گرہوں میں موجود تھے مگر انہیں مربوط کر کے ایک تحریک کی شکل امام احمد رضا خاں بریلوی نے دی جنہیں ان کے معتقدین 'اعلیٰ حضرت' کے لقب سے یاد کرتے ہیں.......... یاد رہے یہ لقب ان کے پیرومرشد کا دیا ہوا ہے

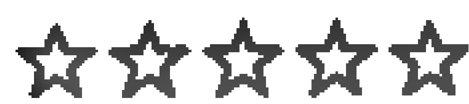
سیاسی عقائد: سیاسی عقیدے کے طور پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہندو مسلم اتحاد کے قائل نہیں تھے۔ تحریک خلافت میں جس طرح مسلمانوں نے ہندوؤں کی اور خاص طور پر گاندھی جی کی پذیرائی کی تھی اسے وہ امت مسلم کے لئے مضر سمجھتے تھے اس وقتی اتحاد کے مضرات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے آپ نے پہلے تو جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اس کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا اس کانفرنس نے قرارداد لاہور کے منظور ہونے کے ایک ماہ بعد یعنی اپریل ۱۹۴۰ء میں متفقہ طور پر مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اس طرح بریلوی علماء تحریک پاکستان سے شروع سے ہی وابستہ ہو گئے۔ اگرچہ کچھ عرصہ بعد علماء دیوبند میں مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی تحریک پاکستان کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کی تحریک کا مرکز "مدرسۂ منظر اسلام" تھا جسے آپ نے ۱۹۰۴ء میں بریلی میں قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ سے بڑی تعداد میں فارغ التحصیل طلباء نے برصغیر کے کونے تک بریلوی عقائد کو عام کر دیا، اور جلد ہی علماء بریلی کے اثرات دور دراز علاقوں تک قائم ہو گئے بریلوی عقائد کی اشاعت میں امام احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیفات اور تالیفات سے بھی بڑی مدد ملی،

جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے جن میں نصف اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں قرآن مجید کا مشہور ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" فتاوی رضویہ (بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور حدائق بخشش، جیسی اہم کتابیں شامل ہیں۔ ان علمی کتابوں کے علاوہ امام صاحب نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لاتعداد نعتیں قصائد اور سلام لکھے ہیں، جن سے آپ کا نہ صرف قادر الکلام ثابت ہونا ہے۔ مختلف زبانوں پر عبور کامل حاصل ہونا بھی واضح ہوتا ہے اور آپ کا مشہور سلام، تو برصغیر کے کونے کونے میں پڑھا اور پیش کیا جاتا ہے جس کا یہ شعر تو سب ہی کو یاد ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

پاکستان میں بریلوی عقائد کے مشہور علمائے کرام میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی قادری، مولانا احمد سعید کاظمی مولانا شاہ احمد نورانی مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا ابوالبرکات قادری کے نام آتے ہیں جنہوں نے مساجد اور دینی مدارس تعمیر کر کے بریلوی تحریک کو "جمعیت علماء پاکستان کے نام سے برقرار رکھا ہے۔ جس کا شمار اہم مذہبی سیاسی جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔



امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مہر وجدانی

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

زمین ہزاروں مرتبہ آفتاب عالم تاب کے گرد گردش کرتی ہے چاند لاکھوں بار کرۂ ارض کا طواف کرتا ہے اور سورج کروڑوں مرتبہ حجلۂ مشرق سے جھانکتا اور خلوت کدۂ مغرب کی کاجلی تاریکیوں میں اپنا چہرہ چھپالیتا ہے تب کہیں کائنات ارضی میں کوئی ایسی شخصیت ابھرتی ہے جس پر کائنات کے پردۂ زنگاری میں بیٹھا ہوا محبوب اپنی اعجاز آگیں نوازشیں بکھیر دیتا ہے۔ بلاشبہ تاریخ عالم ایسی شخصیتوں کو پیش کرنے میں بالکل تہی دامن نہیں رہی، لیکن یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ اس کے پاس ایسا سرمایۂ نادر و نایاب قلیل ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کی پوری تاریخ چھان ڈالیے آپ کو صرف ایک ہی شخصیت نظر آئے گی جس نے فقہی فضیلت اور علمی کمال کے ساتھ ساتھ

دینی و ملی خدمات کی سرانجام دہی میں موثر ترین کردار ادا کیا اور یہ شخصیت امام احمد رضا خاں کی تھی۔ سلف صالحین کا دور تو آفتاب و ماہتاب کا دور تھا لیکن متاخرین کا دور بھی امام احمد رضا کے علمی کارہائے نمایاں پیش کر کے اپنے ہاتھ سے کم مائیگی کا داغ دھو سکتا ہے۔

آیئے سیر حاصل بحث کے لیے ہم ماضی بعید میں چلتے ہیں۔

۱۸۴۱ء میں مولوی مملوک علی نانوتوی کو انگریز حاکموں نے خوش ہو کر دہلی کالج کا صدر مدرس بنا دیا۔ ان ہی کی بدولت مولوی ذوالفقار علی اور مولوی فضل الرحمن (مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد) دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزوں کے ملازم ہو گئے مملوک علی صاحب کے ارشد تلامذہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی احمد علی سہارنپوری اور سرسید احمد خاں کے نام سرفہرست ہیں۔ اذاں استاد کے انتقال کے مولویوں کی یہ جماعت حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کی ذات کو مرکز زمان کر دائرہ بنانے لگی اسی دوران حریت پسندوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد عام کیا، ماحول سے تنگ اور دل برداشتہ ہو کر حضرت امداد اللہ مہاجر مکی تارک وطن ہو گئے۔

۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے بعد جب انگریز اپنی آتش انتقام مسلمانوں کے خون سے بجھا رہا تھا ان کے اسلامی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی تشخص کو فکر و فلسفہ کی بھینٹ چڑھایا جا رہا تھا مسلمانان ہند صرف میدان جنگ ہی میں نہیں بلکہ میدان علم و حکمت میں بھی انگریزی علوم اور فلسفے سے شکست کھا چکے تھے۔ اس وقت مغربی علوم سے مرعوب ذہنیتیں وجود میں آ رہی تھیں۔ مغربی علوم کا سیل بلاخیز حصار اسلام کی بنیادوں سے ٹکرا رہا تھا۔ لیکن دہلی کالج کے تربیت یافتہ علماء کا گروہ خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ صرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا بلکہ دوسروں کو تلقین کر رہا تھا کہ "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" اور موقعہ ملتے ہی عبید اللہ سندھی کے الفاظ میں "مولانا محمد قاسم نانوتوی دہلی کے عربی حصے کو دیوبند ضلع سہارنپور لے گئے اور سرسید احمد خاں انگریزی حصے کو علی گڑھ لے گئے"۔

مکتب دیوبند نے اپنے گورے آقاؤں کی کامل وفاداری کے گن گاتے ہوئے جدید نقشے پر دینی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ کتابیں بھی تصنیف کی گئیں اور مسلمانوں کے معتبر و مستند افکار و خیالات مذہبی اور شعائر اسلامی پر ایسی کاری ضربیں لگائی گئیں کہ اگر نصرت الٰہی امام احمد رضا کی پشت پناہی نہ کرتی تو دیوبند کے قطب ربانی کا تعلیمی نقشہ جدید

انہیں غبار راہ بنا دیتا۔

دیوبند اسکول کے بہی خواہوں ان کے شاگردوں حاشیہ نشینوں اور مریدوں نے ہم آواز ہو کر رائے میں رائے ملانے کی سعی تبلیغ کی۔ اس نئے تجربے نے دو رول ادا کئے۔ ایک طرف انگریزوں کے قدم مضبوطی سے جما دیئے اور مسلمانوں کی قوت اور اتحاد کو کمزور کر کے انگریزوں کو سیاسی اقتدار بڑھانے کے مواقع فراہم کئے اور دوسری طرف ملت اسلامیہ کو مذہبی خانہ جنگی میں ایسا مبتلا کر دیا اور کفر و شرک اور بدعت کے شور و غوغا سے مذہبی ماحول کو اس قدر مکدر کر دیا جس کا خسارہ ہندوستان میں سنی مسلمانوں کے معدوم ہونے کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وقت کا ایک المیہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے نامور علما اور دانش ور جو صحیح معنوں میں وارث علوم انبیا تھے۔ جن کے علمی جلال و کمال کے سامنے کسی کو مجال گفتگو نہ تھی۔ وہ زیادہ تر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں کام آ گئے تھے اور جو تھوڑے بہت باقی بچے وہ اس نئے مذہبی بحران و طغیان سے ملت اسلامیہ کو بچانے میں مصروف ہو گئے لیکن اس اسلام کش اثرات کی روک تھام کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جس کو علوم عقلی و نقلی دونوں میں پوری جمعیت اور دستگاہ حاصل ہو اور وہ تمام علوم و فنون میں بالغ نظر عالم کے مقام پر فائز ہو تفقہ فی الدین میں جو امام متقدمین کی یاد دلا سکے اور جس کا علم کلام اگر ایک جانب توحید سے متعلق کتب شائع کرے تو دوسری جانب فخر دو عالم ﷺ کی محبت اور اختیار و اقتدار کا پرچم لہرائے، اپنے علم و یقین اور فکر و نظر سے تمام اوراق باطلہ کی قلعی کھول دے خصوصیت کے ساتھ اس نئی مذہبی تحریک کا رد بلیغ کر دے جس کی اشاعت کرنے والے خدا کو جھوٹا کہنے، انبیا، شہدا، صدیقین اور صالحین سے مسلمانوں کے غیر معمولی مربوط رشتے کو توڑنے کے آرزومند تھے۔

اس وقت امام احمد رضا نے علم و دانش نے زبان و قلم کے ہتھیاروں سے تجدد کی فتنہ انگیز

تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منہ زور تحریک نے علم کے اس بحرِ ذخار کے سامنے دم توڑ دیا۔ وہ معارفِ قلب وروح کے ساتھ علوم عقلی ونقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے۔ مسلمانانِ برصغیر کے سوادِ اعظم کو ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریک عرفان رسالت نے مجتمع کیا تھا۔ ہیئت اجتماعیہ اسلامی کی از سر نو تنظیم کا تاجِ عظمت وکرامت آپ ہی کے فرقِ مبارک پر زینت افروز ہوا۔

آپ نے سیاسی انتشار اور مذہبی خلفشار دونوں کو دیکھا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات اپنے بزرگوں سے سنے تھے۔ مجاہدین آزادی کے کارنامے اور دیسی نمک خواروں کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بہت سے اسباب میں ایک اہم سبب وہ نام نہاد علماء بھی تھے جنہوں نے اپنے گورے آقاؤں کا طوق گلے میں ڈال کر ایک طرف حریت پسندوں کو اذیت پہنچائی تو دوسری طرف اسلام کے عقیدۂ توحید اور نظریہ رسالت کی تعبیر وتشریح کے سلسلے میں کتاب وسنت کو بازیچۂ اطفال بنا دیا تھا۔ اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی وحدت فکر وعمل کا شیرازہ منتشر کر کے انگریزی سامراجیوں کی سیاسی طاقت کو بڑھایا۔ نام نہاد مولویوں کی جدت طرازیوں نے مذہبی دنیا میں تہلکہ مچادیا اور مسلمانوں کے درمیان نفاق وشقاوت کی داغ بیل ڈال دی۔ اندیشہ تھا کہ آئے دن کی نئی نئی نکتہ آفرینیاں اسلامی تعلیم کو مسخ نہ کر دیں اور مسلمانوں کو سیاسی ناکامی کے بعد مذہبی پسپائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

یہ تھے وہ سنگین حالات جو امام احمد رضا کے لئے چیلنج بن گئے۔ نصرت الٰہی ان کی پشت پناہ بنی منعم حقیقی نے انتہائی فیاضی سے انہیں بے مثال قابلیت، فہم وذکا، بے نظیر حافظہ، فصاحت وبلاغت اور بہ وری قلم وبیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا۔ یہ گوناگوں صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص مقصد کی تکمیل کے لئے آپ کو ودیعت فرمائی تھیں۔ فہم وفراست کا یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ نے چودہ برس کی عمر میں علوم متداولہ میں مکمل دستگاہ حاصل کرلی اور پھر درس وتدریس، وعظ و

ارشاد اور عبادات و ریاضات کو اپنا معمول بنالیا اور آخری سانس تک زبان و قلم سے حقیقی اسلام کی اشاعت اور سیل الحاد و تجدد کی مخالفت اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہے۔ بارگاہ رسالت کو نشانہ بنا کر جو تیر بھی چلایا گیا، اس دیوانہ رسول نے اپنا سینہ سپر کر دیا۔ توہین رسالت کے لئے جہاں کوئی زبان حرکت میں آئی، اس فدائے مصطفیٰ کا قلم برق خاطف بن کر اس پر گرا اور اسے بھسم کر کے رکھ دیا۔ مخالفت کے تند ریلے آئے، الزام تراشیوں کے طوفان اٹھتے رہے، عداوت کی بلاخیز موجیں ٹکراتی رہیں۔ مگر رسالت کا یہ عاشق پہاڑ کی طرح ان کے سامنے ڈٹا رہا۔

انگریزی علوم کے مقابلے میں آپ نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد رکھی جس نے شک و ارتیاب کی تاریک وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اذہان کو مینار نور بن کر راہ ہدایت دکھائی۔ آپ نے ہندوستان میں نیچریت وغیرہ کی سی اعتزالی تحریکوں کو غیر اسلامی ثابت کر کے مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ امکانِ نظیر رسالت یا امکانِ کذب باری تعالیٰ کی ملعون تحریکیں صرف علمی بحثیں نہیں بلکہ فرنگی کی فتنہ پرور ذہنیت کی اڑائی ہوئی ایسی چنگاریاں ہیں جو مسلمانوں کے قلوب سے روح جہاد فنا کرنے کے لئے کسی وقت بھی آتش بار شعلوں میں بدل سکتی ہیں۔

آپ نے مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی پیوند کاری کرنے والوں سے قلمی جہاد کیا۔ نیز علمائے حق اور علمائے سوء میں پہچان کرائی اور ایسے نام نہاد مصلحین کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا جو بات بات پر سچے اور پکے مسلمانوں کو بھی مشرک اور بدعتی وغیرہ ٹھہراتے رہتے تھے۔

خالق کائنات جل جلالہ کی صفات کو جب علماء نے اپنے غلط عقلی پیمانوں سے ناپنا شروع کر دیا اور سرور کون و مکاں ﷺ کے کمالاتِ عالیہ کی حدود ایسی متعین کرنے لگے جن کی ایک امتی کہلانے والا ہرگز جسارت نہیں کر سکتا تو امام احمد رضا خاں نے عظمت خداوندی اور شان مصطفوی کا علم بلند کیا اور سر شان کرنے والوں کے دلائل فاسدہ اور خیالات کاسدہ کا عمر بھر رد بلیغ کرتے رہے۔ فاضل بریلوی کا یہی "جرم" ہے جس کی پاداش میں وہ آج تک بعض حلقوں میں سب وشتم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسا عالم باعمل جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ

قرآن حکیم کے احکامات شریعت اسلام کی پیروی اور سنت رسول ﷺ کی اتباع میں گذارا اس کے خلاف زبان درازی اور اس کے قول وفعل پر لوگوں کو اعتراض کی جرأت کیسے پیدا ہوئی۔ عمیق مطالعے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ کچھ باتوں کا تعلق تو عقائد اور تفہیم قرآن سے ہے کچھ باتوں کا تعلق شان رسالت کی قرآنی تشریحات سے ہے اور کچھ باتیں ایسی ہیں جو ان کے اندھے عقیدت مندوں نے ان کی محبت یا درپردہ عداوت کی بناء پر تحریری اور تقریری طور پر لوگوں میں بیان کی ہیں اور اسے عشق رسول اور محبت اہل بیت کا نام دیا ہے جو واقعی غیر شرعی اور قابل گرفت ہیں۔ مثال کے طور پر میں ایک واقعہ کا ذکر کروں گا جسے جناب مقبول جہانگیر نے کتاب انوار رضا مطبوعہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور میں صفحہ نمبر ۳۶۴۔۳۶۳ پر سپرد قلم کیا ہے۔

اس قصہ کا مقصود ومنشا عشق رسول کی انتہا بیان کرنا ہے۔ بلا شبہ محبت رسول کے اظہار میں امام احمد رضا خاں کا کوئی ثانی نہیں۔ لیکن ایک متجر عالم فقیہ اور شریعت سے سرمو انحراف نہ کرنے والی ہستی کے ساتھ ایک غیر شرعی اور غیر مصدقہ واقعہ کو محض دیکھنے والوں کے بیان کی آڑ لے کر تحریر کر دینا غیر اخلاقی، غیر اسلامی اور اتہامی بات ہے۔ اسلام میں نسبی یا خونی رشتہ کسی اہمیت کا حامل نہیں، صرف ایمان اور تقویٰ معیار ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت نوحؑ کا بیٹا غرق نہ ہوتا۔ حضرت ابراہیم کے والد نے بھی کلمہ نہ پڑھا۔ حضور اکرم ﷺ کا چچا ابولہب اللہ تعالیٰ کے عذاب میں نہ آتا، حضرت لوطؑ کی بیوی پر عذاب نازل نہ ہوتا اور جب فاطمہ بنت قیس نے چوری کی تھی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کی حد جاری کی گئی تھی اور جب کچھ صحابہ کرام نے اس کی سفارش اس بنا پر کی تھی کہ وہ عالی خاندان سے ہے۔ تو حضور اکرم اسے معاف فرما دیتے مگر یہ ارشاد نہ فرماتے کہ وہ اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں یہی حکم دیتا غرض تاریخ اسلام میں سیکڑوں مثالیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور یہ باتیں امام احمد رضا خاں سے زیادہ اور کون جانتا تھا۔ قصہ کچھ یوں ہے:۔

امام احمد رضا خاں کا در دولت بریلی کے نئے شہر محلہ سوداگران میں تھا۔ ایک مرتبہ آپ

پرانے شہر تشریف لے جاتے ہیں۔آپ عموماً پالکی میں سفر کیا کرتے تھے۔پالکی تخت نما ایک شاہانہ سواری ہے جسے کہار اٹھاتے ہیں جن کی تعداد عموماً چار ہوتی ہے۔پالکی کہار اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔تھوڑی دور جا کر یکا یک امام احمد رضا کی آواز سنائی دی۔''پالکی روکو، پالکی روکو'' حکم کے مطابق پالکی زمین پر رکھ دی گئی۔ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔اعلیٰ حضرت اضطراب کے عالم میں پالکی سے برآمد ہوئے، کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی آواز میں پوچھا، آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟ اپنے جدِ اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے میرے ایمان کا ذوق تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔اس سوال پر اچانک کہاروں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا پیشانی پر غیرت اور پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔دیر تک نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔آہ آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔سمجھ لیجیے میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے۔رگوں کا خون نہیں بدل سکتا، اس لئے آلِ رسول ہونے سے انکار نہیں''۔ابھی اس کہار کی بات تمام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالمِ اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کہار کے قدموں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں کہار سے التجا کر رہا ہے۔''معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو، لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی۔ہائے غضب ہو گیا، جن کے کفشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے کاندھوں پر میں نے سواری کی۔قیامت کے دن اگر کہیں سرکار ﷺ نے پوچھ لیا، کہ احمد رضا! کیا میرے فرزند کا دوشِ ناز نیں اس لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے۔تو میں کیا جواب دوں گا۔اس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموسِ عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہو گی، آہ اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جاتا ہے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے اسی طرح وقت کا وہ عظیم المرتبت امام ایک سید زادے مزدور کی منت سماجت کر رہا ہے۔امام اہلِ سنت

نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی وہ یہ کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں۔ بڑا انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔ یہ منظر کس قدر دلگداز ہے۔ اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہو کر اپنے علم و فضل جبہ و دستار اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز، خوشنودیٔ محبوب ﷺ کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا ہے"۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے مذکورہ بالا دیو مالائی قصہ کہ راوی نے کس طرح سے تعریف کے پردے میں تنقیص کا اظہار کیا ہے اور امام احمد رضا کی عظمت اور فقہاہیت کو کس اسفل درجہ تک پہنچا دیا ہے۔

اور رہی سید اور شہزادہ ہونے کی بات تو شہزادہ تو بادشاہ زادہ ہوتا ہے اللہ کا رسول تو بادشاہ نہیں تھا۔ اس نے تو بادشاہان وقت کا غرور و تکبر پاش پاش کیا اور حکومت الہیہ قائم کی اس کی آل تو تمام امت ہے۔ جس طرح آل ابراہیم، آل موسیٰ، آل عیسیٰ۔ قرآن مجید میں تو آل کا لفظ امت پیروکار اور ماننے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جس طرح آل فرعون، فرعون کے ماننے والے۔ ہم مسلمانوں کی یہ کوتاہ فہمی ہے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو صرف اس وجہ سے کہ حضرت فاطمہ ان کے نکاح میں تھیں۔ اولاد رسول سمجھ بیٹھے ہیں اور انہیں سید کا لقب دے دیا ہے۔ لیکن وائے افسوس، رسول اللہ ﷺ کی ایک بیٹی کی اولاد تو سید اور شہزادے کہلائے لیکن دوسری بیٹیوں کی اولاد کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ یہ کیسی محبت ہے اور کیسا عشق رسول ہے۔ چودہ سو سال بعد بھی ایک نام نہاد سید زادے کا اسقدر احترام و اکرام کہ امام وقت اور علامہ دہر اس کی پالکی اپنے کاندھے پر اٹھائے اور اپنی دستار فضیلت اس کے ناپاک قدموں میں ڈالے۔ اور اسی رسول ہاشمی کی دوسری پیاری بیٹیوں اور دوسرے نواسوں اور نواسیوں کا ذکر تک نہ کیا جائے کیا دوسری بیٹیاں سب بے اولاد تھیں کیا ان کی نسل آگے نہیں چلی، یا شیعوں کے عقیدے کے مطابق نعوذ باللہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر سے تھیں؟ ہمارے اعمال و اقوال سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا

ہے کہ شیعہ عقیدہ ہی ہم پر غالب ہے۔ ورنہ احترام سادات کی اتنے بڑے پیمانے پر تشہیر نہ ہوتی اور اولادِ علی کرم اللہ وجہہ کو آلِ رسول، اہل بیت، ائمہ معصوم، شہزادگان اور سیدزادے نہ پکارا جاتا۔

مفسدین کو امام احمد رضا کے عشق رسول کے بہانے اس قسم کی من گھڑت کہانیوں کو ان سے منسوب کرنے کے بہانے ہاتھ آگئے۔ دشمنوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا اور تنقید و اعتراض اور سب و شتم کے تیر برسانے لگے۔

الغرض اگر آپ فرقہ باطلہ کے علمبرداروں کو نہ ٹوکتے، مقدس اسلام کے مخصوص عقائد و نظریات کی من مانی تعبیریں کرنے والوں کا محاسبہ نہ کرتے تو تمام فرقوں کے نامور علماء اس عبقری اسلام کی علمی عظمت کو برملا تسلیم کرتے۔ لیکن کسی بھی مجدد کو ایسی جھوٹی عزت کی کبھی خواہش نہیں ہوئی۔ چونکہ آپ بھی عظمت الٰہی اور ناموسِ مصطفوی کے سچے نگہبان تھے اس لئے طعن و تشنیع اور تحسین و آفریں سے بے نیاز ہو کر ہر حالت میں اپنا فرض ادا کرتے رہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم و حکمت سے نوازا تھا، اتنا ہی استغناء کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ جس وقت نام نہاد علماء اپنے علم و فضل کو جنس تجارت بنا کر حکامِ برطانیہ سے نذرانے وصول کر رہے تھے، اور اہل ثروت حضرات سے رابطہ قائم کر کے اپنی تصانیف کو کثیر تعداد میں چھپوا کر اپنے متبع عقائد کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے۔ اس وقت امام احمد رضا خاں کی حمیت دینی کا یہ عالم تھا کہ حکام برطانیہ تو بجائے خود رہے اپنے ہم مسلک اور معتقدین نوابوں اور رئیسوں کی مسلسل درخواستوں اور شدید تقاضوں کے باوجود کبھی ان سے ملاقات کے لئے جانا منظور نہیں کیا اور یہی فرمایا:۔

کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ کے استغناء پر عظیم ترین شہادت یہ ہے کہ آپ کی بے شمار علمی تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات مبارکہ میں طبع نہ ہو سکیں۔ حالانکہ بڑے بڑے رئیس آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔ اگر آپ ارکانِ دولت کی طرف ذرا بھی توجہ اور التفات فرماتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ

کی تمام تصانیف زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوتیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے منصب کے شایانِ شان کوئی وسیع دار العلوم بھی تعمیر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے فرقے والوں نے رئیسوں کے تعاون سے قلعہ نما مدارس بنالئے تھے۔

ہندوستان کے اس پر آشوب دور میں جب متحدہ ہندوستان اور ہندو مسلم قومیت کے نعرے بلند کئے جارہے تھے۔ امام احمد رضا نے اپنے اور بیگانوں کی ملامت کی پروا کئے بغیر بڑی جرأت اور ہمت کے ساتھ دوقومی نظریہ پیش کیا جس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی دوحیثیات تھیں۔ ایک حیثیت کا تعین ملک سے وابستگی سے ہوتا تھا اور دوسری حیثیت کا تعین دین سے وابستگی سے تھا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دوسری حیثیت پہلی حیثیت پر مقدم تھی۔ یعنی مسلمانیت کو ہندوستانیت پر فوقیت حاصل تھی۔ اس طرح اسلام اور کانگریس کے نقاطِ نظر میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔ کیونکہ کانگریس کے نزدیک مذہب کی حیثیت ثانوی تھی۔ اختلاف کا نقطۂ آغاز یہی اساسی فرق تھا۔ اسی چیز کو علامہ اقبال نے اس طرح پیش کیا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب مسلمانوں کی طرف سے تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا تو حالات نے نیا رخ اختیار کیا۔ اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی وغیرہ شامل تھے۔ اسی زمانے میں انڈین نیشنل کانگریس نے گاندھی کی ایما پر تحریکِ خلافت سے ملکر ترکِ موالات کی تحریک شروع کی۔ تحریک خلافت کے داعیوں نے جوشِ جنوں میں انگریزوں سے ترکِ موالات بلکہ ترکِ معاملات کرکے کفار و مشرکین سے دوستی اور محبت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

مولانا احمد رضا خان نے ترکِ موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کو، جو وطنیت پرستی اور

دین سے بے خبری پر مبنی تھا سخت مخالف فرمائی اور اس اظہارِ حق میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروانہ کی اور فقیہانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے اور بالآخر جو کچھ فرمایا تھا سچ ثابت ہوا۔ جب طوفان جنوں ختم ہوا اور آنکھیں کھلیں تو وہی سچا نظر آیا جس کو کل تک جھوٹا کہا گیا تھا۔

قائداعظم اور علامہ اقبال جیسے مفکرین رہنما، ابتدا میں ایک قومی نظریہ کے حامی تھے، مگر بعد میں جو تجربات ہوئے اس کی روشنی میں ایک قومی نظریہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر دو قومی نظریہ کو پوری پوری حمایت فرماتے ہیں۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد ہندو مسلم عدم اتحاد اور عدم موالات پر تھی۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کی حفاظت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ کانگریس کا منتہا یہ تھا کہ ملی امتیازات کو خیر باد کہہ کر ''ہندوستانیت'' میں گم ہو جاؤ۔ اس طرح مذہب کی بنیاد خود بخود ڈھے جائے گی۔

عرض کیا جا چکا ہے کہ فاضل بریلوی، ترک موالات کے نتیجے میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے۔ ان کی آنکھیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں جو دوسری آنکھوں نے نہ دیکھا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے موید اور ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، جب امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی، تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرما دیا۔ ''مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں'' ارشاد فرمایا ''مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں''۔

مولانا احمد رضا خاں نے ترک موالات پر محققانہ بحث کے دوران اس کے تاریخی پہلو پر بھی روشنی ڈالی اور یہ دکھایا کہ جن مشرکین سے دوستی کا دم بھرا جا رہا ہے ان کا ماضی کتنا مہیب اور خوفناک ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

''کیا ہم سے وہ دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور، آرہ اور کہاں کہاں ناپاک و ہولناک مظالم، جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو

ہو گئے؟ بے گناہ مسلمانوں کو نہایت سختی سے ذبح کیا گیا، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیتے کلیجہ منہ کو آئے۔ کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں، انہیں ناپاک رکھشاؤں انہیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ تمہیں ہاتھ لگن کو آرسی کیا ہے، آپ جس شہر جس قصبہ جن گاؤں میں چاہو آزما کر دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لیے گائے چھوڑ دو۔ یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

''وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر اور بادشاہ باطن ہے، یعنی گاندھی، صاف نہ کہہ چکا ہے کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو، دین میں ہم سے محارب ہیں''۔

فاضل بریلوی ترک موالات کے مذہبی، تاریخی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد اس کے معاشی و اقتصادی پہلو بھی اجاگر فرماتے ہیں۔

''اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں، تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے؟ اور تمہاری طرح ننگے بھوکے رہ جائیں گے۔ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوے کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں۔ سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑی ہو کہ یہاں مالی نسبت اتنی یا اس سے بھی کم ہے''۔

آخر میں مسلمانوں سے ایک درد بھری اپیل کرتے ہیں:۔

''تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراعِ احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن پاک تمہیں اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے، دین تو ان

کے صدقے میں ملے"۔

۱۹۴۹ء میں مسلم لیگ نے اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مطالبہ پاکستان پیش کیا۔ علماء اہلِ سنّت شروع سے دوقومی نظریہ کے داعی تھے۔ اس لئے انہوں نے اور ان کے زیر اثر برصغیر پاک و ہند کے لاکھوں مسلمانوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے آل انڈیا سنّی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے برصغیر کے طول وعرض میں دورے شروع کیے۔

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں چارروزہ آل انڈیا سنّی کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں برصغیر کے پانچ ہزار علماء ومشائخ نے شرکت کی اور پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کی گئی۔

الغرض امام احمد رضا فاضل بریلویؒ نے سب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف آواز اٹھائی، یعنی دوقومی نظریہ پیش کیا پھر ان کے باعزم و باہمت خلفاء وتلامذہ اور اُن کے ہم مسلک علماءِ کرام اور مشائخ عظام نے سردھڑ کی بازی لگا کر تحریکِ پاکستان کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا۔

آپ کی زندگی کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے، وہ قابلِ ستائش اور اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ جل جلالہٗ کا آپ پر خاص انعام وکرم تھا۔ گوناگوں فضائل میں انفرادیت ہی آپ کو "اعلیٰ حضرت اور امام اہلِ سنّت" کے معزز القابات سے پکارے جانے کی ضامن بنی۔ عربی زبان کی ایک ضرب المثل ہے۔ "حقیقی شہرت وہ ہے جس کی دشمن گواہی دیں" مولانا عبدالحئی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنو نے ہندوستانی علماء کا تذکرہ لکھا تو اختلافِ مسلک کے باوجود امام احمد رضا کے بارے میں دیانتداری کے ساتھ حسب ذیل امور کو بھی بیان کیا:۔

"حجاز کے علماء سے فقہ اور اعلم کلام کے بعض مسائل میں آپ کا مذاکرہ ہوا اور آپ نے حرمین میں اقامت کے دوران چند رسائل لکھے۔ چند مسائل جو علماء حرمین نے بغرض استفتا پیش

گئے تھے، آپ نے ان کے جوابات تحریر کئے اور عجلت تحریر، ذکاوت اور قوتِ استدلال پر وہاں کے بڑے بڑے علماء حیران رہ گئے"۔

ترجمہ قرآن:

قرآن حکیم کا فیضان، زمان و مکاں کے اندر محدود نہیں۔ اس سے ہر شخص خواہ وہ کرۂ ارض کے کسی حصہ پر آباد ہو، کسی دور میں زندگی بسر کر رہا ہو، یکساں طور پر ہدایت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس کے حقائق و معارف سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرآن کا سمجھنا اور سمجھ کر اس سے زندگی کے ہر مرحلہ میں رہنمائی حاصل کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔

ایک انسان کی بات دوسرے انسان کو من وعن پہنچانی کسی قدرت کل ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنا پیغام اپنے الفاظ میں اور اپنے لہجے میں محفوظ کرا دیا اور اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا۔ جو لوگ قرآنِ مجید کی اصل زبان، عربی سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کے ترجمے اصل عربی کا بدل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی عربی میں بھی تفہیم کی جائے، یعنی قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب ایک عرب اپنی زبان میں بھی بیان کرے تو وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی جو قرآن مجید کی عربی میں ہے۔ پھر دوسری زبان میں ترجمہ تو اصل کیفیت کو بالکل کھو دیتا ہے۔ لیکن چارہ ہی کیا ہے۔

جب ہندوستان میں عربی جاننے والے ختم ہونے لگے تو مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کرنا پڑا۔ ہندوستان کے دیگر علماء اس وقت ترجمے کے خلاف تھے۔ مگر شاہ ولی اللہ دور اندیش تھے۔ انہوں نے اچھا کیا کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا کچھ تو سامان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ خدمت انجام دلا دی۔ ان کے بیٹیوں شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبد العزیز نے دیکھا کہ فارسی زبان بھی ہندوستان میں چند دنوں کی مہمان ہے۔ لہٰذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کیا۔ اور مولانا شاہ عبد القادر نے با محاورہ ترجمہ کیا۔ لیکن زبان و بیان کی قدامت کے باعث ان ترجموں سے اردو خواں طبقہ کے لیے استفادہ ممکن نہ تھا۔ علاوہ

ازیں ''تقویت الایمان'' کے مکتبۂ فکر کے علماء نے اپنے عقائد کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف بھی کر دیا۔

ان ترجموں کے بعد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا۔ لیکن انہوں نے ترجمے میں جا بجا محاورات کے استعمالات سے قرآن حکیم کے مطلب ہی کو گم کر دیا، اور اکثر مقامات پر اپنے نیچری خیالات کو بھی داخل کر دیا۔ اندریں حالات اشد ضرورت تھی۔ آخر اس ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی سعادت امام احمد رضا کو نصیب ہوئی۔ امام احمد رضا نے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا۔

مولانا محمود حسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا۔ اور ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور جناب محترم مولانا مودودی کے تراجم (مع تفسیر قرآن) تو بہت بعد کی چیز ہیں۔

امام احمد رضا برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی محنت اور کاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ یہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اس ترجمے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔ یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور با محاورہ بھی۔ اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمے کی بہت بڑی خوبی ہے۔ اور پھر انہوں نے ترجمے کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو، اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترتیب سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معانی منکشف ہوتے ہیں، جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی اور عربیت سے بہت قریب ہے۔ اور بلا تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے، جو کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے

موسوم ہے۔

امام احمد رضا خاں بحیثیت شاعر:

امام احمد رضا نے نہ صرف عربی، فارسی اور اردو تین زبانوں میں شاعری کی بلکہ بعض نظمیں التزام کے ساتھ ہندی بھاشا کی آمیزش سے بھی لکھیں۔ آپ کا تخلص ''رضا'' تھا۔ آپ کا نعتیہ یوان'' حدائق بخشش'' کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ حصہ سوئم کے فاضل مرتب نے صراحت کی ہے کہ آپ کا عربی دیوان گم ہو گیا ہے۔ لیکن متفرق کتب کی ورق گردانی کے بعد ڈاکٹر حامد علی خاں، لیکچرار شعبۂ عربی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، بھارت نے مجموعی طور پر تین سو نو سے عربی اشعار دریافت کئے ہیں۔

علامہ احمد رضا کی شاعری وہبی تھی۔ شاعری میں آپ کو کسی کا تلمذ نہیں تھا، خلاقِ عالم نے آپ کی طبیعت میں ایسی موزونیت ودیعت فرمائی تھی کہ آپ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اسی لئے آپ کے کلام میں آمد ہی آمد ہے اور آورد کا نام نہیں۔ رہی عربی زبان، تو اہلِ زبان عرب کے فضلا نے عربی تحریر میں حسنِ انشا کا اعتراف کیا تھا۔ ظاہر ہے شعر گوئی کی طرف آپ کی توجہ مبذول ہونے کی ضرورت تھی اور بس۔ آپ کے لئے عربی نثر و نظم دونوں کی یکساں حیثیت تھی۔ مگر آپ نے مہتم بالشان کاموں کی انجام دہی کی وجہ سے شاعری کی طرف کم التفات کے اور شعر گوئی میں زیادہ وقت نہیں گزارا۔ ورنہ آپ کے کلام مجموعہ نہایت عظیم ہوتا۔ ساتھ ہی یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپ ایک عالمِ دین کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اس لئے آپ کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ آپ اردو زبان کے طبقۂ اول کے نعت گو شعراء میں تھے۔ کیونکہ نعت گوئی کے لئے محبت رسول ﷺ شرطِ اول ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آداب محبت کی آئینہ دار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔ آپ نے جذبۂ رسول ﷺ کی اپنے دل میں باضابطہ پرورش کی تھی اور قلب و روح کو احترام و محبت کا خوگر بنا لیا تھا۔ عاشقانِ پاک طینت کی طرح آپ شمعِ بزم ہدایت کے پروانے تھے۔ آپ نا کلام کیف و مستی اور درد و سوز کی نعمت سے مالا مال ہے۔ آپ کے

کلام میں عاشقانِ صادق کی طرح حسنِ بیانی اور صدق صفا کا امتزاج ملتا ہے۔حدائق بخشش شاعرانہ خوبیوں کے ساتھ محبوبِ رب سے عاجزانہ اور والہانہ عقیلات آمیز محبت کا بھرپور اظہار اور اردوئے معلّیٰ کا شاہکار بھی ہے۔

امام اہلِ سنّت کے آخری ایام :

امام احمد رضا خاں نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک دوپہر دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی میں وفات فرمائی۔مولانا حسنین رضا خاں نے الوداعی سفر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کا بیان ہے:۔

''اعلیٰ حضرت نے وصیت نامہ تحریر کرایا، پھر اس پر خود عمل کرایا۔اس روز تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ہوتے رہے۔دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے کہ وقت پوچھا،عرض کیا گیا کہ''اس وقت ایک بجکر ۵۶ منٹ ہو رہے ہیں،فرمایا گھڑی رکھ دو۔یکا یک ارشاد ہوا ،تصویر ہٹادو۔حاضرین کے دل میں خیال گذرا کہ یہاں تصاویر کا کیا کام۔یہ خطرہ گذرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا، یہی کارڈ،لفافہ،روپیہ،پیسہ۔پھر ذرا وقفے سے اپنے بھائی مولانا محمد رضا خاں صاحب سے خطاب فرمایا: وضو کر آؤ، قرآنِ عظیم لاؤ، ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ اپنے چھوٹے بیٹے مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے ارشاد فرمایا، اب بیٹھے کیا رہے ہو، سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف کی تلاوت کرو۔

اب آپ کی عمر کے چند منٹ باقی تھے۔حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔ایسے حضورِ قلب اور تیقّن سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقتِ زبان سے زیر و زبر میں فرق ہوا، خود تلاوت فرما کر بتادی۔سفر کی دعائیں، جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے اہتمام و کمال بلکہ معمول سے زائد پڑھیں۔پھر کلمۂ طیبہ پورا پڑھا۔جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا۔اُدھر ہونٹوں کی حرکت اور ذکر پاسِ انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک نور کی کرن چمکی جس میں جنبش تھی۔اس کے غائب ہوتے ہی وہ جانِ نور جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔

☆☆☆☆☆

حافظ قاری مفتی شیخ الحدیث مولانا احمد رضا خاں قادری کی عالمی سطح پر پذیرائی و تاثرات

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری (بھارت)

دنیا کی وہ چند شخصیتیں جو شہرت دوام اور مقبولیت خاص و عام کے منصب پر فائز المرام ہیں ان میں ایک نمایاں اور ممتاز نام حضرت رضا بریلوی کا ہے۔ تاہم جامعیت علم وفن اور وسعت فکر و نظر کے زاویے سے اگر دیکھا جائے تو بہت کم شخصیتیں نکلیں گی جنہیں امام احمد رضا کے مقابل لایا جاسکے جنہیں اتنے علوم وفنون پر مہارت حاصل ہو جتنے علوم وفنون پر امام احمد رضا کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جتنے علوم وفنون پر مہارت حاصل ہو ان تمام میں تصانیف بھی چھوڑی ہوں۔ حضرت رضا بریلوی کا کمال یہ ہے کہ علم وفن کا ہر گوشہ آپ کی تحریر سے پرتنویر ہے۔ وہ ایک درخشاں سورج تھے جدھر نگاہ ڈالی روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ وہ ایک مہکتے ہوئے چمن تھے۔ جہاں جہاں خوشبو پہنچی دل و دماغ معطر ہوگئے۔ ان کے خیالات میں مقناطیسیت اور ان کے افکار میں وہ کشش ہے کہ جو بھی قریب آرہا ہے ان کی بلندی خیال کو داد دے رہا ہے۔ ان کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے...... ان کی حیات ظاہری ہی میں علم و دانش کی فضا ان کی گردیدہ ہو رہی تھی۔ کالج و یونیورسٹی کا علمی ادبی ماحول ان کے ذکر و تذکرے سے گونجنے لگا تھا۔ اب تو یہ آواز افق در افق پہنچ چکی ہے اور تذکار و نغمات رضا سے گلستاں کا گلستاں جھومنے لگا ہے۔ دانشوروں کے گلہائے افکار سے وادی وادی عطر بیز ہو رہی ہے۔ ارباب علم و دانش کے افکار و

تاثرات پر مبنی کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ہم ذیل میں ان میں سے صرف چند تاثرات پیش کرتے ہیں۔

(۱) رئیس الخطاب، شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ میر داد............مکہ مکرمہ

وہ تو حقائق کا خزانہ ہے، اور خزانوں کا انتخاب۔ معرفت کا آفتاب جو دو پہر کو چمکتا ہے علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا جو شخص اس کے علو فضل سے واقف ہو جائے اس کو کہنا چاہئے کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ (عربی سے ترجمہ، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں)

(۲) محافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن سید خلیل............مکہ مکرمہ

میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل عالم فاضل صاحب مناقب و مفاخر جس کو دیکھ کر یہ کہا جائے کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یکتائے روزگار وحید عصر مولانا شیخ احمد رضا خاں کو مقرر فرمایا۔ اور وہ کیوں ایسا نہ ہو کہ علمائے مکہ معظمہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہی دے رہے ہیں۔ اگر وہ اس مقام رفیع پر متمکن نہ ہوتا تو علمائے مکہ معظمہ اس کے لئے یہ گواہی نہ دیتے ہاں ہاں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو حق وصحیح ہے۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں)

(۳) شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی............مدینہ منورہ

میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں۔ ان میں علما، صلحا اور اتقیا، سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا لیکن (فاضل بریلوی کی شان عجیب ہے) یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (الاجازت المتینہ، امام احمد رضا)

(۴) مفتی شافعیہ شیخ احمد علوی............مدینہ منورہ

فاضلوں سے افضل سب عاقلوں سے زیادہ دانشمند، اگلوں کا فخر، پچھلوں کا پیشوا حضرت احمد رضا

خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف سے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔ رسالہ الدولۃ المکیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اور بیشک وہ اس لائق ہے کہ سیاہی اور روشنائی کے بدلے سونے سے لکھی جائے۔

(الدولۃ المکیہ امام احمد رضا)

(۵) شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی............ بیروت

رسالہ الدولۃ المکیہ کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے۔

(۶) شیخ احمد رمضان............ شام

میں نے یہ کتاب (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کی اور اس کو حسن بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علمائے اہلسنت جماعت کی تائید فرمائے۔

(۷) اس کتاب (الدولۃ المکیہ) کے مولف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں۔

(۸) شیخ عبدالرحمٰن حنفی مدرس جامع ازہر............ قاہرہ مصر

مجھے اپنی عمر کی قسم مصنف نے رسالہ میں کافی دلائل ذکر کر دیے ہیں اور حاسد کے لئے تو طویل عبارتیں بھی ناکافی ہوتی ہیں۔ (الدولۃ المکیہ)

(۹) ڈاکٹر پروفیسر محی الدین الوائی جامع ازہر............ مظہر

جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے۔ ان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام سرفہرست نظر آتا ہے علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین

ریکارڈ ہے۔

(۱۰) پروفیسر عزیز اللہ............انگلینڈ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف کے کمالات علمیہ اور خدمات دینیہ پر تحقیقات کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے عوام وخواص کو صحیح طور پر متعارف کرانا صرف اہلسنت و جماعت ہی کی خدمت کرنا نہیں بلکہ اصل میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دیے ہوئے صحیح دین کی اشاعت کرنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی نمائندگی کرنا ہے۔

(۱۱) ڈاکٹر یعقوب ذکی، پروفیسر ہارڈ ورڈ یونیورسٹی............امریکہ

اما احمد رضا کے فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے جانے جاتے ہیں جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا ایک عظیم سرمایا ہے جس طرح فتاویٰ الگیری، جو ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کی ایک عظیم فقہی خدمت ہے۔ امام احمد رضا ایک تبحر فاضل علوم اسلامی تھے۔ فقہی بصیرت تبحر علمی، خداداد اور فکری وقلمی صلاحیت وخدمت کی وجہ سے دنیا نے انہیں مجدد تسلیم کیا (انگریزی ترجمہ)

(۱۲) حضرت ابراہیم مجددی............کابل افغانستان

مفتی احمد رضا قادری ایک جید عالم اور واقف اسرار طریقت تھے۔ اسلامی علوم کی تشریح میں ان کا عظیم الشان ملکہ اور باطنی حقائق کی توضیح میں ان کے معارف بہت زیادہ ستائش کے لائق ہیں اور فقہی علوم میں ان کی تحقیقات اہلسنت و جماعت کے بنیادی نظریات میں قابل قدر یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱۳) مولانا عبدالکریم نعیمی............بنگلہ دیش

بارہویں وتیرہویں دوصدیوں میں دنیائے اسلام میں اعلیٰ حضرت جیسے جامع ومانع متصف بہمہ صفات کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔ جلالت علمی وکمال علمی میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ وسعت علم اور رائے کی پختگی میں پورے دور میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

(۱۴) پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی...... کوئز یونیورسٹی .... کینیڈا

اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی۔ اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مرد مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔

(۱۵) شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال .... پاکستان

ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاوی کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاوی، ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے۔ اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاوی میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔

(۱۶) ڈاکٹر سید عبداللہ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور .... پاکستان

عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن کریم اور حدیث نبوی ہو وہ ترجمان علم و حکمت، نقیب حق و صداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان بریلوی بھی ایسے ہی عالم دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ اعتراف حقیقت ہوگا۔

(۱۷) مولانا ابوالکلام آزاد .... ہندوستان

مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔

(۱۸) ڈاکٹر ضیاء الدین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی .... علی گڑھ

اپنے ملک میں معقولات کا جب اتنا بڑا اکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا ضائع کیا۔

(۱۹) ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ یونیورسٹی .... ہندوستان

مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طرف تبحر علمی، زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔

(۲۰) مولانا محمد انور شاہ کشمیری .... ہندوستان

جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث حضرات دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شروح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں۔ (رسالہ دیوبند ص ۲۱ ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ)

(۲۱) مولانا سید سلیمان ندوی .... ہندوستان

اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ رہ گئیں حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں، جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے۔ (ماہنامہ ندوہ اگست ۱۹۱۳)

(۲۲) مولانا شبیر احمد عثمانی، دیو بند، انڈیا (شیخ التفسیر دار العلوم دیو بند)

مولانا احمد رضا خاں کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے۔ (رسالہ، ہادی، دیو بند ذوالحجہ ۱۳۶۰)

(۲۳) مولانا محمد شبلی نعمانی......اعظم گڈھ..........ہندوستان

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت ہی متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خاں صاحب کے سامنے پاسنگ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ (رسالہ ندوہ، اکتوبر ۱۹۱۴)

(۲۴) مولانا ابوالحسن علی ندوی..........لکھنو انڈیا

وہ (حضرت رضا بریلوی) نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات اور عالم تھے، رواں دوں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ (نزہتہ الخواطر، ج ۸/ص ۴۱)

(۲۵) مولانا محمد الیاس صاحب، بانی تبلیغ جماعت......دیو بند، انڈیا

اگر کسی کو محبت رسول (علیہ التحیہ والتسلیم) سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری ص مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء)

(۲۶) پروفیسر مختار الدین احمد آرزو، ڈین فیکلٹی آف آرٹس

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہندوستان

آپ کی ذات الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی زندہ تصویر تھی، اللہ و رسول سے محبت کرنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آتے کبھی دشمن سے سخت کلامی نہ فرمائی، بلکہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی آپ نے بعض مردہ سنتوں کو زندہ کیا۔ (۲۲)

(۲۷)ڈاکٹر وحید اشرف، برودہ یونیورسٹی...... ہندوستان

مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامع العلوم ہے کہ آپ کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

(۲۸)ڈاکٹر حسن رضا خاں ادارہ تحقیقات عربی و فارسی...... پٹنہ

''فتاویٰ رضویہ'' کے صفحات پر عقل و نقل اور علم و فن کے بے شمار شاخوں میں اعلیٰ حضرت کے علمی رسوخ، دقت نظر اور مہارت و تبحر کی تفصیلات سے گذرتے ہوئے میں بار بار سوچنے لگا کہ ہماری یہ فرو گذاشت کیا تاریخ کبھی معاف کرے گی کہ ہم نے چودہویں صدی کی ایک عبقری اور نادر الوجود شخصیت کے مقام و فضل سے اہلِ علم کی دنیا کو کبھی متعارف نہیں کرایا اور نہ خود دانشوران ہند کو کبھی یہ توفیق ہوئی کہ وہ مسلک کے اختلاف سے پرے ہوکر ایک مسلم الثبوت اور یگانہ روزگار

(۲۹)مولانا غلام مصطفےٰ رضوی...... بہار ہندوستان

یہ شمع جمال محمدی کا کمال ہے کہ جو پروانہ ایک شمع کا سچا دیوانہ ہو جائے اپنی ہستی کو دیدار محبوب کی ہستی میں فنا کردے، دنیا سمجھتی ہے کہ وہ مٹ گیا مگر اس شمع کی رحمت بھری کرن اسے مٹنے نہیں دیتی، مٹتے مٹتے اسے انمٹ بنادیتی ہے۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

مٹتے مٹتے ایسا جانواز بنادیتی ہے کہ کل تک جو خود پروانہ تھا، تڑپنا مچلنا جس کا مقدر تھا، اب شمع کا روپ دھار لیتا ہے، اور اب خود جلنا مگر دیدۂ اغیار کو بینا کردینا اس کی فطرت ہو جاتی ہے پھر کیا ہے دنیا اس کے گرد پروانہ وار نثار ہونے لگتی ہے۔

مثل پروانہ پھرا کرتے جس شمع کے گرد
اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

حضرت بریلوی وہی پروانہ شمع جمال محمدی ہیں جو ماہِ رسالت کے لئے پروانہ اور محفل امت

کے لئے شمع کی حیثیت رکھتے ہیں۔کل کہتے تھے۔

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

اور آج جیسے گنبد رضا سے یہ آفاقی پیغام نشر ہو رہا ہے کہ۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

(۳۰) حضرت نظمی مارہروی............ یوپی انڈیا

مشعل نوری لئے جب چل پڑے احمد رضا
نور احمد ان کے ہر ہر حال میں شامل رہا
علم ظاہر علم باطن کی امامت مل گئی، فضل حق سے مل گیا وصف فنافی المصطفےٰ (۲۶)

یہ ان عارفوں، عالموں، دانشوروں اور شاعروں کے گوہر خیالات ہیں جو اپنے اپنے فن میں یکتا، فکر میں ممتاز اور فہم وشعور میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ان کی ذمہ دار شخصیت اور حساس طبیعت سے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ انہوں نے یونہی رسمی طور پر قلم اٹھایا اور تاثرات نذر قرطاس کر دیا ہو نہیں بلکہ تحریر کا تیور، خیالات کا تعمق اور واردات کی گہرائی وگیرائی بتا رہی ہے کہ انہوں نے بعد از مطالعہ بسیار وتفحص تام یہ گہر ریزی کی ہے، یہ ان کے ضمیر کی آواز اور روح کی پکار ہے۔ ہر خیال اپنی جگہ پر قیمتی نگینہ ہے رضا بریلوی کی گوناگوں شخصیت نے جس کو جس اعتبار سے متاثر کیا اس نے اسی اعتبار سے اپنے افکار کو ہمارے سامنے رکھا ہے، اگر علوم دینیہ میں تبحر وتعمق دیکھا تو فقیہ اسلام، محدث بریلوی کہا انظار عالیہ کا جائزہ لیا تو مجمع البحرین، امام اہلسنّت ،علوم عصریہ پر قدرت و مہارت دیکھا تو عبقری مفکر، جامع العلوم کہا، اور شعر وسخن کی مشاقگی دیکھی تو استاد مسلم، امام شعر و ادب کہا اور روحانی بزم میں حاضری ہوگئی اور ربط دل سے عشق رسول کے نغمے ابلتے دیکھا تو عارف

باللہ عاشقِ مصطفےٰ نائب غوث الوریٰ کے معزز لقب سے یاد کیا۔یوں تو وہ اپنی کثیر الجوانب شخصیت کے ہر پہلو میں مقام امتیاز پر فائز ہیں تاہم عاشق رسول ہونا یہ وہ خوبی ہے جو تمام خوبیوں کی جامع ہے، مجمع محاسن ہے جو عاشق رسول ہوگا وہ راز دار حقیقت و معرفت ہوگا، نکتہ دان شریعت و طریقت ہوگا۔ مومن ہی نہیں مومن کامل ہوگا، جو عاشق رسول ہوگا وہ اخلاقیات کے جوہر سے مرصع ہوگا، جو عاشق رسول ہوگا اس کا سینہ خوف خدا اور الفت مصطفےٰ کا مدینہ ہوگا، فیضانِ رسول اس کی جلوت و خلوت کا پہرہ دار ہوگا جو عاشق رسول ہوگا اس کی ہر تحریر و تقریر اسلام کے میزان میں تلی ہوگی جو عاشق رسول ہوگا اس کا ہر فیصلہ حق وصداقت کا آئینہ دار ہوگا جو عاشق رسول ہوگا وہ مومنوں کے لئے بریشم کی طرح نرم اور منافقوں کے لئے فولاد کی طرح سخت ہوگا۔ غرض کہ جو عاشق مصطفےٰ ہوگا وہی حقیقت میں محبوبِ خدا ہوگا بارگاہِ رسول میں ان کے عشق رسول کی مقبولیت دیکھئے کہ ان کے حریف نے بھی ان کو عاشق رسول ہی کہا ہے اور ان کے شرعی فیصلہ کو عشق رسول ہی پر محمول جانا۔ گویا کہ ع: ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''۔ وہ ایک درخشاں سورج تھے جدھر نگاہ ڈالی روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ وہ خلوص و وفا کا لالہ زار تھے جہاں جہاں خوشبو پہونچی بہاروں کی بارات اتر پڑی۔ ان کے افکار میں وہ وسعت اور مقناطیسیت ہے کہ جو بھی قریب آرہا ہے خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے۔ رضا اور رضویات پر دانشوروں نے وہ جوہر دکھائے ہیں اور بحر رضویات سے ایسے ایسے آبدار موتی باہر نکالے ہیں کہ بعض فکر کی بنجر زمین پر بھی اب احترام و عقیدت کی گلکاری ہونے لگی ہے۔

حاصل باب

حضرت رضا بریلوی کی سیرت وسوانح بحر بیکراں کی طرح وسعت بکنار ہے ان کی سیرت کے اتنے گوشے اور حیات کے اتنے پہلو ہیں اور ہر پہلو ایسا تابناک ہے کہ اس سے چند اہم پہلوؤں کا انتخاب یہ خود اہم مسئلہ اور بڑی آزمائش ہے۔ ہر پہلو تقاضا کرتا ہے کہ اس سے مقالات وعناوانات کو چمکایا جائے۔ ع ''کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست'' ہم نے اپنے اعتبار سے کچھ گوشوں کو چن کر مقالہ کو باوقار کرنا چاہا ہے۔ ہر پہلو اپنی وجہ پر مستقل باب ہے اسی لئے

انحصار کے قینچی چلاتے چلاتے بھی بات پھیل گئی ہے اور گوشہ در گوشہ نکھرتا اور ابھرتا چلا گیا ہے۔..... حضرت رضا بریلوی امیر کبیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے انہیں یہ کہنے کا حق تھا کہ پدرم سلطان بود لیکن انہوں نے تواضع کا دامن نہیں چھوڑا، وہ چاہتے تو پھولوں کی سیج پر سوتے مگر انہوں نے شاہی میں فقیری کو پسند کیا اور فقیری میں شاہی کا لطف اٹھایا۔ اپنا عیش و عشرت، اپنا آرام و چین، اپنی مسرت خوشی سب انہوں نے دین وملت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کا پورا وجود خدمت دین وملت کے جذبے میں شرابور تھا، ہمارے کالج و جامعات ہمارے علم وفکر کے مراکز ہیں جہاں منتہی تعلیم کی ڈگریوں سے طلباء کو نوازا جاتا ہے، دنیا کی کوئی یونیورسٹی نہیں ہے جہاں ۵۹ رعلوم پر درس ہوتا یا جہاں سے کوئی طالب علم کبھی ایسا بھی نکلا ہو جسے چھپن علوم پر بیک وقت مہارت رہی ہو، آدمی دو چار علوم اگر حاصل بھی کر لے تو ایک دو فنون ہی میں درجۂ خصوص پر فائز ہوتا ہے۔ اسپیشلسٹ ہوتا ہے یہ اعزاز صرف حضرت رضا بریلوی کو حاصل ہے کہ بیک وقت ۵۹ علوم وفنون میں حذاقت و مہارت رکھتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ہر علم میں درجۂ خصوص پر فائز ہیں، ہر فن میں س اسپیشلسٹ ہیں۔ ہزار کے قریب آپ کی تصانیف اس دعویٰ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جب کہ آپ کا گھر ہی آپ کی یونیورسٹی تھا، حصول علم کے لئے گھر سے باہر آپ نے قدم نہیں رکھا اس سے آپ کے گھر گھرانے کے علمی ماحول اور فکری بلندی کا ضرور اندازہ ہوتا ہے پھر بھی یہ کہے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ آپ کا علم علم لدنی تھا، مدنی فیضان تھا، افکار و نظریات کسی بھی شخصیت کے داخلی عوامل کی پہچان ہوتی ہے، تشخص کا عرفان ہوتا ہے قوم وملت کی تعمیر میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، حضرت رضا بریلوی کے جو افکار و نظریات ہیں اس میں فرد کے لئے بھی سامان فلاح و نجات ہے اور جماعت کے لئے بھی ملک کے لئے بھی اس میں تدبیر عمل ہے اور ملت کے لئے چراغِ راہ بھی، جس مسلکی نظریہ کے وہ موید ہیں وہ وہی نظریہ ہے جو چودہ سو برس سے سینہ بسینہ یا سفینہ بہ سفینہ چلا آ رہا تھا اور شہید اعظم، امام اعظم، غوث اعظم سے ہوتا ہوا آپ تک پہنچا تھا۔ آپ نے اپنے علم عمل اور عشق سے اسی نظریہ کی پرورش وحفاظت فرمائی اور اپنی قوت فکر و

عمل سے توانائی بخشی اس میں چار چاند لگائے...... آپ کا تعلیمی اور اقتصادی نظریہ تو خاصے کی چیز ہیں اور بہت ہی دقیع ہیں تعلیمی نظریہ کے تاریک اور نہاں گوشوں کو آپ نے اپنے علم اور تجربہ کی ضیا پاشی سے عظمت کا ایسا قطب مینار بنا دیا ہے کہ جو بھی اس کے سایہ میں جائے گا مستنیر اور مستفیض ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اقتصادی نظریہ تو آپ ہی کی ایجاد ہے۔ آپ نے اس نظریہ کے تعلق سے اس وقت نکتہ ریزی کی ہے جب لوگوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ مرکزی عالمی سبجکٹ بننے والا ہے اب چاہے کوئی کچھ کہے احمد رضا سبقت لے گئے، اولیت کا سہرا انہیں کے سر سجتا ہے۔

کسی دوسری قوم میں اگر اس خوبو کا آدمی پیدا ہوا ہوتا تو لوگوں نے نہ معلوم اسے کیا سمجھا ہوتا عزت و رفعت کے اونچے مقام پر بٹھایا ہوتا اپنا آئیڈیل اور رہنما بنا کر عالمی برداری میں اپنا سر اونچا کر لیا ہوتا اس لئے کہ ایسی ہستیاں روز بروز پیدا نہیں ہوتیں بلکہ ع: بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔ حضرت رضا بریلوی کی سیرت و سوانح کا ہر گوشہ ہمیں پکار کے کہہ رہا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

☆☆☆☆☆

سیّد العلماء مولانا سیّد شاہ آلِ مصطفیٰ سیّد میاں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سیّد آلِ رسول نظمی (مارہرہ شریف، انڈیا)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ جن دنوں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اس وقت وہ اپنے ساتھ تمام تر علمیت، فضیلت، شہرت لئے ہوئے تھے۔ بس کسر تھی تو ایک نسبت کی۔ مارہرہ مطہرہ کے ایک سیّد زادے نے اس خانزادے کو شرف بیعت عطا کیا اور اس کے ظرف کو دیکھتے پرکھتے ہوئے اسی وقت اپنے خانوادے کی ساری خلافتیں اجازتیں عطا فرما دیں۔ خلفاء نے عرض بھی کیا حضور، آپ کے خانوادے کی تو یہ روایت رہی ہے کہ مجاہدے اور آزمائش کے بنا کسی کو خلافت نہیں دیتے۔ خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس آئینے پر دھول ہوتی ہے اسے صاف کیا جاتا ہے۔ مولوی احمد رضا اپنا آئینہ دل پہلے ہی سے صاف ستھرا لائے تھے پھر مزید صفائی کی کیا ضرورت تھی۔ شاہ آل رسول نے ایک نشست میں فرمایا عرصہ دراز سے یہ فکر دامن گیر تھی کہ کل جب قیامت میں رب پوچھے گا آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو کیا عرض کروں گا۔ الحمدللہ اب وہ فکر دور ہوئی۔ اب جب رب پوچھے گا آلِ رسول ہمارے لئے کیا لایا تو عرض کروں گا احمد رضا لایا، سبحان اللہ دنیا کے سارے مرید اپنے مرشد پر ناز کریں مگر یہ مرشد ایسا کہ اپنے مرید باصفا پر ناز کرے...... حضور والد ماجد سیدالعلماء مولانا سید شاہ آلِ مصطفےٰ سیّد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تھا کہ مجدّد کے مرتبے پر اپنے حبیب مکرم ﷺ کی آل میں سے کسی سیّد زادے کو فائز کر دیتا پھر آخر بریلی کے ایک خانزادے کو کیوں یہ

منصب عطا فرما دیا۔ تب اندر سے کسی نے جواب دیا، آلِ مصطفےٰ، اگر کوئی سیّد مجدّد کے منصب پر فائز ہوتا اور وہ اس طرح سادات کے احترام کا درس دیتا تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ سیّد زادہ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہے۔ اس نے آلِ رسول کا ادب واحترام ایک نائب رسول کے زبان وقلم سے مشتہر کروادیا۔ اعلیٰ حضرت کا دنیا بھر کے تمام سیّدوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے قول و فعل وحال کے ذریعہ دنیاوالوں کو یہ بتا جتا دیا کہ سیّدوں کا ادب کس طرح کیا جاتا ہے۔

بہت پہلے بھیونڈی میں ایک یوم رضا کے موقع پر میں نے ایک مقالہ پڑھا تھا، اس کے شروع میں لکھا تھا۔

''امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، عشق اور عمل کا ایک ایسا مثلث تھے جس کے ہزار زاویے۔ وہ علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا ایک ایسا قطب مینار تھے جس کی اونچائی کا اندازہ لگانے میں اچھے اچھوں کے سر سے ٹوپیاں گر جاتی ہیں''۔ اللہ، اللہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت ۵۵ سے زیادہ علوم ظاہر و باطن پہ قلم اٹھایا، دس ہزار صفحات پر مشتمل فتاویٰ لکھ کر دنیا کو دین حق سے روشناس کرایا اور سیکڑوں اشعار قلم بند کر کے لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کے چراغ روشن کئے۔ میں نے اپنی ایک طویل نظم میں اعلیٰ حضرت کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

یہی تھے وہ خاتم الاکابر

کہ جن کے ہاتھوں بکے بریلی کے خان زادے

مرید احمد رضا تھے ایسے

کہ جن پہ نازاں تھے ان کے مرشد

یہی وہ احمد رضا تھے جن کو

علوم ظاہر و باطن میں سب نے اپنا امام مانا

انہی کی تقلید اس زمانے میں

سنیت کی کسوٹی ٹھہری

انہوں نے دنیا کو یہ بتایا

کہ پیر کا احترام کیا ہے

انہوں نے شعر و سخن کے میدان میں

نعت گوئی کا ایک اچھوتا شعور بخشا

رضا کے موئے قلم نے

نجدی مداہنت کے جوش پہ بجلیاں گرائیں

حسام الحرمین ذوالفقار علی کی صورت

چلی سپاہ وہابیہ پر

سکھایا احمد رضا نے دنیا کو

حق و باطل میں فرق کرنا

یہ فیض آل رسول کا تھا

امام احمد رضا نے دنیا میں اعلیٰ حضرت خطاب پایا۔ راقم الحروف کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس گدی کا وارث ہے جس سے امام احمد رضا منسلک تھے۔ وہ جگہ مبارک بھی میرے مکان میں ہے جہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر خود کو بیعت کے لئے پیش کیا تھا۔

نظمی کی نعت گوئی اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ لوگ مجھے امام احمد رضا کی شاعری کی چلتی پھرتی کرامت کہتے ہیں اور مجھے پرتو کلام رضا کا لقب دیا گیا ہے۔ اسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ لوگ میری نعتیں سن کر کلام الامام امام الکلام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ مجھے بھی یہ کہنے میں کوئی عار نہیں۔

یہ فیض کلک رضا ہے کہ شعر کہتا ہوں

وگرنہ نعت کہاں اور کہاں قلم میرا

اعلیٰ حضرت کو میں نے اپنی نعتیہ شاعری کا استاد تسلیم کیا ہے۔ درحقیقت مجھے شعر کہنے کی تحریک ہی ''حدائق بخشش'' سے ملی ہے۔ ذیل میں اعلیٰ حضرت کی شان میں میرا منظوم خراجِ عقیدت سے ملاحظہ فرمائیں:

سونے چاندی کو جانچنے کے لئے
سنگ پارس سے کام لے لیجئے
اور وہابی کو جاننے کے لئے
اعلیٰ حضرت کا نام لے لیجئے

☆

جب بھی کوئی پوچھتا ہے اہلسنت کی سند
پیش کر دیتے ہیں ہم تو اعلیٰ حضرت کی سند
جس کا چہرہ کھل اٹھے احمد رضا کے نام پہ
گویا اس کو مل گئی جیتے جی جنت کی سند

☆

اعلیٰ حضرت نے جو خدمت کی قرآن پاک کی
ان پہ رحمت تھی سراسر صاحب لولاک کی
نجدیوں سے کیا گھٹے گا رتبۂ احمد رضا
حیثیت طوفاں کے آگے کیا خس و خاشاک کی

اعلیٰ حضرت کے قلم کے بارے میں حضور والد ماجد سید میاں علیہ الرحمہ نے ایک بار فرمایا تھا۔

ذوالفقارِ حیدری کا جانشیں تیرا قلم
مظہر مشکل کشا احمد رضا خاں قادری
خاندان برکت الٰہی کا تو چشم و چراغ
ہوگیا ہاں ہوگیا احمد رضا خاں قادری

نظمی اپنے والد کے اتباع میں یوں عرض کرتا ہے

اعلیٰ حضرت کے قلم کا زور کیوں کر ہو رقم
اعلیٰ حضرت کا قلم ہے اعلیٰ حضرت کا قلم
اُس کی ہر جنبش میں عشق مصطفےٰ جلوہ نما
یہ قلم ہے سنیوں پر رب تعالیٰ کا کرم

انگلیاں اٹھاتے ہیں کہ یہ کون سا نیا مسلک نکلا ہے۔ ایک عام بات ہے کہ کسی ٹانک میں مختلف ادویہ مختلف اجزاء ہوتے ہیں مگر اس مجموعہ ادویہ کو اس ساری دواؤں کا الگ الگ نام دیا جاتا ہے بلکہ ایک مستقل نام دے کر اس کی شناخت کرائی جاتی ہے۔ یہی حال مسلک احمد رضا کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہو یا سرکار غوث اعظمؒ کا، مخدوم سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہو یا شاہ برکت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا، سب کا نچوڑ ہے مسلک اعلیٰ حضرت اسی لئے میں کہتا ہوں:

مشعل نوری لئے جب چل پڑے احمد رضا
نور احمد ان کے ہر ہر حال میں شامل رہا
علم ظاہر علم باطن کی امامت مل گئی
فضل حق سے مل گیا وصف فنافی المصطفیٰ

میرے والد ماجد نے برسوں قبل ایک منقبت میں یوں ارشاد فرمایا تھا:

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

رب تبارک وتعالیٰ مسلک امام احمد رضا کو قیام قیامت تک سربلندی عطا فرمائے اور اعلیٰ حضرت کے فیوض روحانی سے ہم سنیوں کو مالا مال فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

امام اہلسنّت کے مخصوص احباب

ڈاکٹر محمد سراج بستوی (بھارت)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے احباب کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ۲۱۔احباب کے ناموں کی فہرست پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب،حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، میں تحریر کی ہے۔ فاضل بریلوی کے احباب کا دائرہ اوران کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے مگر چونکہ ہمارے اس مقالے میں صرف مخصوص احباب کا ذکر مقصود ہے اس لئے ہم نے صرف مخصوص احباب کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

مولانا وصی احمد محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وصی احمد ابن مولانا محمد طیب علیہما الرحمہ کے آباء واجداد مدینہ منورہ سے شہر سورت تشریف لائے۔ رسم بسم اللہ خوانی جد مکرم نے ادا فرمائی اور علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے والد ماجد کی خدمت میں زانوئے ادب تہ فرمایا مگر قدرت کی مشیت ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کی جائداد وغیرہ لوٹ لی گئی اور شہر پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا۔تب عراق چلے گئے اور مکہ مکرمہ وغیرہ ہوتے ہوئے تین سال بعد پھر ہندوستان تشریف لائے مولانا لطف اللہ علی گڑھی مولانا احمد علی محدث سہارنپوری وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سند واجازت حاصل کی مولانا فضل رحماں گنج مرادآبادی سے آپ کو شرف

بیعت حاصل ہے۔

۱۸۶۷ء میں پیلی بھیت گئے اور وہاں تا زندگی درس حدیث دیتے رہے آپکے درس حدیث کی دور دور تک شہرت پہنچی ہوئی تھی۔اسی لئے جب تلامذہ کی فہرست پر نظر پڑتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پورا ہندوپاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم ومعرفت کے نور سے اپنے قلوب اور زندگی منور کرتا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے آپ کا اچھا خاصہ ربط تھا اور اعلیٰ حضرت اکثر ملاقات کی غرض سے پیلی بھیت تشریف لے جاتے تھے۔۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور پیلی بھیت میں مدفون ہوئے۔ممتاز شاعر ومحقق خواجہ رضی حیدر آپ کے پوتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

مولانا وصی احمد محدث سورتی (فاضل بریلوی کے) مخلص دوستوں میں تھے باوجودیکہ وہ عمر میں فاضل بریلوی سے بیس سال بڑے تھے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالقادر بدایونی ابن سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ ۱۷ ارجب المرجب ۱۲۵۳ھ میں بدایوں میں متولد ہوئے۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

شاہ عبدالقادر بدایونی ایک جید اور بزرگ عالم فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) کے فرزند ہیں اور علامہ فضل حق خیر آبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے شاگرد ہیں۔علامہ فضل حق خیر آبادی کو مولانا عبدالقادر بدایونی پر بڑا فخر تھا اور وہ ذہانت وذکاوت اور سرعت فہم میں (مولا عبدالقادر بدایونی) کو ابوالفضل فیضی پر فضلیت و برتری دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غائت درجہ محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے اور مسائل علمیہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔مولانا عبدالقادر بدایونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک زمانہ تک بدایوں میں قائم رہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کے فضائل و مناقب میں چراغ انس (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے نام سے ایک مدحیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ اوران کے والد مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات لکھی جس کا نام المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) ہے اور یہ کتاب مع تعلیقات متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ مکتبہ استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے فاضل بریلوی کے فضائل و مناقب میں ایک مدحیہ بھی مداح فضل رسول کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

تصنیفات

۱۔ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) ۲۔ سیف الاسلام المسلول (فارسی)

۳۔ حقیقۃ الشفاعۃ علی اصل السنۃ والجماعۃ ۴۔ شفار السائل بتحقیق المسائل

۵۔ دیوانِ عربی درنعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۔ ہدایت الاسلام

۷۔ تاریخ بدایوں ۸۔ دیوان عربی

۹۔ دیوانِ فارسی ۱۰۔ دیوانِ اردو

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدر آباد دکن سے جبلپور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا عبدالسلام جبلپوری کے باہمی تعلقات و مراسم پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا عبدالسلام جبلپوری کے صاحبزادے مفتی برہان الحق جبلپوری لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت والد ماجد پر بہت کرم فرماتے تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسۂ دستار فضیلت ہوا اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی ہر فرد محوِ سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی عظمتِ شان و رفعت اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ دورانِ تقریر حضرت والد ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلمات خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا۔ اے جبلپور کے مسلمانو! مولانا عبدالسلام کی ذات ستودہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لئے عید الاسلام ہے۔ اور میں آج سے مولانا عبدالسلام کے القاب میں خطاب عید الاسلام کا اضافہ کرتا ہوں۔ آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کو والد ماجد سے خصوصی تعلق تھا اس خصوصی تعلق کا ہر خوشی و غمی کے موقع پر اظہار ملتا ہے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں بھائی محمود اشرف کا انتقال ہوا۔ ان سب مواقع پر امام احمد رضا نے دلداری و غمخواری کی اور تعزیت نامے ارسال کیے۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء کو مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو اپنے ہاتھوں سے عربی زبان میں لکھ کر مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت و خلافت کی سند عطا فرمائی۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ/ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء میں آپ کا وصال ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں عیدگاہ جبلپور میں دفن ہوئے۔

مولانا سیّد احمد اشرف جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی، سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے فرزند ارجمند تھے آپ کے والد سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے بارے میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

آپ کا تاریخی نام ابوالحمو۔ سید شاہ احمد اشرف ہے۔ ۱۴ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن کچھوچھہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کچھوچھہ میں پائی مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے کسی بھی ادارہ سے دستار بندی نہیں کرائی اس لئے کہ ایک بار خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور ہی نے اپنے مقدس ہاتھوں اور نورانی انگلیوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی جس کے بعد آپ نے کسی مدرسے میں دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔

مولانا احمد رضا بریلوی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور تعظیم و تکریم بھی۔ والد ماجد کی حیات ہی میں ۱۳۴۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور استاذ العلماء ہے۔ تاریخی نام غلام مصطفیٰ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ شہر مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد اور مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت ابن مولانا امین الدین راسخ ابن مولانا کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی آٹھ سال کی عمر میں حافظ سید نبی حسین اور حافظ حفیظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک حفظ کیا۔

مولانا ابوالفضل فضل احمد سے عربی اور طب کی تعلیم حاصل کی منطق کی مشہور کتاب ملاحسن بھی انہیں سے پڑھی۔ اس کے بعد مولانا گل محمد صاحب کے پاس حاضر ہو کر بقیہ درس نظامی کی کتابیں اور حدیث، منطق، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کی تکمیل کی، بیس سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ/ مطابق ۱۹۰۲ء دارالعلوم امدادیہ سے سند فضیلت حاصل کی سلسلہ قادریہ میں اپنے استاذ مولانا گل محمد سے بیعت ہوئے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مناظر بھی تھے مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے کئی ایک مناظرے کیے جس میں آپ کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اور مخالفین کو شکست فاش، مخالفین خائب و خاسر ہو کر اسلام کی حقانیت کے معترف ہوگئے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ۔

مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے۔ حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آریہ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسے کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہوگئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے؟ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تسلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت نے فرمایا آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں اس نے کہا آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

حضرت نے فرمایا کہ زید حضرت محمد ﷺ کے بیٹے نہ تھے متبنیٰ تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں حضور ﷺ نے کرم سے انہیں اپنا بیٹا بنایا تھا، شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔ آریہ کہنے لگا منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہوجاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔

حضرت نے دلائل عقلیہ سے اسے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔

حضرت نے کہا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنو مجمع والو! میں کہتا ہوں کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی حرام اور بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی۔

کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔ فرمایا میرا مدعا ثابت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا۔

یہ سن کر پنڈت مجمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے اب میں جاتا ہوں۔

فاضل بریلوی کے تمام احباب میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو فوقیت حاصل ہے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی فاضل بریلوی سے از حد محبت کرتے تھے حتیٰ کہ فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے ہر ہفتہ مراد آباد سے بریلی تشریف لاتے تھے اور فاضل بریلوی بھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے ہی خلوص و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر مناظروں میں آپ ہی کو بھیجتے تھے۔ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں۔

میرے نعیم الدیں کو نعمت

اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

آپ ایک ماہر سیاست داں بھی تھے آپ کی سیاست کا محور و مرکز اسلامی تعلیمات تھی۔ اپنے عہد کی ہر دینی ملکی سیاسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۴۵ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مراد آباد سے ایک دینی مجلہ سواد اعظم کا اجرا کیا اور ۱۳۲۸ھ میں مراد آباد ہی میں ایک اسلامی ادارہ اہل سنت و جماعت قائم کیا بعد میں اس ادارہ کا نام بدل کر ''جامعہ نعیمیہ'' رکھ دیا گیا۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ء کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جامعیہ نعیمیہ ہی کے ایک گوشے میں دفن ہوئے۔

تصانیف

۱۔ تفسیر خزائن العرفان
۲۔ اطیب البیان
۳۔ الکلمۃ العلیا ہدایت کاملہ
۴۔ التحقیقات
۵۔ کتاب العقائد
۶۔ سوانح کربلا
۷۔ زاد الحرمین
۸۔ آداب الاخیار
۹۔ کشف الحجاب
۱۰۔ اسواط العذاب
۱۱۔ الفرائد النور
۱۲۔ گلبن غریب نواز
۱۳۔ ریاض نعیم
۱۴۔ احقاق حق
۱۵۔ افادات صدر الافاضل
۱۶۔ مجموعہ فتاویٰ

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمتہ اللہ علیہ

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف ابن مولانا حکیم سید محمد عبداللہ قدس سرہ العزیز ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ کو محلہ میر داد پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد اور مولانا احسن استھانوی سے حاصل کی۔

بقیہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری تلمیذ ارشد علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاصل کی ان کے علاوہ مولانا یار محمد بندیالوی سے بھی کسب فیض کیا اور عارف باللہ مولانا نور محمد اصدق دہلوی سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں اے ایم او کالج علی گڑھ میں اسلامیات کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اسلامک اسٹڈیز islamic studies کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال اور ڈاکٹر ضیاء

آپ کے علم وفضل کے قدرداں تھے۔آپ نے ایسی ایسی عظیم اور نابغہ روزگار اور متبحر شخصیتوں کو جنم دیا جن کے علم وفضل کی بانگ جرس آج بھی سنائی دیتی ہے۔

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو
یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی در شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ایم ایم، احمد سابق صدر شعبۂ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی۔ قاری محمد انور صدانی علامہ شبیہ احمد غوری، ڈاکٹر سید معین الحق اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری وغیرہ۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف فاضل بریلوی کے بہت قریبی اور مخلص احباء میں تھے فاضل بریلوی نے آپ کو بیعت وخلافت سے بھی نوازا اور آپ کے علمی تبحر کے معترف بھی تھے۔

۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کے آس پاس جب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو علم ریاضی کے ایک مسئلہ میں دقت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کے حل کے لئے جرمنی کے سفر کا ارادہ پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب سے ظاہر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ جرمنی جانے سے پہلے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کرلیں وہ علم ریاضی میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی دقت یہیں دور ہو جائے اور انشاء اللہ دور ہو جائیگی اس پر ڈاکٹر سر ضیا الدین نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں میں کہاں کہاں تعلیم حاصل کر کے آیا ہوں مگر نہیں حل کر سکا اور آپ ایسی شخصیت کا نام لیتے ہیں جس نے بیرونی ممالک تو کیا اپنے شہر کے کسی کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بات آئی اور گزر گئی۔ چند دنوں کے بعد جب پھر پروفیسر سید سلیمان اشرف کی ملاقات ڈاکٹر ضیا الدین سے ہوئی تو چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھ کر دوبارہ عرض کیا کہ آخر بریلی جا کر مولانا احمد رضا خاں سے مل لینے میں کیا حرج ہے اگر مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو فبہا ورنہ جرمنی ضرور تشریف لے جائیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے دماغ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کی بات بیٹھ گئی اور وہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین منشا پا کر پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فرمایا کہ آپ سفر کی تیاری پوری کر لیں میں بھی آپ کے ہمراہ بریلی چلوں گا۔

الحاصل ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے اس سفر کے متعلق ایک تفصیلی خط لکھ کر پہلے ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کو با خبر کر دیا اور ایک دن ڈاکٹر سر ضیاالدین کو ہمراہ لے کر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے دونوں حضرات کو خوش آمدید کہا اور تعظیم و تکریم کی اس لئے کہ دونوں حضرت سید تھے اور فاضل بریلوی سیدوں کی از حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

آپ سے سر ضیاء الدین کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ ریاضی کا وہ مسئلہ بیان کیا۔ فاضل بریلوی نے آناً فاناً ڈاکٹر صاحب کے اس مسئلہ کو حل کر دیا ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب کے عمیق سمندر میں دوب گئے اس کے بعد دیر تک علم ریاضی ہی کے چند مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اس کے بعد باہر آ گئے۔ باہر آ کر پھاٹک میں کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔ یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹوں میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین رہا اور نام و نمود سے پاک شخصیت شہرت کی طالب نہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو مولانا میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے زحمت سے بچا لیا۔

فاضل بریلوی اور پروفیسر سید سلیمان اشرف کے باہمی محبانہ رابطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر موصوف کے شاگرد رشید ڈاکٹر عابد علی مہتمم دار القرآن پنجاب یونیورسٹی رقمطراز ہیں۔

مولانا مرحوم احمد رضا بریلوی کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا وقیع اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاد محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ رحمت میں رہنے کا شرف حاصل رہا وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے ازحد متاثر تھے اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے ان تینوں ہستیوں کو دیکھ لینا چاہیے۔ پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے استاد محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاد محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا۔ میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں کے تصور میں مگن رہتے ہیں حتیٰ کہ استاد محترم کی طبیعت انہیں کے رنگ میں رنگ گئی تھی۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی سابق صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب 'گنجہائے گرانمایہ' میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

مرحوم میں اپنے استاد ہی کا حیرت وطنطنہ تھا ان کی شفقت میں بھی حیرت کارفرما تھا میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا۔

پروفیسر سید سلیمان اشرف اپنے وقت کے ایک لائق وفائق سیات داں بھی تھے۔ سیاست میں ان کا موقف فاضل بریلوی کے سیاسی موقف کا حامی اور آئینہ دار تھا اس وقت کا سیاسی ماحول ہماہمی اور سراسیمگی کی نذر تھا۔ سلطنت مغلیہ کا بہت پہلے ہی خاتمہ ہو چکا تھا انگریزی حکومت بھی روبہ زوال تھی اس کے ایوانوں میں بھی زلزلہ رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستانی سیاست افق سیاست پر نمودار ہو رہی تھی مگر اس کی پرورش انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں کی فکری آغوش میں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے اسلامی سیاست سخت مجروح ہو رہی تھی جس کا اثر اتنا غلط مرتب ہوا کہ اسلامی سیاست پر ایک دبیز چادر پڑ گئی اور اس کی حقیقت کو پردہ انخفاض نے ڈھانپ لیا جس کی تہوں تک صرف اتقوا فراستہ المومن کی مصداق چند اکابر کی ہی نظر دوررس پہونچ رہی تھی۔ مسلم حلقوں میں افراتفری مچی

ہوئی تھی غرضیکہ اس بحرانی سیاسی ماحول یا طوفان میں مسلم عوام وخواص کی اکثریت غوطہ زن تھی۔

مگر چند افراد اس سیاسی بحران سے محفوظ تھے اور قوم مسلم کو بچی سیاسی تصویر دکھا رہے تھے انہیں میں فاضل بریلوی اور ان کے مخلص دوست پروفیسر سید سلیمان اشرف بھی تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس دور کی سیاسی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک ہیں اس کے علاوہ کوئی بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی مرحوم سید سلیمان اشرف مطعون ہو رہے تھے۔ لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ سیلاب گزر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی ہے آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے۔ صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔ ص ۲۹ ''گنجہائے گرانمایہ'' مکتبہ جامعہ نئی دہلی

پروفیسر سید سلیمان اشرف ایک بہترین استاد ماہر سیاست داں جید عالم خطیب اور بے مثال مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فنکارانہ صلاحیت رکھنے والے محقق ومولف بھی تھے بالفاظ دیگر آپ کی شخصیت مجمع الصفات تھی آپ کا انتقال ۵/ ربیع الاول، ۱۳۵۸ھ/ ۲۵، اپریل ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ میں ہوا اور آپ کی تجہیز وتدفین بھی علی گڑھ کے قبرستان میں ہوئی۔

تصانیف

۱۔ متاع النظیر	۲۔ الحج
۳۔ المبین	۴۔ الانہار
۵۔ النور	۶۔ البلاغ
۷۔ الرشاد	۸۔ السبیل

۹۔ الخطاب

☆☆☆☆☆

فاضل بریلوی کے وصال پر چند نادر قطعاتِ تاریخی

خواجہ رضی حیدر

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہندوستان کی جدید تاریخ میں ایک ایسی شخصیت ہیں جن کے عبقری اور مجدّدِ دین وملت ہونے میں نہ کل کوئی کلام تھا اور نہ آج کوئی ایسی مثال موجود ہے۔ آپ کو مذہبی علوم ہی میں نہیں بلکہ مشرقی علوم میں بھی ایسا تفوق اور تفرّد حاصل تھا کہ عالم اسلام دقیق ومتنازعہ مسائل میں آپ کی تحقیق وفتویٰ کو حجت تصوّر کرتا تھا۔ فاضل بریلوی کو شاعری میں بھی تمام وکمال مہارت حاصل تھی اور آپ نے ایسی نعتِ پاک لکھیں ہیں جو اپنی تاثیر، کیفیت اور با محمد ﷺ ہوشیار کا ہر زمانے میں معیار رہیں گی۔ آپ کا سینہ علوم کا خزینہ ہی نہیں معرفت الٰہی اور حُبِ رسول سے معمور تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نہ صرف ایک متبحر عالم دین، ایک منفرد نعت گو شاعر اور ایک ہمہ گیر روحانی شخصیت کی حیثیت میں کل بھی اپنی مثال آپ تھے اور آج اپنے وصال کے ۸۵ سال بعد بھی آسمانِ علم وفضل کا آفتاب ہیں۔

امام اہلسنّت فاضل بریلوی نے نعت گوئی کے ساتھ ہی ساتھ تاریخ گوئی میں بھی اہم مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ تاریخ گوئی کا فن ایک قدیم ومشکل فن ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک علمی میراث ہے۔ فارسی اور اردو میں اس فن کو اہلِ علم کے درمیان بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ فن شاعرانہ مہارت کے ساتھ شدید دیدہ ریزی اور ذہنی مشقت کا متقاضی تھا اس لئے عام طور پر شعراء اس فن سے گریز کرتے تھے لیکن فاضل بریلوی نے اس دور میں جبکہ داغ دہلوی، امیر مینائی، جلیل مانک پوری، حسرت موہانی اور آسی غازی پوری جیسے تاریخ گو شاعر موجود تھے اس فن میں اس قدر اختصاص حاصل کرلیا تھا کہ آپ نہ صرف اپنی بلکہ اپنے معاصر علما اور اپنے تلامذہ کی تصانیف کے

نام تاریخی تجویز کرتے تھے۔ ظفر العلما مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں ایک علیحدہ باب میں اعلیٰ حضرت کی اس خصوصیت پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اس فن میں مہارت اور کاوشوں پر علامہ حکیم محمد اختر شاہجہاں پوری نے بھی باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر کیا ہے جو لاہور سے شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو قرآنی آیات سے تاریخ نکالنے پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے اپنے معاصر علما کی تاریخ وفات بھی قرآنی آیات سے نکالی ہیں۔

معروف محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے نامور عالم دین، مصنف اور محدث حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ذاتی مراسم پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے ''۸ رجمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ کو حضرت محدث سورتی کا وصال ہوا۔ اعلیٰ حضرت کو جب یہ دلدوز اطلاع ملی تو آپ نے ایک آیت قرآنی سے مادّہ تاریخ وفات نکالا۔ یعنی

یطاف علیھم بانیة من فضه واکواب (ترجمہ خدام چاندی کے پیالے لئے اُن کو گھیرے ہیں)

اس آیت کریمہ کے عدد ۱۳۳۴ ہوتے ہیں۔ خدا کی شان حضرت محدث سورتی کے وصال کے چھ سال بعد امام اہلسنت کا وصال ہوگیا۔ آیت مذکورہ میں صرف ''و'' کے اضافے یعنی ویطاف کردینے سے امام اہلسنت فاضل بریلوی کا سن وفات ۱۳۴۰ھ نکل آتا ہے۔ اس حسن اتفاق کو دونوں حضرات کی دوستی پر قرآن کی شہادت ہی کہا جاسکتا ہے''۔

امام اہلسنت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے درمیاں مراسم اور مسلکی اتحاد کا اندازہ اس تاریخی حقیقت سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت محدث سورتی کے بیشتر تلامذہ کو امام اہلسنت نے اپنی ارادت وخلافت سے سرافراز کیا اور ان تمام خلفاء نے مسلک اہلسنت کی ترویج واشاعت میں اہم ترین خدمات انجام دیں۔ امام اہلسنت کے خلفاء میں شامل حضرت محدث سورتی کے اہم تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد قادری محدث پیلی بھیتی، صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی، مولانا حبیب الرحمان خان پیلی بھیتی، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، پروفیسر سید سلیمان اشرف

بہاری، حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی، ابوالمساکین مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی مدیر تحفۂ حنفیہ پٹنہ بہار حضرت مولانا ظفر الدین محدث بہاری، حضرت مولانا عبدالحیٔ محدث پیلی بھیتی حضرت مولانا عبدالعزیز خاں محدث بجنوری، حضرت مولانا محمد شفیع بیسلپوری، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا قاضی عبدالوحید عظیم آبادی وغیرہ جضرت محدث سورتی کے ان تلامذہ کے علاوہ آپ کے لاتعداد تلامذہ کا امام اہلسنت فاضل بریلوی سے رابطۂ عقیدت تھا۔ان ہی تلامذہ میں سے ایک شاگرد حافظ خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی تھے جن کو شرف بیعت تو اپنے استاد کے پیر و مرشد حضرت شاہ فضل رحماں گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل تھا لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بھی وہ گہری عقیدت و وابستگی رکھتے تھے۔نعت گو شاعر کی حیثیت سے ان کو ہندوستان گیر شہرت حاصل تھی اپنے عہد کے تمام معروف علماء و مشائخ سے قریبی مراسم تھے۔پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا محمد حسین الٰہ آبادی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی وغیرہ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے اعلیٰ حضرت سے بھی قریبی تعلق تھا وہ اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی کے معترف و مداح تھے اور اکثر بیشتر بریلی کے نعتیہ مشاعروں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ان کے نعت پاک پر مشتمل تقریباً آٹھ مطبوعہ دواوین راقم السطور کی نظر سے گزرے ہیں۔نعتیہ رباعیات پر مشتمل چار مجموعے بھی شائع ہوئے۔ان کے پہلے مجموعۂ نعت کا اعلیٰ حضرت نے تاریخی نام "نعت مقبول خدا" تجویز کیا تھا جو ۱۳۰۳ھ میں بدایوں سے شائع ہوا تھا۔حافظ خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی کے اس مجموعہ کی اشاعت پر امیر مینائی اور داغ دہلوی نے بھی قطعاتِ تاریخی کہے تھے جو اس مجموعہ میں شامل ہیں۔حافظ پیلی بھیتی کی ولادت ۱۸۶۰ء میں ہوئی جبکہ انتقال ۱۹۲۹ء کو ہوا۔اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو ہوا۔اس موقع پر علماء اور شعراء کی ایک بڑی تعداد نے اعلیٰ حضرت کے وصال کی تاریخیں لکھیں۔حافظ خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی نے بھی اعلیٰ حضرت سے روحانی تعلق و وابستگی کا ثبوت دیتے ہوئے متعدد قطعات تاریخ اور مفرد تاریخیں کہیں۔اُن کے آٹھویں مجموعۂ نعت "خمخانۂ خلد" میں جو تاریخیں شامل ہیں وہ یہاں درج کی جا رہی ہیں۔

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضا خان کی وفات
تاریک ہے اہلِ نظر کی آنکھ میں کل کائنات
نام خدا ہوتی ہے ایسی بھی حیات ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادا کرکے صلاۃ
حادث ہے عالم حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
اس حادثے کا نام سچا ہے اشد الحادثات
کعبہ سیہ پوش آج ہے غمناک ہے ہر حق پرست
خوش ہوں پڑے پاپوش سے لات و منات و سومنات
حیرت ہے کیا ، ندرت ہے کیا ، مدحت سرائی پر اگر
ان کے لبوں کو بوسہ دیں آکر رسولِ کائنات
یہ گھر بھرا ہے خیر سے خوش حال و مالامال ہے
مال اس میں ہے آل اس میں ہے اس میں ہیں نبات
یہ ہیں وہی مال و نبون جن کو کہا قرآن میں
زینِ حیات دینوی پھر باقیات صالحات
یہ حال تھی یہ آل بھی قائم رہے دائم رہے
اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے تاریخِ وفات
تاریخ کا جو شعر ہو مطلع بھی ہو مقطع بھی ہو
مطلب یہ ہے وہ بات کہئے جس سے نکلے کوئی بات
حافظؔ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ ہات
مال و نبوں دود ماں الباقیات الصالحات

۱۳۴۰ھ

☆

آپ کے والدِ ماجد پر ہو حضرت حامد رحمت ایزد
ہو گئے دونوں مل کر اک ذات آپ کے والد رحمت ایزد
تاریخ کی فکر میں تھا حافظ خود ہوئی وارد رحمت ایزد
پورا مصرع آ کے بتایا رحمت ایزد رحمت ایزد

۱۳۴۰ھ

☆

صد حیف وہ مقتدائے اہلِ سنّت سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہلسنّت
حافظ نے کہا مصرع تاریخ وفات سردار پیشوائے اہلسنّت

۱۳۴۰ھ

☆

وہ سنیوں کا مقتدا وہ ناجیوں کا پیشوا
وہ جامع صدق و صفا وہ ہادیٔ راہِ ہدیٰ
بھٹکے ہوئے کا خضر تھا بھٹکے ہوئے کا رہنما
وہ سر گروہِ اتقیا خلد بریں کو چل دیا
اللہ کا مقبول تھا اسمِ شریف احمد رضا
اک مادّہ تاریخ کا احباب کو مطلوب تھا
حافظ نے یہ مصرع کہا مقبول حق احمد رضا

۱۳۴۰ھ

☆

عالم بھی تھا عامل بھی تھا حافظ ہمارا مقتدا
جس ناؤ پر ہم ہیں سوار اوس ناؤ کا تھا نا خدا
بندوں کو روتا چھوڑ کر اللہ سے واصل ہوگیا

تاریخ کی تھی مجھ کو دھن | چپکے سے ہاتف نے کہا
تاریخ کا مصرع یہ ہے | علم و عمل احمد رضا

۱۳۴۰ھ

☆

مفتی احمد رضا خاں نے پائی وفات | اہلِ دیں اہلِ دنیا ہوئے اشک بار
اس طرف شور تھا الوداع الوداع | اوس طرف باغ فردوس میں انتظار
پوچھے جاتے تھے رضواں سے سب سال نقل | کہہ دیا مومن حق نما چار بار

۳۳۵

نوٹ: "مومن حق نما" کے عدد ۳۳۵ ہیں اور چار بار "مومن حق نما" کہنے سے اعلیٰ حضرت کا سال وفات ۱۳۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

☆

عالموں میں مستند اہلِ حق میں نامور | فاضلوں میں معتمد مفتیوں میں معتبر
ملک کو بتا دیا مستقیم راستہ | خلق کو سکھا دیا امتیاز خیر و شر
صاحبِ فراش تھے یوں نہ اٹھے کہ ہوگئے | اس جہانِ پست سے سوئے اوج رہ سپر
فکر حافظ غمیں، سال کی تلاش میں | ہر طرف چلی پھری سو بسو ادھر اُدھر
معنوی وصوری اچھا ملا یہ مادّہ | اوج کو کیا سفر بست و پنجم صفر

۱۳۴۰ھ

نوٹ: اس تاریخی مادہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں سالِ وفات کے ساتھ تاریخ وفات بھی یعنی ۲۵ صفر آگئی ہے۔

☆

حق سے رافت کی رکھتے تھے جو آس | کوئی وسواس تھا نہ بیم و ہراس
آپ تاریخ ہوگئی جس دم | پہنچے احمد رضا رؤف کے پاس

۱۰۵۴+۲۸۶=۱۳۴۰ھ

☆☆☆☆☆

فاضل بریلوی کی شخصیت اور بریلوی مسلک

علامہ عبدالعزیز عرفی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت ہم کو ماضی قریب میں ابھرنے والے اکابرین اسلام میں بڑی نمایاں نظر آتی ہے جس کی مثال اس ہشت پہلو ہیرے کی مانند ہے جس کے ہر رخ سے رنگ برنگی کرنیں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہوں۔ لہٰذا انکی قد آور شخصیت کا جائزہ لینے اور حقیقی خدو خال پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی زندگی کے ہر رخ پر نظر ڈالی جائے۔

فاضل بریلوی صرف عالم دین ہی نہ تھے بلکہ وہ علم ریاضی کے ایک ماہر کی حیثیت سے بھی نظر آتے ہیں ماضی قریب کی شخصیات میں ایسے مفتی کبیر خطیب سحر بیاں ہونے کے علاوہ میدان معرفت وحقیقت میں خاں صاحب بریلوی کی شخصیت میں جمع نظر آتی ہیں بلکہ وہ علوم ہیئت ونجوم صوتیات وتوقیت تکسیر وجفر اور فلسفہ جدید وقدیم میں بھی نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں۔ انکی تصنیفات میں علم العقائد الکلام علم نحو علم منطق علم بیان علم معانی کے بھی گہرے نقوش نظر آتے ہیں جو انہوں نے اپنے والد جد مولانا محمد نقی علی خاں سے حاصل کیے۔ [1] مذکورہ علوم کے علاوہ انہیں قرأت وتجوید تصوف وسلوک سیر وتواریخ لغت وادب اور اسماء الرجال میں بھی دسترس حاصل تھی وہ جس طرح تحریر وتقریر میں مہارت کے حامل تھے اسی طرح نظم ونثر میں بھی ان کا رنگ نمایاں ہے جو قدرت زبان انہیں اردو میں حاصل تھی وہ عربی فارسی ہندی اور سنسکرت میں بھی نمایاں رہی پانچ زبانوں کے الفاظ پر مشتمل نعت گوئی انہیں کا خاصہ ہے۔

فاضل بریلوی کی شخصیت میں جہاں علم وعرفان کے دھارے پھوٹتے نظر آتے ہیں وہاں بہت سے مقامات پر وہ شمشیر کف بھی ملتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ روپ الحب للہ والبغض للہ کا پیکر نظر آتا ہے۔ کہیں ذاتی عناد یا رنجش کے سائے منڈلاتے نہیں ملتے۔ نہ کہیں حب جاہ یا طلب مال کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ تو برملا کہتے ہیں۔

کروں مدح اہلِ دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

درحقیقت ان کی ہمہ گیر شخصیت اس امر کی متقاضی ہے کہ فاضل بریلوی کی جملہ کاوشوں کو ان کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات کی روشنی میں اس طرح پیش کیا جائے کہ کاوشوں کے محرکات بھی سامنے آتے جائیں اور ان کا مقصود بھی نمایاں رہے۔ یہ بات نہ اس وقت پیش نظر ہے اور نہ ہی اس مختصر وقت میں ممکن اس کانفرنس کی افادیت کے پیش نظر تو صرف افضل بریلوی کا مسلک ہے چونکہ وہی آپ کی شناخت بن چکا ہے۔ اور مجموعی طور پر وہی آپ کی شخصیت کا مظہر ہے۔

بریلوی مکتبہ فکر کی اساس حب رسول محتشم ﷺ ہے۔ یہ وہی دھارا ہے جو حبیب ربانی کی ذات اطہر سے جاری ہوا اور جو صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اولیائے عظام اور غلامان مصطفیٰ کے قلوب کو سیراب کرتا رہا ہے اور منزل آخرت کی طرف رواں دواں ہے احمد مختار نبی اکرم ﷺ کی محبت سے اپنے قلوب کا معمور کر کے ہی اس مسلک کے سالکوں نے اتباع رسول معظم ﷺ کی منزل کو پایا ہے اور حبِ الٰہی سے فیضیاب اسی مسلک نے ائمہ اربعہ کو ایک لڑی میں پرو دیا۔

طریقہ قادریہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے نام سے معروف ہے۔ حالانکہ یہ بھی اسی مسلک کی ایک کڑی ہے اور حب مصطفیٰ ﷺ سے جاری دھارے کا حصہ ہے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے حضر پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اور میں اس طریقہ کو قایم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس پر رسول ﷺ اور صحابہ آپ ﷺ

کے تابعین رہے ہیں۔

یہی بات ہم کو فاضل بریلوی کے یہاں ملتی ہے وہ کوئی بھی بات سنت رسول اکرم ﷺ سے ہٹ کر نہیں کہتے۔ وہ ہر بات کی توضیح قرآن وسنت کی روشنی میں کرتے ہیں حب رسول کے سہارے سے اپنا تعلق استوار رکھتے ہیں اور سلف صالحین واکابرین اسلام کی آرا کو قدر و منزلت سے دیکھتے ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی حب رسول میں کمی پاتے ہیں بھڑک جاتے ہیں فاضل بریلوی نے اپنے ابتدائی ایام کے دوران ایک ایسی تحریک کو ابھرتے ہوئے دیکھا جو حب مصطفی ﷺ سے جاری شدہ دھارے کی راہ مسدود کر رہی تھی۔ لہٰذا وہ اس تحریک کے آگے سینہ سپر ہو گئے۔ آج وہی جذبہ ایثار بریلوی مسلک کے نام سے معروف ہے۔

امام احمد رضا خاں کے مسلک اس ضمن میں کی گئیں کاوشوں کو سمجھنے اور ان کی اصل روح کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ اس ماحول کا اجمالی تذکرہ بھی کیا جائے۔ جس میں رہتے ہوئے انہوں نے یہ جرأت مندانہ اقدام اٹھائے اور پھر ان کی وہی جرأت مسلک کا روپ اختیار کر گئی۔



اعلیٰ حضرت ایک جامع صفات شخصیت

مولانا کوثر نیازی

جامع صفات شخصیات تو بہت گزری ہیں مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ جب ایک غیر جانبدار مبصر کم سے کم برصغیر پاک و ہند کو دیکھتا ہے تو اتنی جامع صفات شخصیت جیسے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ہے اور دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔ کون سا علم تھا جس میں ان کو دسترس نہ تھی وہ علم قرآن ہو، علم حدیث ہو، علم فقہ ہو، علم تفسیر ہو، علم ہندسہ ہو، علم ریاضیات ہو، علم مناظرہ ہو، علم فلسفہ ہو، جس میں انہیں عبور حاصل نہ ہو وہ بیک وقت سیاست دان بھی تھے، فقیہہ بھی متکلم بھی تھے، مفسر بھی مفکر بھی تھے ادیب بھی خطیب بھی تھے، محدّث بھی اور جس جس میدان میں انہوں نے قدم رکھا اس میدان میں جو انہوں نے پرچم گاڑھ دیے وہ آج تک لہرا رہے ہیں۔

سیاست میں ہم دو قومی نظریے کو علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح سے منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کی مخالفت و تردید جس شدّ ومد سے امام احمد رضا خاں نے کی وہ کسی اور نے نہیں کی۔ یہ دونوں حضرات بھی اس معاملے میں ان کے مقتدی ہیں ان کے راہنما نہیں۔

تحریکِ ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور ایک اور بحث کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب ان سارے موضوعات پر جو امام احمد رضا کا نقطۂ نظر تھا ہر چند کہ آج بھی اس پر گرد اڑائی جا رہی ہے لیکن علمی سیاست کے تقاضوں سے جس قدر ہم آہنگ اور دینی اقدار کی ترجمانی سے جس قدر نزدیک اور حقیقت پر مبنی ان کا موقف ہے کسی اور کا نہیں تحریکِ ترک

موالات میں جب قائدین کانگریس نے یہ صدا دی کہ انگریز کے ساتھ ہر قسم کا تعلق ختم تو، انہوں نے کہا کہ صرف انگریز سے ہی کیوں ہندو سے کیوں نہیں؟ ہر مشرک اور تمام کافر کے بارے میں ترک موالات کا وہی حکم ہے جو انگریز کے بارے میں ہے، پھر ہندو کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف یہ تحریک چلانا گاندھی کی آندھی میں گرفتار ہونے کے مترادف تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس سلسلے میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا وہ حقیقتاً مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے عین مطابق تھا اور اس سے بچانے کے لئے جو نقطۂ نظر آپ نے اختیار کیا اس کے لئے کسی اور کی ہمت نہیں پڑی۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے، لیکن انگریز سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ اپنے فتوے میں انگریز کی کچہری میں جانا حرام قرار دیا اور جب مقدمہ قائم ہوا تو وہ کبھی انگریز کی کچہری میں نہیں گئے اس لئے کہ انگریز کی کچہری میں جانا اس کے نزدیک حکمِ الٰہی کے قوانین کے خلاف تھا۔ اور جس نے خط لکھا اور لفافے پر ٹکٹ جس پر ملکہ اور انگریز بادشاہ کی تصویر تھی ہمیشہ الٹا لگایا تاکہ اس کا سر نیچا نظر آئے اور جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے قبل یہ وصیت کی کہ اس گھر میں جہاں کاغذ کے انبار ہیں جتنے ڈاک میں آئے ہوئے وہ خطوط اور لفافے ہیں جس پر ملکہ یا بادشاہ کی تصویر ثبت ہو یا جتنے روپے اور سکے ہوں جن پر ان کی تصویر ہو وہ سب نکال دیے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے یہ ایسی بات ہے کہ کوئی منکسر المزاج اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

اگرچہ لوگ نہیں جانتے کہ دو قومی نظریے کو عام کرنے میں اور پاکستان کی وہ بنیاد جس پر یہ محل استوار ہے اس کو قائم کرنے میں جو خدمت امام احمد رضا خاں بریلویؒ نے انجام دیں وہ کسی اور نے نہ دیں۔

شہرت اگرچہ آپ کو فقیہ ہونے کی حیثیت سے ہے اور فقیہ بھی آپ کس پائے کے تھے کہ فتاویٰ رضویہ جو بارہ جلدوں میں موجود ہے اگر آج اسے جدید تصانیف کے طور طریقوں کے مطابق جمع کیا جائے جیسے کہ آج کل کے مصنفین مولفین اور اہلِ قلم کی کتابیں چھپتی ہیں تو میں کہتا

ہوں کم سے کم ۵۰ سے ۷۵ جلدیں ان کے فتاویٰ سے تیار ہو سکتی ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ فتاویٰ عام ہوں۔ آج اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ دشواری درپیش ہے کہ مسائل کیسے حل ہوں اور جو واقعی یہ چاہتا ہے کہ پاکستان کو اسلامی قوانین کی بنیاد پر ایک اسلامی مملکت میں ڈھال دیا جائے تو اس کے لئے تنہا فتاویٰ رضویہ ہی کافی ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کے ایک مشہور عالم دین مفتی محمد شفیع دیوبندی کہنے لگے کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آ کر اطلاع دی تو انہوں نے بے اختیاری ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے جب وہ دعا کر چکے تو حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ وہ تو آپ کو عمر بھر کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ تو کہا یہی بات سمجھنے کی ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ ان کی نظر میں ہم نے توہین رسول کی اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے توہینِ رسول ﷺ کی ہے اور پھر یہ سمجھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کے فتوے نہ لگائیں تو وہ خود کافر ہو جائیں۔

ان کے فتاویٰ میں جو شدت تھی اس کا سبب عشقِ رسول ہی تھا۔ ملت اسلامیہ کو اگر متحد کیا جا سکتا ہے تو صرف عشقِ رسول کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے کوششیں کامیاب اس لئے نہیں ہوتیں کہ پلیٹ فارم مختلف ہیں، اسٹیج دوسرے ہیں عشقِ رسول کے اسٹیج سے آیئے اور ملتِ اسلامیہ کو متحد کیجیے اعلیٰ حضرت کا پیغام فساد نہ تھا اتحاد تھا، نفاق نہ تھا بلکہ اتفاق تھا۔

فقیہی ہونے سے بھی زیادہ عام آدمی تک آپ کی شہرت شاعری کے حوالے سے ہوئی تو آپ کی نعت گوئی ایک ایسا سکہ رائج الوقت تھا کہ ہر شخص اس سے مستفیض ہو رہا ہے۔ آپ کا وہ سلام۔

"مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

آپ کو پتہ ہوگا کہ میں شاعری کا ایک طالب علم ہوں، مذہبیات پر بھی میری نظر ہے اور عربی، اردو، فارسی کے جو نعتیہ ذخائر ہیں وہ بھی میں نے دیکھے ہیں۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں پوری اردو زبان کی نعتیہ شاعری ایک طرف اور اردو زبان

کی تمام شاعری فن کے اعتبار سے ایک طرف اور یہ سلام ایک طرف اور پھر جو قافیہ جو علم، جو زبان، جو سوز و گداز اس سلام کے اندر ہیں آج تک کسی زبان کی شاعری میں موجود نہیں، ایک ایک شعر کی اگر شرح لکھی جائے تو کتابوں کی ایک بڑی تعداد تیار ہو جائے مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ تنہا ایک ایک شعر پر کتابیں لکھیں جا سکتی ہیں۔ اس کی تشریح میں آپ نے قرآن کے، حدیث کے اور سیرت کے ایسے اسرار ایسے معارف اور ایسے حقائق بیان کئے ہیں کہ جن کی شرح میں تو دفترے دفتر قائم ہو جائیں۔

ایک شعر پڑھتا ہوں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نے کسی زبان کی شاعری میں سرکار کے ریش مبارک کی تعریف نہ سنی ہوگی اور سنی ہوگی تو یوں نہ سنی ہوگی۔ جیسے مولانا احمد رضا خانؒ نے کی ہے۔

تصور کیجیے ایک نہر ہے اس کے ارد گرد سبزہ اگا ہوا ہے اس سبزے کی وجہ سے نہر کا حسن بڑھ گیا ہے اب نہر کس کو کہا، سرکار کے دہن مبارک کو نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں اور آپ کے دہن مبارک کو نہر رحمت قرار دیا جو رحمت کا دریا ہے اور جو اس دہن اقدس سے دعائیں نکلتی ہیں۔ یہ دہن اقدس ایک ایسی نہرِ رحمت ہے کہ جس نے سفرِ طائف میں پتھر کھائے سرے خون بہا اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے کہ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ مجھے جانتے نہیں کہ میں کون ہوں اور یہ کہ میں کیا پیغام لے کر آیا ہوں"۔

اب آپ شعر سنیں، فرمایا۔

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک ایک شعر ایسا ہے کہ بلحاظ فن کے بلحاظ شعر و سخن کے لئے، بالحاظ و معارف و سیرت کے منفرد مقام رکھتا ہے اور دوسرے نعتیہ شاعری اور قصائد سے ایک امتیازی مقام یہ بھی حاصل ہے کہ اعلیٰ حضرت اس سلام میں بھی نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی کرنے کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کی

آپ کی ازواجِ مطہرات کی آپ کے صحابہ کرام کی، آپ کے اولیاء کرام کی اور خصوصاً حضرت غوث الاعظم کی جو کہ امام اولیاء ہیں، کی بھی مدح سرائی فرمائی۔ پھر جو حرفِ مطلب زبان سے کہا ہے اپنی ذات کے لئے نہیں وہ پوری ملت کے لئے پوری امت کے لئے ہے ورنہ جس شاعر نے نعت کہی ہے بعد میں اس نے حرفِ مطلب صرف اپنی ذات کے لئے کہا ہے مگر یہ ان کا خاص وصف ہے۔ کہتے ہیں کہ ؂

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

آخر میں مقطع قابلِ توجہ ہے کہ اس سلام کی غرض وغائیت کیا ہے فرماتے ہیں۔ میں کیا چاہتا ہوں اور اس نعت اور سلام لکھنے سے میری کیا غرض ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جب سب آپ ﷺ پر سلام بھیج رہے ہوں گے اور قدسی ملائکہ جو آپ ﷺ کی خدمت پر معمور ہوں گے وہ مجھے آواز دے کر کہیں کہ اے احمدِ رضا وہ سلام سنادو۔ ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' تو میری مزدوری وصول ہو جائے گی۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اگر امام احمد رضاؒ کو صرف بحیثیت نعت گو شاعر دیکھا جائے تو انکی تنہا اس اعتبار سے بھی عظمت اتنی بلند ہے کہ کوئی اردو زبان کا شاعر ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر فن کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو اردو شاعری میں ان کا جواب نہیں عجیب بات ہے کہ میر انیس کو ایک فرقے نے محدود کر لیا ورنہ اردو زبان کے جیسے وہ شاعر ہیں ویسے شاعر آپ کو نہ ملیں گے۔ امام احمد رضا کو بھی ایک فرقے میں محدود کر دیا گیا۔ حالانکہ ان کا نہ تو کوئی فرقہ ہے اور نہ کوئی گروہ ہے وہ تو ایک مسلک ہے اور مسلک عشقِ رسول ﷺ کا مسلک ہے اور اگر صرف فن کے لحاظ ہی سے لیا جائے تو وہ کون سا شاعری کا مشکل سے مشکل فن ہے جن پر ان کو عبور نہ ہو۔ شاعری میں ایک فن ہے جس

میں ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں کہ جنہیں ادا کرتے وقت ہونٹ ملنے نہ پائیں اور اعلیٰ حضرت نے اس فن میں بھی شاعری فرمائی وہ لکھتے ہیں۔

سیّد کونین سلطان جہاں

ظلِ یزداں شاہِ دیں عرش آستاں

پوری نعت پڑھ جایئے لیکن آپ کے ہونٹ ملنے نہ پائیں گے، لیکن کہیں تصنع نہیں کہیں بناوٹ نہیں وہی سادگی ہے۔ سب سے مشکل فن اگر شاعری میں ہے تو وہ نعت گوئی ہے اس لئے کہ اس ایک طرف تو محبت دامن گیر ہوتی ہے اور دوسری طرف شریعت مصطفےٰ ہوتی ہے۔

نعت گوئی کے ہر شعر میں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ایک طرف محبت ہے اور ایک طرف شریعت ہے اور ان دونوں کو باہم دیگر اس طرح آمیزش کرنا کہ محبت بھی رہے اور شریعت کے تقاضے بھی پورے ہوں۔ اگر فقط شریعت کے تقاضے پورے ہوں تو شاعری نہ رہے بلکہ وہ تقریر بن جائے اور اگر صرف محبت کے تقاضے پورے ہوں تو پھر شریعت مجروح ہو جائے ان دونوں کو باہم دیگر ایک آمیز بنا کے شاعری میں پیش کرنا یہ اعلیٰ حضرت کا کمال تھا۔

اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری حقیقت یہ ہے کہ ساری اردو زبان کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آپ کو زندہ رکھنے کے لئے فقط یہ ہی نعتیہ شاعری کافی ہے اور اگر آپ نے یہ کہا تو غلط نہیں کہا کہ

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆☆☆☆☆

فاضل بریلوی اور اردو ادب میں فروغِ نعت

صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری

رضا بریلوی نے اردو ادب میں صنف نعت کو ایک نئی جلابخشی اور عشق رسول ﷺ کے نور میں ڈھلے ہوئے جذبات واحساسات سے اردو کی نعتیہ شاعری میں چار چاند لگادیے۔ ان کے عہد تک اردو شاعری عاشقان مجازی کی زلفوں کے پیچ وخم میں الجھی رہی، اور محرمات شرعیہ کی ترغیب و تشریق اس کی انتہائے منزل تھی، امام احمد رضا کا احساس یہ ہے کہ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ سندھ (پاکستان) ''شعروشاعری کی اس مکدر فضا کو خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ نے مصفی ومزکی کیا اور عشق ومحبت کے سچے جذبات سے اردو شاعری کو روشناس کیا اور یہ پیش گوئی فرمائی ۔

پھولے گا اس زباں میں گلزار معرفت
یاں میں زمین شعر میں یہ تخم بو گیا

مولانا احمد رضا خاں اس ''گلزار معرفت'' کے لئے نسیم سحری بن کے آئے اگر وہ نہ آتے تو اس گلشن پر یہ بہار نہ آتی۔

امام احمد رضا کی تبحر علمی، اور وسعت فکری کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لیکن آپ نے شاعری کو برائے شاعری نہیں اپنایا بلکہ اپنے اظہار مسلک کا ذریعہ بنایا اور اپنے کلام بلاغت نظام سے اردو شاعری کے دامن میں شعر وادب کے وہ موتی بکھیرے جس کا جواب پوری دنیائے شاعری میں بہت مشکل سے ملے گا، خود فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

امام موصوف کو حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے عشق صادق تھا، انہوں نے اپنا سب کچھ کھو کر بھی عشق کی آبرو کو سلامت رکھا اور عالم کیف و مستی میں جھوم جھوم کر یہ نعرہ مستانہ بلند کرتے رہے۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

آپ کے اردو و فارسی کلام کا مجموعہ دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے موسوم ہے، واقعی اس میں بخشش کے ایسے باغات ہیں جس کے پھولوں سے علم و ادب، حقیقت و معرفت اور عشق و محبت کی جاں فزا مہک ہمارے ایمان و عقیدہ کو معطر کرتی ہے، حدائق بخشش کا ایک ایک شعر پڑھتے جائیے لفظ لفظ سے عشق و محبت کا پھوٹتا ہوا ایک آبشار نظر آئے گا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

.......☆.......

'الروح فداک فزد حرقا' یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

سچ تو یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور اپنے زمانے کے بہترین نعت گو شاعر، ایک ایسے عاشق نعت گو شاعر جن کی نعت گوئی اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا چرچا عرب و عجم و حرم ہر جگہ پھیل چکا ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

امام صاحب کے اس شعر کا لطف و کیف کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو حج کی سعادت کے

حصول کے بعد پہلی بار زیارت روضۂ رسول ﷺ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

زائرین مدینہ کے لبوں پر یہ شعر ان کے دل کی دھڑکن بن کر ابھرتا ہے، غرض یہ کہ آپ کا نعتیہ کلام، غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، قطعات، رباعیات، تشبیہات، استعارات، اقتباسات، فصاحت و بلاغت، حسن تعلیل و حسن تشبیب، حسن طلب و حسن تضاد، مراعات النظیر وغیرہ تمام اصناف سخن کا سدا بہار چمن نظر آتا ہے جس کی اس دور کے اردو ادب میں مثال نہیں ملتی۔ ان کا مشہور زمانہ سلام ۔

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

آج عالم اسلام کے ہر گوشہ میں بچہ بچہ کی زبان پر جاری ہے لیکن افسوس کہ ایسی ذات جس نے اردو ادب کو ذوق نعت دیا اور جس کا کلام بلاغت نظام اردو ادب میں ایک عظیم سرمایہ کے اضافہ کا باعث بنا اس کا تذکرہ اردو ادب کی تاریخ میں جماعتی عصبیت اور گروہی تعصب کی بھینٹ چڑھ گیا۔ نصف صدی تک یہ کوشش کی جاتی رہی کہ امام احمد رضا بریلوی کا تذکرہ اردو ادب میں نہ آئے مگر" مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" کے مصداق امام احمد رضا کا ذوق عشق اور شوق مدحت سرائی خواجہ بطحا جیسے جیسے لوگوں تک پھیلتا گیا بحیثیت شاعر (دربار رسالت) اردو ادب میں بلند سے بلند تر مقام پر فائز ہوتا گیا۔

☆☆☆☆☆

بلند پایہ فقیہ اور عظیم المرتبت عالم

شہید حکیم محمد سعید

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ انہوں نے علم وفن کے تمام میدان سر کیے تھے ۔

وہ علم کے کوہِ گراں تھے ۔

ان کی ہزار کے قریب کتب یادگار ہیں ...... جو ان کی جلالتِ علمی کا ثبوت ہیں ۔

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں ایک بلند پایہ فقیہ اور عظیم المرتبت عالم حکیم اور مفکر تھے ۔

برصغیر کے علمائے کرام میں اپنے علمی تبحر کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں ۔

ان کا مقصد حیات علم وحکمت کا فروغ تھا ۔

ان کے افکار میں رفعت تھی ،عقائد کی صحت پر کامل اور غیر متزلزل ایمان وایقان ان کا وہ ممتاز وصف تھا ، جو ان کی دعوت وتبلیغ کے ہر گوشے خاص کر تبلیغی مساعی میں نمایاں اور روشن ہوتا تھا ، ہمارے نزدیک ان کا شمار معقول ومنقول کے مایہ ناز علما میں ہوتا ہے ۔

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خان بریلوی
بحیثیت عظیم مصلح و محدّث

ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی

حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام کی عظیم و جامع الصفات شخصیت تھے۔ آپ بیک وقت عظیم مصلح، مفسر، محدث، مفتی اور نعت گو شاعر و ادیب بھی تھے۔

امام موصوف کے تبحر علمی اور وسعت فکری کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن آپ نے شاعری کو برائے شاعری نہیں اپنایا۔ بلکہ مسلک حقہ اور اپنے عشقِ رسول کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے اپنے کلام میں شعر و ادب کے وہ موتی بکھیرے ہیں جس کا جواب شاید دنیائے شاعری میں خال خال ہے۔

امام صاحب کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ سے مرقع اور قرآن و حدیث کے مضامین کی تفسیر ہوتی تھیں۔ آج جامعہ کراچی سمیت کئی ملکی و بیرونی جامعات میں امام موصوف کی نعتیہ شاعری اور دیگر فنون سے متعلق تحقیقی مقالات لکھے جا رہے ہیں اور جامعہ کراچی شعبہ اسلامیہ ہی سے ان کی علمی، دینی، تفسیری، فقہی خدمات پر پی ایچ ڈی کی اسناد دی جا چکی ہیں اور کئی مقالے زیرِ ترتیب ہیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
ایک عظیم محدّث فقیہ اور مفکّر

ڈاکٹر منظور الدین احمد

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت بہت جامع اور ان کی علمی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ علوم و فنون کے بہت کم شعبے ایسے ہوں گے جس پر آپ نے تحقیقی کام نہ کیا ہو۔ ۵۵ علوم و فنون پر کامل دسترس رکھنا ایک مجدد ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ آپ نے علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علم فقہ، علم الافلاک والمنطق کئی علوم میں کتابیں لکھیں، آپ تابندہ افق کے ایک روشن آفتاب تھے۔ اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے ذریعے اشاعت اسلام کے لئے وقف کئے تھی۔ آپ کی ایک ہزار سے زائد تصانیف اور لاکھوں مسائل کے حل پر مشتمل فتاویٰ رضویہ دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ آپ نے تن تنہا ایک پورے ادارے کا کام کیسے سرانجام دے دیا؟ آپ ایک عظیم محدث و فقیہ تھے آپ نے اپنے قلم کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کی علمی و فکری رہنمائی کی آپ کی خصوصیات علم میں یہ بات شامل تھی کہ سائل جس زبان میں نثراً یا نظماً استفتا بھیجتا تھا آپ اس زبان میں نثراً و نظماً جواب دیا کرتے تھے۔ آپ کی یہی انفرادیت برصغیر کے فقہاء و علماء پر بہت بھاری اور حاوی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے عہد کے اہل علم بھی امام احمد رضا کی طرح دردو سوز، اخلاق و للّٰہیت کو تحقیق و جستجو اور فروغِ دین کے لئے اپنا شعار بنائیں تاکہ مسائل و مصاحب میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ ساحل آشنا ہوسکے۔ ہمارا اولین فریضہ ہے کہ تمام تعصبات سے بالاتر ہوکر اس عظیم اسلامی مفکر کے افکار و نظریات کی روشنی میں انفرادی و اجتماعی طور پر اپنی علمی روحانی اور قومی حیات کی تعمیر کریں۔

☆☆☆☆☆

مسلمانانِ ہند کا ایک عظیم فقیہ و محدث
اور نجات دہندہ

محمود ہارون سابق گورنر سندھ

۱۴ ویں صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں حضرت امام احمد رضا کی صورت میں ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا جس نے نہ صرف فقہ اسلامی کی خدمت کے ذریعے مسلمانوں کے دینی شعور کو پختہ کیا بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانانِ ہند کے سینوں میں عشقِ رسول ﷺ کی ایسی تڑپ پیدا کی جو ملت کے تشخص کے تحفظ میں کام آئی۔

آپ اپنے دور کے ایک عظیم مصلح، محدث، مفسر، مترجم، فقیہ، شاعر، عالم حق گو اور عارف باللہ تھے۔ اس لیے زبان و قلم سے حق واضح اور آشکار فرماتے رہے۔ عربی، فارسی اور دیگر زبانوں پر علوم پر آپ کو قدرت حاصل تھی۔ آپ کی عظیم شخصیت روشنی کا ایسا مینار ہے جس نے اتھاہ تاریکی اور انتہائی مایوسی کے دور میں مسلمانِ ہند کی رہنمائی اپنے علم و عمل کے ذریعے فرمائی۔

حضرت امام رضا نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کی عظیم و جامع صفات شخصیت تھے جن کا نام علم و عمل کے حوالے سے عالمی اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے، آپ کے افکار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے دنیاوی اور اخروی نجات کا باعث ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت

جنرل معین الدین حیدر (ریٹائرڈ) سابق گورنر سندھ

بلاشبہ امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت جو اپنے معاصرین میں نہایت قد آور اور ممتاز نظر آتی ہے، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہم جب ایک طالب علم کی حیثیت سے ان کی حیات اور کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ کون سا علم تھا؟ جس میں ان کو دسترس حاصل نہ تھی۔ علوم اسلامیہ کے علاوہ اپنے دور کے تمام علوم جدیدہ اور قدیمہ بشمول سائنس، فلسفہ و منطق پران کے عبور نے آج بھی علماء، سائنسدانوں، ریاضی دانوں اور ہیئت دانوں کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ کتاب الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ ان کی زندگی کا مرکز و محور ہے اور انہوں نے ساری زندگی اس سرچشمہ خیر کے فیضان کو ہر سطح تک پہنچانے میں بسر کی اور علامہ اقبال نے بھی ان کی راسخ العلمی اور فقہی بصیرت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور برملا اعتراف کیا ہے کہ آپ اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے۔ برصغیر میں جداگانہ مسلم شناخت کے سلسلے میں جس سطح کا کام انہوں نے انجام دیا ہے اس دور کے علمی اور دینی حلقوں کے بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا۔ وہ پرکھنے والی آنکھیں رکھتے تھے اور صاحب بصیرت مدبر تھے۔ وہ سیاست میں تشدد اور توڑ پھوڑ کے خلاف تھے بلکہ سنجیدہ دائرہ قانون میں رہتے ہوئے بھرپور سیاسی جدوجہد کے داعی تھے۔ تحریک خلافت، تحریک موالات، تحریک ہجرت، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک انصار الاسلام وغیرہ موصوف کی سیاسی افکار سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کی ذات مسلمانانِ برصغیر کی اجتماعیت کا مرکز تھی۔ انہوں نے تمام زندگی مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کے مرکزی نکتہ پر متحد و متفق ہونے کا پیغام دیا۔ آج امت مسلمہ خصوصاً مملکت خداداد پاکستان جس نازک دور سے گذر رہی ہے اس کی اصلاح کے لیے ان کا یہی عمل اور پیغام ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

تجدیدی کارنامہ وعلوم وفنون کی فہرست

مولانا نسیم احمد صدیقی نوری

علم تاریخ نے اپنے دامن میں اچھی اور بری ہر دو صفت کی حامل شخصیات کو سمیٹ کر پناہ دی ہے اس طرح انہیں زمانے کی دست برد اور شکستگی سے محفوظ کر دیا ہے تا کہ آئینہ تاریخ میں ماضی کے عکس و نقش کا مشاہدہ حال و استقبال کو جاندار اور شاندار بنانے میں معاون ہو۔ لیکن بعض شخصیات کا پیکر احساس اتنا جاندار شاندار ہوتا ہے کہ جنہیں تاریخ محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے یا نہ کرے وہ شخصیات اپنی تاریخ آپ مرتب کر لیتی ہیں اس لئے کہ وہ عہد ساز اور تاریخ ساز ہستیاں ہوتی ہیں یہ شخصیات اپنی پہچان کے لئے مورخ کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ ان نادر زمن ہستیوں کے خوبصورت تذکرے کو تاریخ اپنے صفحات کی زینت بنانے کے لیے خود محتاج ہے۔ مورخ ان کے تذکرے لکھ کر خود کو متعارف کرانے کا محتاج ہوتا ہے ایسی ہی عہد ساز ہستیوں میں ایک مہر درخشاں وہ بھی ہے جسے شرق تا غرب شیخ الاسلام والمسلمین، محدث عصر، فقیہہ دہر، مجدد دین وملت، حامی سنت، قامع بدعت، اعلیٰ حضرت وغیرہ ہم القابات وخطابات سے پہچانا جاتا ہے امام احمد رضا فاضل محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کے اعزاز واکرام کے بارے میں علامہ ہدایت اللہ بن محمود سندھی حنفی قادری مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ وہ (امام احمد رضا علیہ الرحمۃ) اس کے اہل ہیں کہ ان کے نام سے قبل اور بعد میں کوئی بھی فضیلت کا خطاب لگایا جائے۔

معارف رضا ۱۹۸۶ء ص ۱۰۲

مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ علم و فضل کا وہ خورشید ہیں کہ جس کی جلوہ گری انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر تا بیسویں صدی کے ربع اوّل کے عرصہ پر محیط ہے، اور یہ دور جس قدر پر آشوب تھا بلاد اسلامیہ میں کوئی دور بھی ایسا نہیں گذرا، فتنوں کی بیخ کنی اور فسادِ اُمت کے ذمہ دار مفسدین کو بے نقاب کرنے کیلئے امام احمد رضا نے فقہی بصیرت اور مدبرانہ فراست کے ذریعے ملت کی راہنمائی کا جو فریضہ انجام دیا وہ صرف آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ نے جو شمع عشق رسالت فروزاں کی وہ آج بھی ملت کیلئے مینارۂ نور ہے۔ اور آئیندہ بھی اس کی چمک دمک ماند نہیں پڑے گی۔ (انشاء اللہ جل مجدہٗ والرسول علیہ الصلوٰۃ السلام)

امام احمد رضا کا سینہ علوم و معارف کا خزینہ اور دماغ فکر و شعور کا گنجینہ تھا، اپنے بیگانے سب ہی معترف ہیں کہ شخصی جامعیت، اعلیٰ اخلاق و کردار، قدیم و جدید علوم و فنون میں مہارت تصانیف کی کثرت، فقہی بصیرت، احیاء سنت کی تڑپ، قوانین شریعت کی محافظت، زہد و عبادت اور روحانیت کے علاوہ سب سے بڑھ کر قیمتی متاع و سرمایہ عشق ختمی مرتبت (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) میں انکے معاصرین میں انکا کوئی ہم پلہ نہ تھا اور غالباً نہیں، بلکہ یقیناً آج بھی سطور بالا صفات میں عالم اسلام میں امام احمد رضا کا ہمسر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آپکی اسی انفرادیت کے بارے میں سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں

"امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے، ایک طرف ان میں ابن الہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب کندی جیسی کہنہ مشقی تھی، تو دوسری طرف الطبری، رازی اور بو علی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور ابن رشد جیسی خداداد ذہانت تھی دوسری طرف امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبد القادر

جیلانی علیہ الرحمۃ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی ظرف امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع تھا ان کی ذات میں کتنے ہی علم وعالم گم تھے"

(معارف رضا جلد ششم، صفحہ 124)

شمسی تقویم کی بیسویں صدی عیسوی اور قمری تقویم کی چودھویں صدی ہجری میں شانِ تجدُّد اور مُحیِ مِلت و دین کی حامل ذات امام احمد رضا کے سوا کسی اور کی قرار نہیں دی جا سکتی، اور اس صدی کو جیسے مجدّد و مصلح کی ضرورت تھی وہ تمام کمالات واوصاف بدرجہ اتم اعلیٰ حضرت میں نظر آتے ہیں۔ دین اسلام کی اساسیات اور ایمان کی جملہ فروعات وجُزئیات پر بیک وقت مشرق و مغرب سے حملے ہو رہے تھے، ایسے موقع پر ضرورت تھی کہ مشرق میں فتنہ اُٹھانے والے مُنافقین کا مقابلہ عشق رسول ﷺ کے لازوال ہتھیار سے کیا جائے اور مغرب کے مُلحد سائنس دانوں کے کائنات سے متعلق گمراہ کُن نظریات کا مُقابلہ کلام الٰہی کی شایان شان تفسیر، "لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ" کی بدیہیات ویقینیات کے اجالے میں کیا جائے۔ چودھویں صدی ہجری میں ملت اسلامیہ کی اصلاح کیلئے جن علمی گوشوں اور شُعبہ ہائے حیات میں قولاً وعملاً کام کی ضرورت تھی وہ تمام تقاضے امام احمد رضا نے پورے کئے ایک ایک علم پر لکھا، اور ایک ایک فن پر لکھا اور لکھتے چلے گئے، مردہ علوم کو کئی صدیوں بعد زندہ کیا، بعض علوم اپنی اختراعات سے خود ایجاد فرمائے۔ امام کے اسلوب تحریر میں امام اعظم سے لیکر دیگر علماء و دانشور اور ھیت دان کے کارناموں سے مزین دوسری صدی تا ساتویں صدی ہجری کی تصویر نظر آنے لگی، اسلامیان ہند ہی نے نہیں بلاد عرب ومغرب اور افریقہ نے بھی اپنے اسلاف کے ماضی کو جیتا جاگتا محسوس کیا، تہذیب وتمدن اسلامی کے تابناک دور کی روشنی احمد رضا کی تحریروں سے پھوٹتی محسوس ہوئی۔

ماہر رضویات، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی ایجاد و اختراع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں،

"ایجاد و اختراع کا دار و مدار فکر و خیال پر ہے، خیال کو اساسی حیثیت حاصل ہے، قرآن کریم میں خیالوں کی ایک دنیا آباد ہے اور عالم یہ ہے ۔ محبوبِ یک نظر آ، مختارِ صد نظر جا! ہر خیال اپنے دامن میں صدیوں کے تجربات و مشاہدات سمیٹے ہوئے ہے، جس نے قرآن کی بات مانی اس نے مختصر زندگی میں صدیوں کی کمائی کمالی ۔ امام احمد رضا انہیں سعادتمندوں میں سے تھے جنہوں نے سب کچھ قرآن سے پایا، وہ قرآن کا زندہ معجزہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی اور فیض سماوی سے نوازا تھا"۔

(امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی ص ۸،۷)

زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ امام احمد رضا کو ریاضی اور جیومیٹری کی گتھیاں سلجھاتے ہوئے دیکھ کر والدگرامی حضرت مولانا نقی علی خان نے فرمایا، "بیٹا یہ تمام علوم تو ذیلی و ضمنی ہیں تم علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو، بارگاہ رسالت سے یہ علوم تمہیں خود عطا کر دیے جائیں گے"۔ پھر واقعی دنیا نے دیکھا کہ کسی کالج و یونیورسٹی اور کسی سائنسی علوم میں ماہر کی شاگردی کے بغیر تمام سائنسی علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل ہوئے، اور ایسے مشاق ہوگئے کہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ریاضی کے ایک لاینحل مسئلہ کے جواب کیلئے امام احمد رضا سے رجوع کرنا پڑا اور امام احمد رضا نے فی البدیہہ جواب لکھ کر دیا، جبکہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب مسئلہ کے حل کیلئے جرمنی جانا چاہتے تھے۔ بریلی کے بوریانشین کی جدید علوم وفنون پر اس مہارت کو ڈاکٹر سر ضیاء الدین ملاحظہ کر کے حیران و ششدر تو تھے ہی مزید حیرانگی اس وقت بڑھی جب یہ

علوم ہوا کہ اس مولوی صاحب نے کسی غیر ملکی درسگاہ سے علوم جدیدہ کی تحصیل کیلئے کبھی رجوع
ہیں کیا بلکہ یہ ذات خود ہی مرجع ہے۔ خلائق میں سے کوئی دنیا کیلئے اور کوئی دین کیلئے کہیں
جوع کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بیساختہ کہا کہ علم لدنی کے بارے میں صرف سنا ہی تھا آج
نکھوں سے دیکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت نے علوم سائنس میں اپنی خداداد مشاقی کی بنیاد پر ان علوم کی قد
ور شخصیات بابائے طبعیات ڈیمو قریطس (۳۷۰ قبل مسیح) بطلیموس (قبل مسیح)، ابن سینا
۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء) نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ء)، کو پر نیکس (۱۴۷۳ء تا
۱۵۴۳ء) کپلر (۱۵۷۱ء تا ۱۶۳۰ء) ولیم ہرشل (سترھویں صدی عیسوی)، نیوٹن (متوفی ۱۷۲۷ء)
ا جونپوری (متوفی ۱۶۵۲ء) گلیلیو (۱۶۴۲ء) آئن اسٹائن (۱۸۷۹ء تا ۱۹۵۶ء) اور البرٹ
یف پورٹا (۱۹۱۹ء) کے نظریات کا ردّ اور ان کا تعاقب کیا ہے، جبکہ ارشمیدس
متوفی ۲۱۲ ق۔م) کے نظریہ وزن، حجم و کمیت، محمد بن موسیٰ خوارزمی (۲۱۵ھ/۸۳۱ء) کی
ساواتِ الجبراء اور اشکال جیومیٹری، یعقوب الکندی (۲۳۵ھ/۸۵۰ء)، امام غزالی (۴۵۰ھ تا
۵۰۵ھ/۱۰۵۹ء تا ۱۱۱۲ء) امام رازی (۵۴۴ھ تا ۶۰۶ھ/۱۱۴۹ء تا ۱۲۱۰ء) کے فلسفۂ الٰہیات،
ور ریحان البیرونی (۹۷۳ء تا ۱۰۴۸ء، ۳۶۲ھ تا ۴۴۰ھ)، ابن الہیثم (۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء)، عمر
خیام (۵۱۷ھ/۱۱۲۳ء) کے نظریاتِ ہیئت و جغرافیہ، ڈیمو قریطس کے نظریہ ایٹم اور جے جے
س کے نظریات کی تائید کی اور دلائل عقلیہ سے پہلے آیات قرآنیہ پیش کیں۔ امام احمد رضا پر یہ
طا، یہ نوازش، یہ کرم یہ عنایت، یہ التفات، یہ فیض سب کچھ محض اس بنا پر تھا کہ اعلیٰ حضرت کو
سلام کی عظیم انقلابی قوت جذبہ عشق رسول ﷺ حاصل تھا اور اسی والہانہ عشق سے مسلمانوں
ا دینی ترقی، سیاسی کامیابی، علم کی ترویج، معاشی و عمرانی استحکام اور ثقافتی و تمدنی الغرض ہر سطح کی
امیابیاں و کامرانیاں وابستہ ہیں حقیقت ہے کہ جسے محبت رسول کا صادق جذبہ ہاتھ آگیا دین و

دینا کی تمام دولت اسی کے دامن میں آکر سمٹ جاتی ہیں امام احمد رضا کا یہی تجدیدی کارنامہ ہے جس کے سب ہی معترف ہیں۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی غلبہ دین اسلام یا احیاء اسلامی کی تحریکیں اٹھی ہیں وہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرہون منت رہی ہیں انگلستان کے ایک مشہور مستشرق پروفیسر ایچ۔ اے گب نے اپنی کتاب اسلامک کلچر میں لکھا ہے،

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا۔ ہے لیکن بایں ہمہ مغلوب نہ ہوسکا اسکی بڑی وجہ یہ ہے صوفیا کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اسکا مقابلہ نہ کرسکی تھی۔''

(اسلامک کلچر ص ۲۶۵، مطبوعہ لندن ۱۹۴۲ء)

صوفیا کا یہی پیغام ''محبت رسول ﷺ'' تھا کہ جسے اعلیٰ حضرت نے اپنی تمام زندگی اپنا کر اپنی تصنیفات و تالیفات کی روشنائی کے ذریعے ملت اسلامیہ کو منور کیا، آپکو معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کے دل عشق رسالت مآب سے خالی ہوگئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی نہ تو انہیں ان کی کھوئی عظمت واپس دلاسکتی ہے اور نہ اصلاح و تجدید کی ہزاروں تحریکیں انہیں اپنی منزل مراد تک پہنچاسکتی ہیں۔ مغربی استعمار کی مذموم سازش یہی تھی کہ مسلمانوں میں سے جذبہ عشق رسول کو نکال دیا جائے، جسکی طرف شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بھی یوں اشارہ کیا ہے،

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دیکے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

اعلیٰ حضرت کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کے بشری وانسانی
اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ معجزاتی ونورانی پہلوؤں کے بلند وبالا کمالات نبوت اور فضائل و
شمائل کو احاطہ تحریر میں لا کر ملت اسلامیہ کی روحانی اقدار کو تنزلی کا شکار ہونے سے بچا لیا، آپ نے
اپنی علمی درسگاہ اور روحانی خانقاہ بریلی سے اس پرفتن دور میں ملت اسلامیہ کے سفینے کو ساحل مراد
تک پہنچانے کیلئے جو کچھ ضروری تھا وہ اقدامات کیے۔ ہندوستان کے مشہور وممتاز عالم وادیب
مولانا عبالجبار رہبر اعظمی اپنے مقالہ میں نہایت جامعیت سے اعلحضرت کا تذکرہ یوں فرماتے
ہیں،

''جب شاطران مذہب نے قرآن کے تراجم میں کتر بیونت کر کے اسلامیوں کے
عقائد پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے قوم کو قرآن عظیم کا صحیح ترجمہ دیا، جب فریب کاروں نے اسکی تفسیر
میں اپنی رائے شامل کر کے قوم کو گمراہ کرنا چاہا تو مسلمانوں کو ہوشیار رکھنے کیلئے تمہید ایمان بآیات
قرآن دیا، جب اہل ضلالت نے ملت کو سنت کا نام لیکر احادیث کے غلط معانی ومطالب بتانے
شروع کیے تو اس نے اہل ایمان کو سینکڑوں کتابیں دیں۔ جب اہل بدعت نے تقلید کے لباس
میں غیر مقلدیت اور فقہ کے روپ میں حیلہ سازیوں اور گمراہیوں سے مت کے اعتقادات و
اعمال کو زخمی کرنا چاہا تو اس نے قوم کو وہ لازوال فتاوے دیے جو اپنے دلائل وبراہین سے ہمیشہ
زندہ رہیں گے۔ دشمنانِ اسلام نے جب اس ذات قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی
ثابت کر کے اسلامی عقیدہ توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو اس کا قلم ان کیلئے شمشیر خارا
شگاف بنا۔ جب شاتمان نبوت نے مسلمانوں کے عقائد نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو اسکا قلم ان پر
ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹا۔ جب دین ومذہب کے ڈاکوؤں نے مومنوں کے سینوں سے عظمت
مصطفی ﷺ کو چھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے قلعے کو تعبیر سے پہلے اسکی زبان قلم

اور عمل نے مسمار کر کے رکھ دیا جب مکاروں نے پیری اور شیخی کے کے لبادے اوڑھ کر ملت کے
دلی کے فانوس میں بزرگان دین وعمائدین اسلام کی عقیدت کے جلتے چراغ کو بجھانے کیلئے
ناپاک تمناؤں کے محلات تعمیر کیئے تو اس نے سعی پیہم سے ان کو زمین بوس کر کے تہس نہس کر دیا
جب مولویت نما عیاروں نے آثار اسلام اور مقامات مقدسہ کی عزمت وحرمت کو غلامان
صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ سے نکال پھینکنے کی جرأت کی تو اس کی زبان پاک اور قلم بیباک نے ان کی
یوں کے پردوں کو چاک کیا سنئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، مسیح موعود کے نام کا فتنہ
مہدی معہود کے نام کا، شانِ نبوت کی توہین کا ہو یا فضائل رسالت کی تنقیص کا، نیچریت کا،
دہریت کا، تقلیدی ہو یا غیر مقلدیت کا، تفضیلیت کا ہو یا رافضیت کا، خارجیت کا ہو یا بدعیت کا
ان تمام فتنوں کے سینوں میں اسکا قلم اسلام وسنیت کی شمشیر وسناں بن کر اُتر گیا اور اسکی زبان
ترجمان اسلامیوں کیلئے سپر بن گئی۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

(ماہنامہ قاری دھلی امام احمد رضا صفحہ ۲۷۰)

امام احمد رضا کے تمام مُجدّدانہ کمالات جذبہ عشق رسول میں مضمر ہیں۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
(اقبال)

امام احمد رضا کے علم نے تمام شعبہ ہائے علوم کا اور آپکی شخصیت نے بحیثیت قائد و راہنما تمام شعبہ ہائے حیات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ جناب سید محمد جیلانی بن سید محامد اشرف ایڈیٹر ''المیز ان'' بمبئی امام احمد رضا کے تبحر علمی کے متعلق یوں رقمطراز ہوتے ہیں،

''اگر ہم انکی علمی و تحقیقی خدمات کو انکی 66 سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر 5 گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے نظر آتے ہیں، ایک متحرک ریسرچ انسٹیٹوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے''

(المیزان امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء)

معارف کا سمندر موجزن ہے جسکے سینے میں
وہ مقبول درِ خیر البشر احمد رضا تم ہو

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اگلوں نے بہت کچھ لکھا ہے علم دین پر
لیکن جو اس صدی میں ہے تنہا رضا کا ہے

امام احمد رضا کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کے جائزہ کے بعد محققین کی قطعی جدید تحقیق کے مطابق یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ایک سو بیس (۱۲۰) قدیم و جدید، دینی ادبی اور سائنسی علوم پر امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کو دسترس حاصل تھی،

راقم نے زیر نظر مضمون کے آخر میں (۱۲۰) علوم وفنون کا شماریاتی جدول دے دیا ہے تاکہ کوئی اس تعداد کو مبالغہ نہ سمجھے۔

120 علوم میں 40 یا اس سے زائد کا تعلق دینی علوم کی اساس اور فروع سے ہے جبکہ ادب سے متعلق 10، روحانیت سے متعلق 8، تنقیدات و تجزیہ و موازنہ سے متعلق 6 اور طب و ادویات سے متعلق 2 علوم کے علاوہ بقایا 54 علوم کا تعلق علوم عقلیہ (سائنس) سے ہے۔ امام احمد رضا محدث و فاضل بریلوی کی سائنسی علوم پر کُتب و رسائل کی تعداد ایک سو پچاس سے زائد ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب لکھتے ہیں،

''امام احمد رضا نے یہ رسائل (جدید علوم و سائنس) اُردو، فارسی، اور عربی تینوں زبان میں تحریر فرمائے ہیں۔ بعض رسائل و کُتب کی ضخامت سو صفحات سے بھی زیادہ ہے''۔ (دیباچہ حاشیہ جامع الافکار، ص ۳)۔

اعلیٰ حضرت کے علوم کی فہرست کے مطالعہ سے قبل قارئین کے علم میں یہ بات ضرور ہونی چاہئے کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل خلیل مکی کو جو عربی میں سند اجازت دی ہے اس میں 55 علوم وفنون کا ذکر فرمایا ہے، محدث بریلوی کے اپنے قلم فیض رقم سے مندرجہ 55 علوم وفنون کی فہرست نہایت جامع ہے جس میں بعض علوم فی زمانہ متعدد شاخوں وشعبوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ اور انکی شناخت کیلئے علیحدہ عنوانات ماہرین تعلیم مختص کر چکے ہیں۔ امام احمد رضا کی تصنیفات میں مرقوم مضامین ان علوم سے بھی بحث کرتے نظر آتے ہیں کہ جن کا تذکرہ امام احمد رضا نے اپنے علوم کی فہرست میں نہیں کیا ہے۔ آپ کو ان پر دسترس حاصل تھی مثلاً، معیشت اور اسکے ضمنی علوم، تجارت، بینکاری، اقتصادیات اور مالیات کا اعلیٰ حضرت نے شمار نہیں کیا لیکن اسلامیان ہند کی فلاح کیلئے تدابیر بیان کرتے ہوئے مجدد اعظم کی

ذات میں ماہر بینکار، وزیر خزانہ و مالیات اور معلم اقتصادیات کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ علوم کی ترتیب یوں ہے۔

۱۔علم القرآن ۲۔حدیث ۳۔اصول حدیث ۴۔فقہ حنفی ۵۔کتب فقہ جملہ مذاہب ۶۔اصول فقہ ۷۔جدل مہذب ۸۔علم تفسیر ۹۔عقائد و کلام ۱۰۔نحو ۱۱۔صرف۔ ۱۲۔معانی۔ ۱۳۔بیان ۱۴۔بدیع ۱۵۔منطق ۱۶۔مناظرہ ۱۷۔فلسفہ ۱۸۔تکسیر ۱۹۔ہیاۃ ۲۰۔حساب ۲۱۔ہندسہ ۲۲۔قرأت ۲۳۔تجوید ۲۴۔تصوف ۲۵۔سلوک ۲۶۔اخلاق ۲۷۔اسماء الرجال ۲۸۔سیر ۲۹۔تاریخ ۳۰۔لغت ۳۱۔ادب مع جملہ فنون ۳۲۔ارثماطیقی ۳۳۔جبر و مقابلہ ۳۴۔حساب سینی ۳۵۔لوغارثمات ۳۶۔توقیت ۳۷۔مناظر و مرایا ۳۸۔علم الاکر ۳۹۔زیجات ۴۰۔مثلث کروی ۴۱۔مثلث مسطح ۴۲۔ہیاۃ جدیدہ ۴۳۔مربعات ۴۴۔جفر ۴۵۔زائرچہ ۴۶۔نظم عربی ۴۷۔نظم فارسی ۴۸۔نظم ہندی ۴۹۔نثر عربی ۵۰۔نثر فارسی ۵۱۔نثر ہندی ۵۲۔خط نسخ ۵۳۔نستعلیق ۵۴۔تلاوت مع تجوید ۵۵۔علم الفرائض

(الاجازۃ الرضویہ)



اب آپ ۱۲۰ علوم کی مفصل فہرست ملاحظہ فرمائیں تاہم محققین اور علماء کرام سے ملتمس ہوں کہ استدراک پر فقیر کی اصلاح بھی فرمائیں۔

امام احمد رضاء کی علمی و تحقیقی کہکشاں کے ۱۲۰ ستاروں کی فہرست

نمبر شمار	علوم کے اصل نام	جدید انگریزی نام
۱	قرأت	Recitation of the Holy Quran
۲	تجوید	Phonography Spelling
۳	تفسیر	Explanation of Quran
۴	اصول تفسیر	Principal of Explanation
۵	رسم الخط القرآن	Writership In Deffrent Style of Quranic Letters
۶	علم حدیث	Tradition of the Holy Prophet
۷	اصول حدیث	Principal of GoD's Massenger's Tradition
۸	اسانید حدیث	Documentry Proof of Traditions Citation of Authorities
۹	اسماء الرجال	Cyclpedia of Narrator Tradition Branch of knowledge Judging Merits

۱۰	جرح وتعدیل	Critical Examination
۱۱	تخریج احادیث	Talk & Put Referencess of the Traditions
۱۲	لغت حدیث	Colloquial Language of Traditions.
۱۳	فقہ	Islamic Law
۱۴	اصول فقہ	Islamic Jurisprudence
۱۵	رسم المفتی	Legal Opinion Judicial Verdict
۱۶	علم الفرائض	Law of Inheritance and Distribution
۱۷	علم الکلام	Scholastic Philosophy
۱۸	علم العقائد	Article of Faith
۱۹	علم البیان	Metaphor
۲۰	علم المعانی	Rhetoric
۲۱	علم البلاغت	Figure of Speach
۲۲	علم المباحث	Dialectics
۲۳	مناظرہ	Polemic
۲۴	علم الصرف	Etymology Morphology
۲۵	علم النحو	Syntax (Arabic Grammer)
۲۶	علم الادب	Literature
۲۷	علم العروض	Science of Prosody

۲۸	علم البر والبحر	(Ilm - ul- barr- wal- baher)
۲۹	علم الحساب	Arithmetic
۳۰	ریاضی	Mathemetic
۳۱	زیجات	Astronomical Tables
۳۲	تکسیر	Fractional Numeral Maths
۳۳	علم الہندسہ	Geometry
۳۴	جبر ومقابلہ (الجبرا)	Algebra
۳۵	مثلثات (مسطح و کروی)	Trigonometry
۳۶	ارثماطیقی	Greek Airthmetic
۳۷	علم تقویم	Almanac
۳۸	لوگارثم	Logarethim
۳۹	علم جفر	Numerology Cum Literology
۴۰	رمل	Geomancy
۴۱	توقیت	Reckoning of Time
۴۲	اوفاق (علم الوفق)	----------
۴۳	نجوم	Astrology
۴۴	فلکیات	Study in Form of Heavens
۴۵	ارضیات	Geoglogy

Geodesy Survey (Mensuration)	علم مساحت الارض	۴۶
Geography	جغرافیہ	۴۷
Physics	طبیعات	۴۸
Metaphysics	مابعد الطبیعات	۴۹
Chemistry	کیمیا	۵۰
Mineralogy	معدنیات	۵۱
Indigenous System of Medicine	طب و حکمت	۵۲
Pharmacology	ادویات	۵۳
Botany (Phytonomy)	نباتات	۵۴
Statistics	شماریات	۵۵
Political Economy	اقتصادیات	۵۶
Economics	معاشیات	۵۷
Finances	مالیات	۵۸
Trade (Commerce)	تجارت	۵۹
Banking	بنکاری	۶۰
Agricultural Study	زراعت	۶۱
Phonetics (Phonology)	صوتیات	۶۲
Ecology (Environment)	ماحولیات	۶۳
Politics (Strategy)	سیاسیات	۶۴

۶۵	موسمیات	Meteorology
۶۶	علم الاوزان	Weighing
۶۷	شہریات	Civics
۶۸	عملیات	Practicalism
۶۹	سیرت نگاری	Bio Graphy of Holy Prophet
۷۰	حاشیہ نگاری	Citation
۷۱	نثر نگاری	Composition
۷۲	تعلیقات	Scholia
۷۳	تشریحات	Detailed Comments
۷۴	تحقیقات	Research Study
۷۵	تنقیدات	Critique Philosophy
۷۶	رڈات	Rejection
۷۷	شاعری	Poetry
۷۸	حمد و نعت	Hamd -wa Naat
۷۹	فلسفہ (قدیم وجدید)	Phylosophy
۸۰	منطق	Logic
۸۱	تاریخ گوئی	Compose Achronogram
۸۲	علم الایام	----------
۸۳	تعبیرالرویاء	----------

۸۴	رسم الخط نستعلیق،شکستہ وستقیم	----------
۸۵	استعارات	Figuration
۸۶	خطبات	Oratory
۸۷	مکتوبات	Letters
۸۸	ملفوظات	----------
۸۹	پندونصائح	Homily
۹۰	اذکار(اورادووظائف)	----------
۹۱	نقوش و تعویزات و مربعات	----------
۹۲	علم الادیان	Comparative Religions
۹۳	ردّ موسیقی	----------
۹۴	عمرانیات	Socialogy
۹۵	حیاتیات	Biology
۹۶	مناقب	----------
۹۷	علم الانساب	----------
۹۸	فضائل	Preference Study
۹۹	زائرچہ وزائچہ	----------
۱۰۰	سلوک	----------
۱۰۱	تصوف	Mystagogy

۱۰۲	مکاشفات	Spritual Study
۱۰۳	علم الاخلاق	Ethics
۱۰۴	تاریخ وسیر	History & Biography
۱۰۵	صحافت	Journalism
۱۰۶	حیوانیات	Zoology
۱۰۷	فعلیات	Physiologt
۱۰۸	علم تخلیق کائنات	Cosmology
۱۰۹	نفسیات	Psychology
۱۱۰	علم البدیع	Science Dealing with Rhetorical (Divices)
۱۱۱	لسانیات	Linguistics (Languages,Philology)
۱۱۲	نظم عربی و فارسی و ہندی	Arbic, Persion & Hindi Poetry/Composition
۱۱۳	نثر عربی وفارسی وہندی	Arabic, Persion & Hindi Composition
۱۱۴	ھئیت (قدیمہ وجدیدہ)	Old & Modern Astronomy
۱۱۵	ارضی طبیعات	Geo-Physics
۱۱۶	علم خلیات	Cytology
۱۱۷	قانون	Law
۱۱۸	علم الاحکام	Take & Put Referencess of Ordinancess
۱۱۹	علم قیافہ	Physiognomy
۱۲۰	سالماتی حیاتیات	Molecular Biology



جناب رضوان صدیقی کے ایک طویل مضمون سے اقتباس پیش کر رہے ہیں
مکمل مضمون "ماہنامہ ارمغانِ حمد" میں جلد شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

تعلیماتِ احمد رضا اور امتِ مسلمہ کا اتحاد

رضوان صدیقی

برصغیر کی ہزار سالہ اسلامی تاریخ کی ایک نابغۂ روزگار ہستی، عظیم دانشور۔ ۵۰ سے زیادہ علوم پر ۵۰۰ سے زائد رسائل و کتب تخلیق کرنے والی شخصیت آج عاشق رسول ﷺ نعت گو شاعر، مسلک بریلوی کے بانی اور "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" تخلیق کرنے والے ایک شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے پیروکاروں میں کوئی ایسی شخصیت نہیں جو بین الاقوامی سطح پر ان کے علمی کارناموں کو بین الاقوامی سطح پر نمایاں کرے ہاں ماضی میں ان کی دینی خدمات کے فروغ میں۔ شاہ عبدالعلیم صدیقی، حضرت پیر کرم شاہ الازہری، علامہ سعید احمد کاظمی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ضیاء القادری مدنی کے علاوہ کسی اور شخصیت نے ان کے علمی کام کی تشہیر و اشاعت نہیں کی۔ ان کی علمی لیاقت، فہم و فراست اور کم و بیش ۷۰ موضوعات پر ۵۰۰ سے زائد رسائل و کتب تخلیق کرنے والی ہستی کی علمی خدمات پر اور ان کی شخصیت پہ سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں لیکن علمی حلقوں میں ان کی کتنی پذیرائی ہوئی علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، جنہوں نے ۵۰ برس تک پاک و ہند کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام کرنے میں گرانقدر خدمات انجام دیں لیکن افسوس کوئی بڑی کتاب تحریر نہ کر سکے۔ ان کی تقاریر ہوا میں گم ہو جائیں گی۔ اخبارات میں ان کی خبریں قصہ پارینہ بن جائیں گی۔ لیکن کتاب زندہ رہتی ہے۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری تھے ۵۰ برس درس حدیث دیا۔ ہزاروں شاگرد چھوڑے، اپنے ایمان افروز کردار سے قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی یاد تازہ کی مگر کتابیں تحریر نہ کیں۔ ہاں مولانا طاہر القادری نے سنجیدگی سے کام کیا لیکن وہ بھی سیاست کی نذر ہو گئے۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کون تھے۔

کس مقام اور مرتبے کی ہستی تھے۔ برصغیر کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں ان کی کوئی مثال نہیں۔ کیسا المیہ ہے کہ ایک عظیم ترین شخصیت کو فقط مولوی کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کتنے لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں مسلم الثبوت، صحیح بخاری کے نصف اوّل، صحیح مسلم، جامع ترمذی، رسالہ قطبیہ پر حواشی تحریر کئے تھے۔ انہیں علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ حنفی، کتب فقہ، جملہ مذاہب، اصول فقہ، جدل مہذب، علم تفسیر، علم القائد و الکلام، علم نحو، علم صرف، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم منطق، علم مناظرہ، علم فلسفہ، علم تکسیر، علم ہیہاۃ، علم حساب اور علم ہندسہ پر مکمل دسترس تھی۔ یہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی کو علم قرأت، علم تجوید، علم تصوف، علم سلوک، علم اخلاق، علم اسماء الرجال، علم تاریخ، علم لغت، شاعری اور ادب سے گہری واقفیت تھی۔ یہ علوم تو وہ ہیں جن میں سے بعض علوم پر دیگر علماء کرام بھی درک رکھتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے علوم پر بھی باقاعدہ کتابیں تحریر کی ہیں جن علوم سے واقف ہونا تو کجا ان علوم کے نام سے بھی برصغیر کے اکثر علماء کرام واقف تک نہیں ہیں ان میں، ارثماء طیقی، جبر و مقابلہ (الجبرا)، حساب سینی، لوغارثمات، علم التقویت،

علم الذکر، زیجات، مثلثات (مسطح کروی) مثلث مسطح، مربعات وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی علم مناظرہ و مرایا، ہیہاۃ جریدہ، فارسی شاعری، عربی شاعری، ہندی شاعری، خط نسخ، خط نستعلیق، علم ہندسہ وغیرہ پر بھی خوب قدرت رکھتے تھے۔ ذرا غور فرمائیے کہ مذکورہ ۵۹ علوم وفنون میں سے ۲۸ علوم کو اعلیٰ حضرت نے محض رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا ہے۔ پروفیسر مجید اللہ قادری نے تو اپنے P.H.D کے مقالے "قرآن اور سائنس اور امام احمد رضا" میں ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت تقریباً ۷۰ علوم جانتے تھے۔ ان کے علمی کارناموں میں کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ، حدائق بخشش ایسی تصانیف ہیں کہ انہیں تاقیامت زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کی رسائل و کتابوں کے بارے میں بعض محققین تحقیق میں مصروف ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی تصنیف حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں ۸۸۴ کتابوں رسائل اور حواشی کا تذکرہ کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت دو قومی نظریہ کے بانی ہیں مگر نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان کے بارے میں لکھی گئی ہزاروں کتابوں میں خال خال اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ برصغیر کی مساجد میں نمازوں کی اوقات کا جو ایک سال کا چارٹ آویزاں ہوتا ہے وہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کا تیار کردہ ہے۔ مسلم تاریخ میں ایسے کم لوگ ملتے ہیں جنہوں نے علوم کے مختلف شعبوں میں اس قدر گرانقدر خدمات انجام دی ہوں۔ احمد رضا خان ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ مفسر قرآن، محدث، مفتی حافظ، صوفی، قاری، سیرت نگار، مفتی فقیہہ، مفکر، ادیب، دانشور، شاعر مورخ، عالم بے بدل، حساب داں، ماہر جفر، ماہر علم الاعداد، ماہر لسانیات کے علاوہ جغرافیہ، طبیعات، کیمیا، اقتصادیات، صوتیات، معدنیات، سیاسیات، ادویات اور اخلاقیات کے علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلم تاریخ کی ایک عظیم ترین شخصیت کے بارے میں فقط ان کے مسلک سے اختلاف کی بنیاد پر ان کی دینی، علمی، ادبی خدمات کے حوالے سے محققین اور مورخین نے قلم اٹھانے سے گریز کیا۔ پھر دوسروں سے کیا شکوہ علماء اہل سنت نے ان کے بے پناہ کارناموں کے بارے میں بہت کم لکھا ہے۔ جلسوں میں ان کا تذکرہ کرنے یا ان کی نعتیں پڑھنے سے سامعتوں کو متاثر کرنے سے تاریخ مرتب نہیں ہوتی۔

ان کے علمی وادبی کارناموں سے نئی نسل بے تعلق ہوتی جارہی ہے۔ یہ درست ہے کہ ادارہ تحقیق احمد رضا اور بعض اسکالرز اور اکابرین اعلیٰ حضرت کی تحریروں پر کام کررہے ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء اہلِ سنت، اکابرین ملت اور مسلم وغیر مسلم اسکالرز ان کے کام کو جمع کریں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ان کی اہم کتابوں کے تراجم کریں تاکہ آنے والی نسلیں اس عظیم شخصیت کے خیالات وافکار سے مستفیض ہوں کیونکہ اسلام کی اساس قرآن کریم اور احادیث نبوی ہیں اور حضور اکرم ﷺ جامع قرآن ہیں۔ اسلام کی ترقی اور مقبولیت کی اساس مقام مصطفیٰ کا تحفظ۔ جذبۂ عشق مصطفیٰ میں مضمر ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے تعلیمات احمد رضا کی تشہیر و تبلیغ اہم ترین ذریعہ ہے۔

☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

لیاقت علی پراچہ

طاہرؔ سلطانی علامت ہے کام کرنے اور کرتے چلے جانے کی.......... دنیائے ادب میں حمد کے موضوع پر اولین ماہنامہ "ارمغانِ حمد" اور کتابی سلسلہ "جہانِ حمد" باقاعدگی سے ان کی ادارت میں شائع ہو رہے ہیں۔ "ارمغانِ حمد" کے ۲۰ اور "جہانِ حمد" کے ۱۵ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

بزم جہانِ حمد پاکستان کے روح رواں اور بانی ہیں۔

بزم جہانِ حمد کے تحت ماہانہ طرحی حمدیہ مشاعرے شاید ان کے بغیر ناممکن ہوں۔

طاہر سلطانی نعت گو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ خوش الحان نعت خواں بھی ہیں مجموعہ ہائے حمد و نعت میں، مدینے کی مہک، ،نعت میری زندگی، ،حمد میری بندگی، ،ہر سانس پکارے صلِ علیٰ شائع ہو چکے ہیں، نعتوں کی کیسٹ، بہارِ مدینہ، ،۱۹۸۴ء میں کراچی سے ریلیز ہوئی۔

پی ٹی وی ون، ایس ٹی این، جیو ٹی وی، کیو ٹی وی اور ہم ٹی وی پر آپ کا حمدیہ اور نعتیہ کلام نشر ہو چکا ہے۔

ان کی تصنیفات و تالیفات اردو حمدیہ ادب کے حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں جن میں چند کتابیں درج ذیل ہیں۔ گلشنِ حمد کے نام سے غیر مسلم حمد گو شعراء کا تذکرہ پہلی بار شائع کیا۔ "اذانِ دیر" غیر مسلم شعرا کا حمدیہ انتخاب، ،صدائے اللہ اکبر کے نام سے ۹۹ حمد گو شاعرات کا کلام یکجا کر کے شائع کیا ہے۔ یہ کام بھی نقشِ اوّل ہے خزینۂ حمد کے نام سے ۲۰۴ شعرائے کرام کا

حمدیہ کلام یکجا کر کے شائع کیا۔

ارمغانِ حمد اور جہانِ حمد کے کئی یادگار شمارے شائع کر چکے ہیں۔ ''انتخاب مناجات'' ۳۰۰ سے زائد قدیم و جدید شعرا و شاعرات کے اثر انگیز مناجاتی کلام پر مشتمل ہے۔ اردو حمد کا ارتقاء ۶۳۰ صفحات پر مبنی ہوئی۔ ان کی بہترین کاوش قرار دی جاسکتی ہے۔ اس۔ کے علاوہ نعت گو اور حمد گو شعرائے کرام اور شاعرات کے کام اور نام کو بے غرضی سے اجاگر کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اب ادارہ بزمِ جہان حمد کے تحت عظیم عالم دین اور مجدد امام احمد رضا خان قادری کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ''عاشق رسول امام احمد رضا'' کے نام سے ایک کتاب مرتبہ کر رہے ہیں جو ایک احسن اور بروقت اقدام ہے۔

میں اسے حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی ''مرکزی مجلس رضا'' کے کام کا تسلسل سمجھتا ہوں، جنہوں نے مرکزی مجلس رضا کے تحت لاکھوں کتابیں انگلش۔ اردو عربی پشتو اور سندھی زبانوں میں امام احمد رضا قادری کے حالات تعلیمات اور تجدیدی کارناموں پر شائع کر کے پوری دنیا میں مفت تقسیم کی جس کی وجہ سے پوری دنیا میں نوجوان نسل امام احمد رضا کی تعلیمات اور افکار اور تجدیدی کارناموں سے واقف ہوئی اور پاکستان اور غیر ملکی یونیورسٹیوں میں تقریباً ۲۰ افراد نے امام احمد رضا کی زندگی اور تعلیمات پر ایم فل اور P.H.D کی۔ امام احمد رضا کو ملت اسلامیہ نے وقت کا امام اور مجدد تسلیم کیا۔

ان کے ہم عصر نہ صرف ہم وطن بلکہ عرب اور پوری ملت اسلامیہ کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام امام احمد رضا سے تعلق اور نسبت پر فخر کرتے اور آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

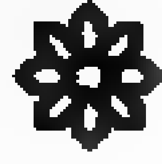
میں ادارہ جہانِ حمد کے بانی طاہر سلطانی اور اس کتاب میں لکھنے والے قابل احترام قلمکاروں کو اس کتاب کی اشاعت پر دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتے کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم اپنے حبیب کریم کے طفیل طاہر سلطانی اور ان حضرات کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کو اجراء عظیم عطا فرمائے...... آمین

میں اپنے تمام اسلامی بھائیوں سے درخواست گزار ہوں کہ یہ کتاب ضرور خریدیں کہ محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے........ یہ بات ہر اہلِ علم و دانش کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی کتاب کے ابتدائی مرحلے سے آخری مرحلے تک کن کن مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ کاغذ کی گرانی کمپوزنگ و پروف ریڈنگ، بائنڈنگ و ڈزائنگ کے مسئلے نیز پرنٹنگ کے معاملات بھی شامل ہیں۔

ادب نواز ادب شناس بالخصوص امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی کے عقیدت مندوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ہزار، پانچ سو، سو، پچاس، پچیس کا پیاں حسب توفیق ضرور حاصل کریں تاکہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے۔ طاہر سلطانی محدود وسائل کے باوجود اردو حمد و نعت کے شعبہ میں جو کام کر رہے ہیں اس میں ربّ العزّت کا خاص کرم اور آنحضرت محمد ﷺ کی نظرِ خاص کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کی دعائیں اور ان کا جذبۂ صادق اور ان کی محنت و لگن بھی شامل ہے۔ آیئے ہم سب مل کر طاہر سلطانی کے ہاتھ مضبوط کریں اور اس نورانی و روحانی سلسلے کو مزید آگے بڑھائیں





تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہ احمد رضاؔ تم ہو

(شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری)

باب پنجم

مناقب امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ اہلسنّت مجدّد دین وملّت شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی

کی خدمت میں منظوم خراجِ عقیدت





تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو — قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

فریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت — محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا — جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب اولیا تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی — ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ — جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی — وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ در بے بہا تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو — عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

بین سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں — وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقوی سے — کہوں اتقی نہ کیونکر جبکہ خیرالاتقیا تم ہے

جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر — عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی — یہ ورثہ پانے والے حضرت عثماں کا تم ہو

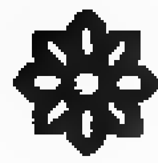
خلوص مرتضی خلق حسن عزم حسینی میں — عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں — امام اہلسنت نائب غوث الوری تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے — بھکاری کی بھرد جھولی گدا کا آسرا تم ہو

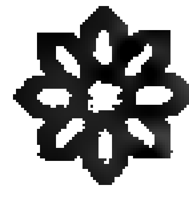
علیم خستہ اک ادنی گدا ہے آستانہ کا — کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

مولانا حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری رضوی میرٹھی



امامِ احمد رضا علم و سعادت کا سمندر ہیں
امینِ دولتِ حق رہبرِ راہ پیمبر ہیں
صنائع خانۂ عالم میں ہیں گل کاریاں ان سے
ضیاءِ خواجۂ عالم سے ممتاز و منوّر ہیں
ان ہی کے فیض سے رخشاں ہیں راہیں دین و دانش کی
ان ہی کا فیض ہے اب تک کہ یہ راہیں بھی منوّر ہیں
وہ اعلیٰ حضرت اعلیٰ مرتبت فہم و ذکا فطرت
یہ راہیں ان کی نسبت ہیں کہ وہ حق گوئی کے پیکر ہیں
جمال حرف معنی ہیں گریز ''لن ترانی'' ہیں
وقار خوش بیانی ہیں صفیروں میں مفخّر ہیں
دیارِ دل میں ان کے فیض سے ہر سُو اجالا ہے
سکونِ قلب مضطر ہیں علاج دیدۂ تر ہیں
سخن میں تازگی ان سے سخن میں روشنی ان سے
سخن گو ہیں سخن داں ہیں سخن پرور سخن ور ہیں
امامِ عصرِ حاضر شانِ نعمان بن ثابت
چراغِ بزم عرفاں ہیں جمالِ حق کا مظہر ہیں
کہاں اتنی مجال اسلمؔ کہ میں حرف ثنا لکھوں
امام احمد رضا علم و سعادت کا سمندر ہیں

ڈاکٹر محمد اسلم فرخی



آبروئے مومناں احمد رضا خاں قادری — رہنمائے گمرہاں احمد رضا خاں قادری

علم کے ہیں گلستاں احمد رضا خاں قادری — باغِ دیں کے گلستاں احمد رضا خاں قادری

تیرا علم و فضل شان و شوکت و جاہ و حشم — شش جہت پر ہے عیاں احمد رضا خاں قادری

ہے عرب کے عالموں کا مدح خواں سارا جہاں — اور وہ تیرے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

صدقۂ شاہِ عرب یوماً فیوماً ہو بلند — تیری عزت کا نشاں احمد رضا خاں قادری

فتح دی حق نے تجھے اعدائے دیں پر دائما — تجھ پہ ہے حق مہرباں احمد رضا خاں قادری

حق اسے کہتے ہیں دیکھو روانہ کوئی کر سکا — تیرا فتوائے اذاں احمد رضا خاں قادری

تھے وصی احمد محدث رحمۃ اللہ علیہ — آپ کے اک رتبہ داں احمد رضا خاں قادری

خاندانِ پاک برکاتیہ کا چشم و چراغ — کہتے تھے نوری میاں احمد رضا خاں قادری

شاہ پیلی بھیت کے حضرت محمد شیر خاں — تھے تمہارے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

رامپوری صابری چشتی میاں ناصر ولی — جانتے تھے تیری شاں احمد رضا خاں قادری

حاضر و غائب ترے حق میں دعاؤں کے لئے — عمر بھر کھولی زباں احمد رضا خاں قادری

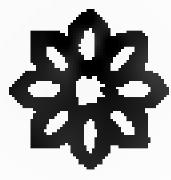
محی سنت اور مجدد اس صدی کے آپ ہیں — اے امام مفتیاں احمد رضا خاں قادری

یاد رکھیں گے قیامت تک غلامانِ رسول — تیرے جلسوں کا سماں احمد رضا خاں قادری

اے مرے اچھے کے اچھے مجھ کو بھی اچھا بنا — صدقۂ اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

دے مبارک باد ان کو قادری رضوی جمیل — جن کے مرشد ہیں میاں احمد رضا خاں قادری

مولانا جمیل قادری



واقفِ آدابِ حُسنِ بندگی احمد رضا
عمر بھر کہتے رہے نعتِ نبی ﷺ احمد رضا

عاشق و شیدا نبی کے اور مجدّد دین کے
ہیں امامِ اہلِ سنّت سیدی احمد رضا

دوست جو اغیارِ دیں کا اور آقا کا نہ ہو
اس سے رکھتے تھے نہ قائم دوستی احمد رضا

ہم سواد اعظم اہل وطن ہیں بے گماں
ہیں کرم فرما جو ہم پر آج بھی احمد رضا

تیغ براں دشمنانِ مصطفیٰ کے واسطے
اور مسلماں کو پیامِ آشتی احمد رضا

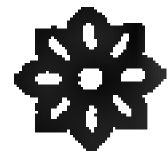
آپ ہیں تلمیذِ رحماں اس میں شک ممکن نہیں
نعت کی کرتے رہے ہیں شاعری احمد رضا

جو محبت سے فقط اخلاصِ دل سے کھل اٹھے
گلشنِ طیبہ کی ہیں ایسی کلی احمد رضا

زندگی احمد رضا کی درد و عشقِ مصطفیٰ ﷺ
درد و عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے مدعی احمد رضا

پیروی ان کے سوا محمود میں کس کی کروں
راہبر کافی ہے مجھ کو ایک ہی احمد رضا

راجارشید محمود (لاہور)



کلامِ عارفانہ ہے کلام احمد رضا خاں کا
ادب میں ہے بہت اونچا مقام احمد رضا خاں کا

فضا ہر روز ہنگامِ سحر رہوار ہوتی ہے
صبا لے کے جاتی ہے سلام احمد رضا خاں کا

اگر پوچھے کوئی کرتے تھے کیا وہ تو بتا دینا
کہ توصیفِ شہہ والا تھا کام احمد رضا خاں کا

پڑھا جاتا ہے بستی میں سلام اس جانِ رحمت پر
سنا جاتا ہے ہر گھر میں سلام احمد رضا خاں کا

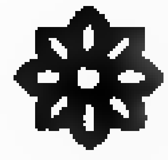
دلِ عشاق ہی لفظوں کی صورت میں چھلکتا ہے
عقیدت سے بھرا تھا دل امام احمد رضا خاں کا

نبی ﷺ کے عاشقوں کا ذکر جب ہو جائے محفل میں
لبوں پر سب کے آجاتا ہے نام احمد رضا خاں کا

جہاں ششدر ہے حسانِ عجم کی خوب گوئی پر
کلام احمد رضا خاں کا سلام احمد رضا خاں کا

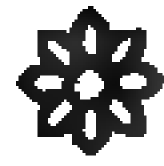
ثناء خواں سرخرو ہیں مدحتِ محبوب داور سے
ادب سے نام لے ہر خاص و عام احمد رضا خاں کا

ولی عالم جلالی



امام احمد رضا خاں کی ہر اک نعت
سکونِ دل کی ہے خاطر ، مدارات
ہے ڈوبا شعر ہر عشقِ نبی ﷺ میں
بلا شک ہیں مثالی ان کے جذبات
شفاعت کا سبب محشر میں ہوگی
ملی ہے ان کو جو نعتوں کی سوغات
نہایت سادہ لفظوں میں لکھی ہے
انھوں نے زندگانی کی ہر اک بات
نگاہوں میں رہا کرتے تھے ان کے
مدینے کے شب و روز اور حالات
وہ جب بھی روضے پہ ہوتے تھے حاضر
تو کام آتی تھی بس اشکوں کی برسات
گہر عشقِ نبی ﷺ لازم ہے لیکن
مقدم سب سے ہے اللہ کی ذات

گہرؔ اعظمی



حق تعالیٰ کی محمد ﷺ کی عطا احمد رضا
زورِ حیدر قوّتِ غوث الوریٰ احمد رضا

پیکرِ حق اہلِ حق کا رہنما احمد رضا
دیدہ ور دیدہ و دل کا پیشوا احمد رضا

رہروانِ شوق کا منزل نُما احمد رضا
طالبانِ علم کا عقدہ کشا احمد رضا

حسنِ بزمِ الفتِ خیرُ الوریٰ احمد رضا
زینتِ گلزارِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ احمد رضا

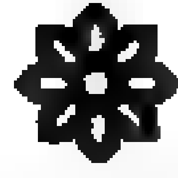
باخدا احمد رضا باؐ مصطفیٰ احمد رضا
عشق کا نغمہ محبت کی نوا احمد رضا

مصطفیٰ ﷺ کی بے مثالی اس کا موضوعِ سخن
نور کی سرکار کا نغمہ سرا احمد رضا

حفظِ ناموسِ محمد مصطفیٰ ﷺ میں اپنا فرض
عزم و ہمّت سے ادا کرتا رہا احمد رضا

عصرِ حاضر دور ہے اس عاشقِ سرکار ﷺ کا
آج ہر سو ہے صدا احمد رضا

طارق سلطان پوری (حسن ابدال)



مدح گوئے مصطفٰے احمد رضا
شمعِ عرفاں کی ضیا احمد رضا

ان کو تھی مطلوب احمد کی رضا
نام ان کا ہوگیا احمد رضا

عالمِ کامل ریاضی داں بھی تھے
حامدِ ربّ العلیٰ احمد رضا

کرتے غور و فکر تھے قرآن میں
ناظرِ ارض و سما احمد رضا

تھا عمل قرآن و سنّت پر سدا
تاجدارِ اتقیا احمد رضا

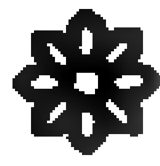
اک زمانہ مانتا ہے آپ کو
آپ کا ڈنکا بجا احمد رضا

دل میں عشقِ مصطفٰے تھا موجزن
مرحبا صد مرحبا احمد رضا

ہے ہمارے دل میں بے حد احترام
عالمِ با مرتبہ احمد رضا

پھولؔ خود بھی تھے ولی اللہ کے
اور محبِّ اولیا احمد رضا

تنویرؔ پھولؔ



علم و حکمت میں یکتا تھا وہ
اپنے آقا ﷺ کا شیدا تھا وہ

با عمل وہ مسلمان تھا
وہ محبت کی پہچان تھا

یادِ صلِ علیٰ کا دیا
قلب میں اس نے روشن کیا

وہ چلا سیرتِ پاک ﷺ پر
اس کا چرچا ہے افلاک پر

عام حُبِّ نبی ﷺ کر گیا
کتنی پیاری سعی کر گیا

پکا حافظ تھا قرآن کا
خاص بندہ تھا رحمان کا

خاص لہجے کا تھا نعت گو
عشقِ احمد ﷺ سے سرشار وہ

عالم اس کے سوالی رہے
اس کے فتوے مثالی رہے

علم والوں میں عزت ملی
رب کی یہ خاص رحمت ملی

فکرِ احمد رضا کی قسم
ہیں نبی ﷺ کی غلامی میں ہم

پیر کامل نے دل سے کہا
اعلیٰ حضرت ہے احمد رضا

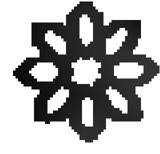
عشقِ احمد رضا کر عطا
مالک الملک اے کبریا ﷻ

اپنے آقا ﷺ سے کیا پیار ہے
کنزالایمان شہکار ہے

اے مرے پیارے احمد رضا
تجھ سے راضی ہے ربِّ علیٰ

طاہر اپنی یہی ہے دعا
لب پہ ہر دم ہو صلِ علیٰ

طاہر سلطانی



تاریخِ ولادت..............تاریخِ وفات

امام اہلسنّت مجدد دین وملّت مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَہُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ

۱۲۷۲ھ

وَیُطَافُ عَلَیۡہِمۡ بِاٰنِیَۃٍ مِّنۡ فِضَّۃٍ وَّاَکۡوَابٍ ط

۱۳۴۰ھ

☆☆☆☆☆☆☆

تاریخِ طباعت..............تاریخِ وصال

تاریخ گو

صابر براری......عارف مجبور رضوی......خواجہ رضی حیدر

☆☆☆☆☆

"کامران تاریخ طباعت"

۲۰۰۵ء

"عزّتِ آفاق عاشقِ رسول"

۱۴۲۶ء

"تالیفِ زینتِ ادب جناب طاؔہر سلطانی"

۱۴۲۶ھ

تالیف کی ہے خوشنما طاؔہر نے یہ کتابؒ
حالات اس میں شاہِ رضا کے ہیں با اصول
فرمائیں ان پہ چشمِ کرم شاہِ دوجہاں
کاوش ہو ان کی بارگاہِ رب میں بھی قبول
ہوں فیضیاب اس سے جہاں بھر کے اہلِ حق
ہر آن ان پہ رحمتِ باری کا ہو نزول
تاریخِ طبع اس کی اے صاؔبر یہ مل گئی
"ہے نورِ والا جاہ' ذکرِ عاشقِ رسول"

۲۰۰۵ء

صاؔبر براری

☆☆☆☆☆

قطعۂ تاریخ وصال

"محب سبحاں فاضل بریلوی"

۱۳۴۰ھ

معزِّ زماں الشاہ احمد رضا قادری

۱۹۲۱ء

عشقِ رسولِ حق ہے ایمانِ اعلیٰ حضرت
عشقِ رسولِ حق ہے پہچانِ اعلیٰ حضرت

کیوں کر نہ ضوفشاں ہوں عشقِ نبی کی شمعیں
عشقِ رسولِ حق ہے فیضانِ اعلیٰ حضرت

گاتی ہے ساری دنیا عشقِ نبی کے نغمے
عشقِ رسولِ حق ہے احسانِ اعلیٰ حضرت

تفسیر اور فقہ میں تجدیدِ فکر دیں میں
لاریب ہے امامت شایانِ اعلیٰ حضرت

اک ایک شعر کیونکر اس کا نہ خوش نما ہو
بخشش کا گلستاں ہے دیوانِ اعلیٰ حضرت

لکھے گئے ہزاروں قرآن کے تراجم
سب سے ہے پر نمایاں عنوانِ اعلیٰ حضرت

دامانِ مصطفیٰ کے سائے میں عافیت ہے
اب بھی یہ گونجتا ہے اعلانِ اعلیٰ حضرت

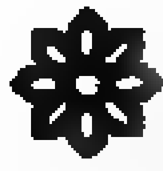
ٹکڑوں پہ پل رہے ہیں ہم سب درِ نبی کے
مبنی ہے بر حقیقت فرمانِ اعلیٰ حضرت

گرہ گردوں کا کوئی خطرہ رہے نہ باقی
پیشِ نظر رہے جو وجدانِ اعلیٰ حضرت

مہجورؔ بر ملا تو ازروئے آہ کہہ دے
سالِ وصالِ برحق "عرفانِ اعلیٰ حضرت"

۱+۱۹۲۰ = ۱۹۲۱ء

سید عارف مہجورؔ رضوی (گجرات)



قطعۂ تاریخِ طباعت

براۓ اشاعتِ خصوصی "امام احمد رضا نمبر"

"اخبارِ نفیس رضا"

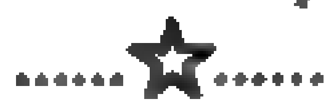
۲۰۰۵ء

"کاوشِ رنگیں بیاں روشن قلم جناب طاہر حسین سلطانی"

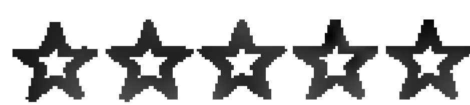
۲۰۰۵ء

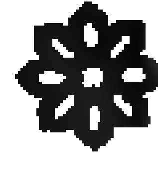
ذکر و فکرِ رضا سے تابندہ　　آج علم و عمل کے ہیں گوہر
کہہ دو مجبور ارتجالاً تم　　"لُطفِ شاہِ رضا" طباعت پر

۱۴۲۶ھ



عارف مجبور رضوی (گجرات)





نتیجہ فکر.............☆خواجہ رضی حیدر

عالمتاب فاضل بریلوی نمبر

۲۰۰۵ء

بیادگار اعلیٰ حضرت بریلوی

۲۰۰۵ء

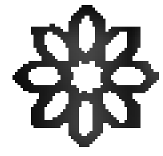
زاہد صالح امام اہلسنّت مولانا احمد رضا

۲۰۰۵ء

امام اہلسنّت علامہ مولانا احمد رضا

۲۰۰۵ء

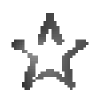
☆☆☆☆☆



سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

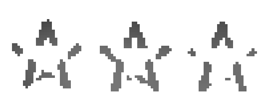
سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم







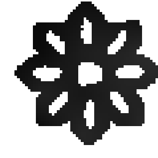
شکر کے سجدے بھی آنکھوں سے ٹپک جاتے ہیں
سلسلہ حمد کا جب دل سے رواں ہوتا ہے



شکر کس منہ سے کروں مالک و مولیٰ تیرا
ہر گھڑی مجھ کو میسّر ہے سہارا تیرا

(طاہر سلطانی)





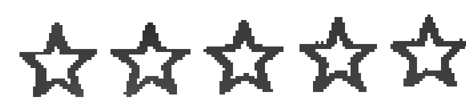
واجمل منک لم ترقط عینی
واکمل منک لم تلد النساء
خلقت مبراءً من کل عیبٍ
کانک قد خلقت کما تشاء



(ترجمہ)

پیارے آقا، میری ان آنکھوں نے آپ سے
زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا اور آپ سے
زیادہ کامل کسی ماں نے نہیں جنا
آپ ہر عیب اور نقص سے پاک پیدا فرمائے گئے
گویا خالق نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو بنایا

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کتابیات

حدائق بخشش ... مولانا احمد رضا خاں قادری

میلادِ مصطفیٰ ...... امام احمد رضا خان برکاتی .... ناشر : برکاتی پبلشرز، کراچی

ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی بھارت ... مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں ... ۱۹۸۶ء

''معارف رضا'' شمارہ ہشتم ... مولانا وجاہت رسول قادری۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) ... ۱۹۸۸ء

مجلّہ ''امام احمد رضا کانفرنس'' // // // // // // ۱۹۹۲ء

// // // // // // // // // // // // ۱۹۹۶ء

// // // // // // // // // // // // ۱۹۹۸ء

حیات اعلیٰ حضرت ... مولانا ظفر الدین۔ مرکزی مجلس رضا (لاہور) ۱۹۹۲ء

الدولۃ المکیہ ... امام احمد رضا خاں۔ رضویہ پبلی کیشنز (کراچی) ۲۰۰۰ء

تجدیدی کارنامہ وعلوم وفنون کی فہرست ... مولانا نسیم احمد صدیقی

ناشر : لیاقت علی پراچہ...... ادارہ علم وعمل (پاکستان) ... ۲۰۰۴ء

امام احمد رضا اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ... علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

قادری رضویہ کتب خانہ لاہور ... ۲۰۰۱ء

فاضل بریلوی کا مسلک ...... علامہ عبدالعزیز عرفی ..... ناشر : گیلانی پبلشرز، کراچی ۱۹۹۶ء

وصایا شریف ..... مولانا حسنین رضا خاں قادری نوری .... ناشر : بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور

''جہانِ حمد'' کراچی (کتابی سلسلہ) شمارہ نمبر ۱۳ ..... مرتبہ.. طاہر سلطانی ... ناشر: بزمِ جہانِ حمد پاکستان

☆☆☆☆☆

اُردو میں حمد کے موضوع پر اوّلین کتابی سلسلہ

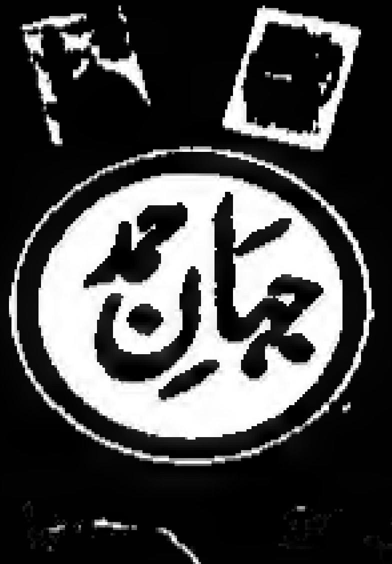
حمد و نعت کا عالمی پیامبر

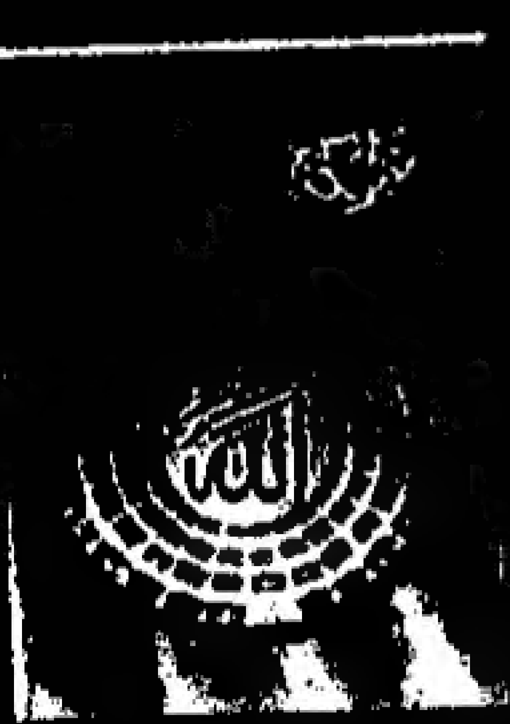
جہانِ حمد ایک شمارہ ۰ ایک کتاب

مرتبہ طاہر حسین طاہر سلطانی









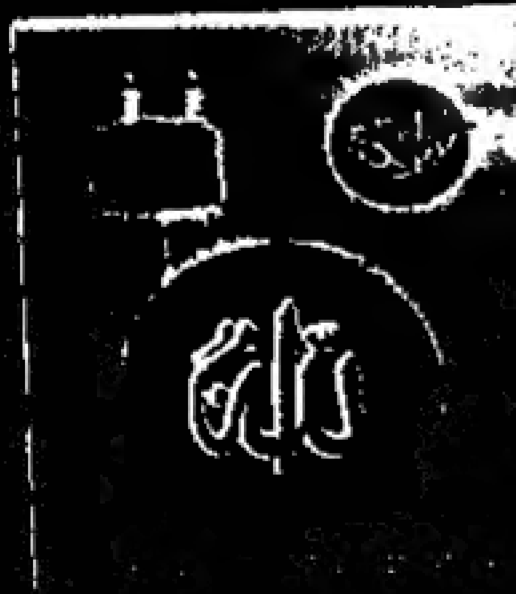












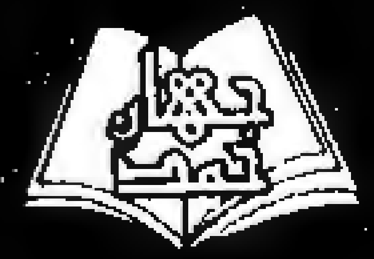






اُردو میں حمد کے موضوع پر اوّلین ماہنامہ ...

مدیر: طاہر حسین طاہر سلطانی



جہانِ حمد پبلی کیشنز

حدائق بخشش...... مجموعۂ صدق وصداقت

ڈاکٹر جمیل جالبی

حدائق بخشش اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کا مجموعہ کلام ہے جو کئی بار شائع ہو کر اہل دل اور اہل فن دونوں سے داد وتحسین وصول کر چکا ہے۔ حدائق بخشش کو میں نے اس وقت بھی پڑھا تھا جب میں جوان تھا اور آج بھی پڑھا جب میں اس دور سے گزر چکا ہوں۔ یاد ہے کہ عہد جوانی میں اس کلام نے سرور عشق سے مجھے شاد کام کیا تھا اور عہد موجود میں اس کے کلام نے شعور عشق سے ایسا سرشار کیا کہ کیفیت عشق بھی مختلف ہو گئی اور احساسات وجذبات بھی۔ وقت بدلتا ہے تو انسان بھی بدل جاتا ہے۔ اس کی باطنی کیفیات اور اثر ونفوذ کے پیمانے بھی بدل جاتے ہیں۔ لفظ وہی رہتے ہیں۔ لیکن ان سے نکلنے والی روشنی کے رنگ بدل جاتے ہیں اور اس کے ساتھ معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ یہی اچھی اور زندہ رہنے والی شاعری کا کرشمہ ہے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے کلام کا بھی یہی کمال ہے اور اسی وجہ سے یہ کلام مجھے ہمیشہ کی طرح آج بھی دل سے پسند ہے۔

اردو نعت گوئی کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اردو شاعری کی...... آج تک ہزاروں اشعار حضور اکرم ﷺ کی مدح میں اظہار عشق اور بیان عقیدت کے طور پر کہے جا چکے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ کہا جاتا تھا وہ پھر بھی نہ کہا جا سکا۔ شاعروں نے اعتراف عجز کیا تو کہا...... سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا۔ یہی اعتراف عجز نعت گوئی کی جان اور نعت گوئی کا جواز ہے۔